ہے اہلِ وفا کی رِیت الگ

نیلم ریاست



ناول

نیلم ریاست

ہے اہلِ وفا کی رِیت الگ

وہ جگہ کا نام نہیں جانتا تھا نہ ہی جاننے کی کوشش کی نہ ہی دل میں کوئی تجسس تھا۔ اسکی ساری توجہ کا مرکز وہ تھی وہ جو کم از کم اسکے لئے شانتی کا سمبل تھی۔۔ سراپا محبت اسکی خاطر سارے زمانے کو ٹھکرا کر صرف اسکو سوچنے اور پوجنے والی۔۔ اور کون ہے جسکے نفس کو دن رات پوج کر اسے بڑی اونچی جگہ پر رکھا جاتا ہو اور اسکو برا لگے؟؟

وہ نرم ریت پر فارحہ کی گود میں سر رکھ کر لیٹا ہوا تھا۔ سر پر تا حد نگاہ نیلا آسمان تھا اور ارد گرد آسمان کا ہی عکس دیکھاتا پانی۔۔۔ فارحہ نے سفید کرتا پاجامہ پہنا ہوا تھا سر پر کھلے بالوں کے اوپر تازہ گلاب اور موتیے کے پھولوں کا کراون اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔۔۔

"تم نے آخر کیا منتر پڑھ کر مجھ پر پھونکا ہوا ہے؟۔۔۔ میں آفس جاتا ہوں تو جی نہیں لگتا یہی دل چاہتا ہے ہر کام کو لات مار کر یونہی تمہارے چرنوں میں پڑا رہوں۔۔۔"

اسکی بات پر فارحہ کا ہنس ہنس کر چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں میں پانی چمک آیا۔۔۔

"ہنس لو ہنس لو ہر دفعہ مجھے جلا کر بعد میں یونہی تماشہ دیکھتی ہو۔

وہ جواب میں کچھ بولی نہیں ہنستے ہوئے اسکے چہرے پر جھکی ماتھے پر آئے بال اور آنکھوں پر رکھے ڈارک

گلاسز ہٹا کر براہ راست اسکی بادامی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کھل کر مسکرائی۔اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر فارحہ کا چہرہ تھام کر اپنی طرف ابھی کیا ہی تھا کہ ٹھنڈا ٹھار پانی چہرے پر گرتے ہی وہ ہڑبڑا کر بستر سے اٹھا۔

آنکھوں کے بالکل سامنے سات سالہ مصطفیٰ بھرپور غصے سے باپ کو گھور رہا تھا۔۔اس پر سے نظر ہٹا کر اپنے گرد دیکھا تو طبیعت کا بوجھ اور بھی بڑھ گیا۔۔۔سارے کمرے میں کھلونے کپڑے برتن جوتے ہر چیز جیسے تھی ویسی کی ویسی نظر آئی۔۔اور فارحہ کہیں نہیں تھی۔۔ اس نے اپنی آستین کے ساتھ چہرے سے پانی کے ساتھ ساتھ ایک آدھ نکل آنے والا آنسو بھی پونچھ ڈالا واپس بستر پر گرا ہی تھا کہ مصطفیٰ نے حلق پھاڑ کر خبردار کیا۔

پاپا آپ پھر سونے لگے ہو۔!!! "ادھر دادی باتھ میں گری پڑی رو رہی ہیں۔۔"

دو سیکنڈ لگے اس انفارمیشن کو ذہن میں پراسس کرنے میں اس کے بعد وہ اٹھ کر اندھادھند باتھ کی طرف بھاگا۔۔۔خیال آنے پر اپنے پیچھے آتے مصطفیٰ کو پوچھا

" کس باتھ میں ہیں۔۔۔؟؟.." مصطفیٰ نے فٹ جواب دیا۔۔ "باہر والے میں۔۔۔وہاں پہنچا تو واقعی اماں کو روتے پایا۔۔

۔"میں پچھلے آدھے گھنٹے سے یہاں پڑی اپنی جان کو رو رہی ہوں تم نیند کے اتنے برے کیوں ہو ضارب۔۔۔میرا معصوم بچہ دس دفعہ تمہیں اٹھانے گیا تھا۔۔سارا محلہ جاگ گیا ہوگا پر تم نہیں اٹھے۔۔۔۔۔"

اس نے خلاف معمول ہر بات چپ چاپ سن لی اور ان کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر ان کے کمرے تک لاتے لاتے خود اسکے پسینے چھوٹ گئے۔۔ نرمی سے ان کے بیڈ پر بیٹھا کر دو پل اپنا سانس پکڑا۔۔۔

"اماں ویسے آخر سوجھی کیا آپ کو یوں صبح صبح چھلانگ لگانے کی۔۔۔اب مجھے بتائیں کدھر چوٹ لگی ہے ۔۔۔؟" "

سفینہ نے بے بسی سے اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے بتایا

۔۔"" ارے میں تو اپنے بچے کا منہ دھونے گئی تھی سمجھ ہی نہیں آئی اچانک ہی گر گئی۔۔۔دائیں ٹانگ میں بڑی تکلیف ہے ضارب کچھ کر۔۔۔

اس نے نرمی سے پوچھا" اگر تکلیف زیادہ ہے تو ہسپتال لے چلتا ہوں؟؟

سفینہ نے منع کرتے ہوئے کہا۔۔۔" نہیں ہسپتال کیا جانا ہے کوئی درد کی گولیاں دے دو اور مجھے وہ آئیوڈیکس لادو ذرا مالش کروں شائد درد رک جائے۔۔۔ میں نے تو ابھی اپنے بچوں کا ناشتہ بھی نہیں بنایا وہ آفت کا پرکالا اٹھتے ہی آسمان سر پر اٹھائے گا۔۔۔۔" سفینہ کو اس وقت بھی اپنے سے زیادہ اپنے لاڈلے کی فکر ستا رہی تھی.......

سفینہ کی پریشانیوں کے برعکس وہ غور سے انکے پیر کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔۔ پھر کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے سیدھا ہوا۔۔۔

" "اماں آپکو ہسپتال لے جا رہا ہوں یہ بہت ضروری ہے ہو سکتا ہے کوئی ہڈی وغیرہ پر وزن گرا ہو ایک دفعہ ایکسرے کروا کر تسلی کر لیتے ہیں۔۔۔ آپ کے کپڑے نکال کر دوں بدل لیں گی۔۔۔؟

سفینہ نے بیٹے کی پریشان آنکھوں میں جھانکا۔۔۔

" مجھ سے بیٹھا نہیں جا رہا تم کپڑوں کی بات کر رہے ہو۔۔ اور وہ جو ابھی سویا ہوا ہے اسکا کیا کرو گے کچی نیند سے اٹھا تو اور بھی تنگ کرے گا۔۔۔ مجھے چھوڑ و جلدی سے اسکے لئے دودھ ابال لو فرج میں رکھا ہے۔۔"

وہ سر ہلاتا باہر آ گیا۔۔۔

کچن میں آٹا وغیرہ سب تیار پڑا تھا اماں یقیناً ناشتہ بناتے اٹھ کر مصطفیٰ کی مدد کو گئیں تھیں جب خود کا پاؤں پھسل گیا۔۔۔ اس نے پین میں دودھ ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا۔۔۔ اور مصطفیٰ کو آواز دیکر بلاتے ہوئے واپس اپنے کمرے میں آیا۔۔۔ الماری کھول کر دھلی ہوئی ٹی شرٹ اور ٹراوزر نکال کر واش روم کا رخ کیا۔

دس منٹ بعد عجلت میں تولیے کے ساتھ سر رگڑتا برامد ہوا۔۔۔ مصطفیٰ نے دیکھتے ہی پوچھا۔۔

" آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا۔۔؟؟ اور ہاں دادو کہہ رہی ہیں دودھ ابل گیا ہے چولہا بند کریں۔۔۔" "

او تیری۔۔!"

اس نے تولیا وہیں پھینکا کچن کی جانب دوڑ لگائی۔۔۔ دودھ ابل کر گر چکا تھا۔۔۔ چولہا بند کر کے۔۔۔ پین پکڑ کر سنک میں رکھا۔۔ مصطفیٰ بھی ساتھ ساتھ تھا۔ جسے اس نے حکم دیا۔

" "اوئے یار جا کر جلدی سے تیار ہو جاؤ دادو کو لیکر ہسپتال جانا ہے۔" "

مصطفیٰ نے باپ کو گھورا۔۔۔" مگر پہلے مجھے ناشتہ تو دیں۔۔۔۔!!"

سنک میں چین کو ٹھنڈے پانی میں گھماتے ہوئے اس نے اک پل کو گردن موڑ کر اپنے لخت جگر کو دیکھا۔۔

"ناشتہ باہر کر لیں گے جلدی تیار ہو جاو۔"

مصطفیٰ کو یہ آئیڈیا بھی زیادہ پسند نہ آیا۔اسلئیے بڑا احسان کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔

"سکول کے لئے تیاری کروں کہ ہسپتال لے لئے۔۔؟؟ سٹینڈ میں رکھے فیڈرز اٹھا کر سنک کے قریب رکھتے ہوئے مصروف سے انداز میں بولا۔

"سکول سے آج چھٹی کر لو"

وہ یہ کہتے ہوئے بھول گیا تھا کہ مخاطب کس سے تھا۔۔ مصطفیٰ نے بے یقینی سے باپ کی پشت کو گھورا۔اور شدید صدمے کی حالت میں پوچھا۔

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک نالائق بچہ بن جاوں۔۔؟؟

ضارب نے تعجب سے اسے دیکھا۔ "میں ایسا کیوں چاہوں گا۔۔؟؟

مصطفیٰ پورے غصے میں نظر آ رہا تھا۔۔۔"تو پھر مجھے چھٹی کرنے کو کیوں بولا؟؟ ' کیا آپکو نہیں پتا کہ چھٹیاں نالائق بچے کرتے ہیں!!

ضارب نے دو فیڈر بھرے اور دو گلاس میں دودھ ڈالا۔اور چڑ کر بولا

"او یار کس پاگل نے کہا ہے کہ نالائق ہی چھٹیاں کرتے ہیں؟

مصطفیٰ بغیر بریک کے بغیر فوراً بولا

"یہ آپ نے خود بولا تھا۔"

ضارب نے آنکھیں گھمائیں۔"اس وقت بھی میں ہی کہہ رہا ہوں اب مزید کوئی سوال نہیں یہ دودھ کا گلاس ختم کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ"

جواب میں اس نے باپ کو سلوٹ مارا اور لیس سر بول کر دودھ کا گلاس لبوں سے کر ایک ہی گھونٹ بھرا اور برا سا منہ بناتے ہوئے گلاس واپس میز پر ڈال دیا۔

پیکٹ سے گولیاں نکالتے ہوئے ضارب نے سوالیہ نظروں سے مصطفٰی کی جانب دیکھا۔

"آپ نے دودھ میں چینی نہیں ڈالی ہے۔!اور میں چینی کے بغیر دودھ نہیں پیتا ہوں۔" "

ضارب نے گہرا سانس خارج کرتے ہوئے چینی کا ڈبہ اور ایک چمچ میز پر رکھ دیا خود اماں کے لئے دودھ اور احد کے فیڈر پکڑ کر کچن سے نکل گیا۔

ابھی اماں کو دودھ کیساتھ گولیاں دی ہی تھیں کے احد کے کمرے سے زور و شور سے اسکے رونے کی آواز پر اسکی طرف بھاگا۔

احد نو ماہ کا چٹا گورا گوبلو سا اور انتہائی موڈی بچہ تھا۔ضارب نے اسکو اسکے کاٹ سے اٹھا کر پیار کیا۔ساتھ ہی اسکی موٹی موٹی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے شرارت سے بولا..

" "چل میرے شیر چڑھ گیا دن شروع کر دے اپنا دھندا"

دوسرے ہی پل کچھ گیلے پن کا احساس ہونے پر احد کو خود سے بازوؤں کی دوری پر پکڑ کر اماں کے کمرے میں لے آیا۔

" "اماں جلدی سے اسکو پکڑ لیں بارود کے ڈھیر سے شدید ترین خطرے کی بُو آرہی ہے"

ناک منہ چڑھاتے ہوئے اس نے احد کو اماں کی جانب بڑھایا۔مگر اماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ہاتھ وہیں رک گئے۔فکرمندی سے پوچھا

"زیادہ درد ہو رہا ہے۔۔؟؟" اماں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اماں ہمت کریں میں بس ابھی آپکو ہسپتال لے چلتا ہوں پہلے مجھے بتائیں اسکی نیپی وغیرہ کدھر رکھی ہے؟ اس نے ابھی بھی احد کو بازوؤں کی دوری پر ہی تھام رکھا تھا.

سفینہ نے اسکے اناڑی پن کو دیکھتے ہوئے بتایا" اسکے کپڑے اور ہر چیز کاٹ کے درازوں میں رکھی ہوتی ہے۔مگر دیکھو اسکو بیبی وائپس سے صاف مت کرنا اسکی جلد پر دانے نکل آتے ہیں باتھ روم میں لیجاؤ اور اچھے سے صابن لگا کر اسکی ٹانگیں دھو کر لاؤ۔"

وہ الٹے سیدھے منہ بناتا اماں کی ہدایت پر عمل کرنے چلا گیا.

مصطفیٰ دادی کے پاس آکر پیار سے بولا۔" " کیا بہت زیادہ درد ہو رہی ہے۔۔؟؟""
سفینہ نے پیار سے اپنے چاند کا بوسہ لیا اور تسلی دیتے ہوئے کہا
" " تم نے پوچھ لیا اب ٹھیک ہو جائے گی۔۔ جاؤ پاپا کو بھائی کے کپڑے نکال دو پتا ہے ناں دادی کدھر رکھتی ہے احد کے کپڑے؟؟"۔۔
مصطفیٰ نے زور سے سر ہلایا۔۔۔۔
" شاباش میرا شہزادہ جاؤ اب اس نالائق کی مدد کر دو نہیں تو سارا کمرہ بکھیر کر آ جائے گا۔" "
دادی کی آخری بات سے مصطفیٰ کو پورا پورا اتفاق تھا کیونکہ تاریخ گواہ تھی کہ جب بھی کبھی ضارب سیال نے ایمرجنسیز کے دوران امورِ خانہ کا چارج سنبھالا ہر دفعہ مسائل بڑھے ہی کم نہ ہوئے۔۔ اسلیے اسی وقت چلا گیا۔ضارب احد کو دھونے کے دوران اپنے کپڑے بھی پوری طرح بھگو چکا تھا۔اور احد پورا زور لگا کر اپنا باجا بجا رہا تھا۔ اس نے احد کو کاٹ میں ڈال کر اسکے سامنے عاجزی سے ہاتھ جوڑ دیئے۔
" او میرے باپ دو منٹ کو یہ بانسری بند کرتا کہ مجھے کچھ سمجھ تو آئے کہ کرنا کیا ہے۔"
مصطفیٰ نے ایک نیکر شرٹ نکال کر ضارب کے ہاتھ میں تھمائی۔اس نے چونک کر پکڑی۔۔۔" تھینک یو یار مصطفیٰ۔۔۔یار تمہارا بھائی تمہارے جیسا سیانہ کیوں نہیں ہے۔۔؟؟
مصطفیٰ نے پیمپر پکڑاتے ہوئے ضارب کے سوال کو پرکھا اور بڑے مدبرانہ انداز میں بولا۔
"میں اپنی دادی پر گیا ہوں اسلیے سیانہ ہوں' جبکہ احد آپ پر گیا ہے۔۔ یہ میری نہیں دادو کی رائے ہے۔۔"
ضارب کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس مقام پر ہنسنا چاہیے تھا کہ نہیں۔ احد تیار ہوا یہ الگ بات کہ پیمپر الٹا لگا تھا۔ اس نے پہلے اماں کو اٹھا کر گاڑی میں بیٹھایا پھر احد کو لا کر انکی گود میں لٹا کر فیڈر منہ میں دیا تو اسکا باجا بند ہوا مصطفیٰ باپ کے ساتھ اگلی سیٹ پر براجمان ہوا تھا۔ہسپتال میں ڈاکٹر نے ایکسرے وغیرہ کے بعد وہی خبر سنائی جسکا دونوں ماں بیٹے کو ڈر تھا۔دائیں ہاتھ کی سکن اندر سے پھٹ گئی جبکہ اسی طرف کی ٹانگ گھٹنے کے نیچے سے ٹوٹ گئی تھی۔ہاتھ پر تو اسی وقت پلاسٹر چڑھا دیا گیا۔۔اور ٹانگ کا آپریشن کرنے کے لئے اماں کو داخل کر لیا گیا۔
اماں مسلسل رو رہی تھیں۔اوپر سے احد کی انکی گود میں جانے کی ضد' مصطفیٰ کا بھوک لگی بھوک لگی کا آلاپ'

اماں کی صحت 'اوران ساری باتوں نے مل کر اسکی مت ہی ماردی تھی۔

" "اماں آپ رونا تو بند کریں بچے بھی آپکو دیکھ کر پریشان ہورہے ہیں۔''

سفینہ نے اسکی پریشان صورت دیکھی تو اور زور سے رونا شروع کر دیا' ضارب اب کیا ہوگا؟!! ہمارا تو ایک دن بھی گزارا نہیں ہونا۔ میرے بچوں کا خیال کون کرے گا۔۔؟؟ تم سے تو ایک دودھ تک باہر گرائے بغیر نہیں ابالا جاتا اگلے چھ ماہ تک معذور ماں اور ان معصوم بچوں کو کیا سنبھالو گے۔

اس نے احد کو گود میں لیکر دائیں بائیں بہلاتے ہوئے اماں سے زیادہ خود کو تسلی دی۔۔۔

" کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا ابھی میں ان دونوں کو کہیں سے کھانا کھلوالاؤں آپکے لئے بھی کچھ لاتا ہوں 'اس کے بعد دیکھتے ہیں۔ ویسے میں سوچ رہا ہوں پھوپھو کو فون کر دوں وہ ان دونوں کو گھر پر رکھیں گی۔ اور میں یہاں آپ کے پاس رہ لونگا۔۔" سفینہ کے رکے ہوئے آنسو پھر نکل آئے۔۔

" فاطمہ بچاری نے ہمارا ٹھیکہ تو نہیں لیا ہوا نا۔ ہر اچھے برے وقت میں اسے ہی آواز دیتے ہیں۔۔ ایک دو دن کی بات ہو تو بچاری اپنا بال پریوار چھوڑ کر یہاں ہماری خدمت کرے یہ تو لمبا روگ لگ گیا ہے ضارب میرے بچوں کا کیا ہوگا۔ اور آج کل تو ویسے بھی فاطمہ کی بہو کے آخری دن چل رہے ہیں مجھے نہیں لگتا وہ ایک دن کے لئے بھی گھر سے نکل سکے گی۔۔"

انہوں نے ضارب کو کچھ جتاتی نظروں سے دیکھا۔۔ ماں کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر اسے غصہ ہی آگیا۔

" اماں ہر مسئلے کا فقط ایک ہی حل نہیں ہوتا۔ آپ پریشان نہ ہوں اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھیں۔۔ آرام کریں میں آتا ہوں۔۔۔۔ احد کو گود میں اٹھائے مصطفیٰ کی انگلی تھام کر وہ ہسپتال کے پرائیویٹ کمرے سے نکل آیا۔۔۔۔ پہلے ایک ریسٹورنٹ سے کھانا کھایا۔۔۔ کھایا بھی کیا--- زہر مار کیا کیونکہ احد پورے وقت میں روتا رہا۔۔ اسکو صرف اماں کی گود کی عادت تھی ضارب کے پاس تو وہ صرف چند لمحوں کی لاڈیاں کرنے آتا تھا وہ بھی جب ضارب کا موڈ ہوتا یا وقت۔۔۔ احد نے سارے وقت میں کھایا بھی کچھ نہیں تھا۔۔ بس نان سٹاپ روتا رہا۔ وہیں سے اماں کے لئے کھانا پیک کروا کر واپس ہسپتال کا رخ کیا۔

اماں کا تو دل ہی پھٹ گیا احد کی سوجی ہوئی سرخ آنکھیں دیکھ کر اسکی ہچکی بندھی ہوئی تھی۔۔

"ضارب کیا تم نے اسکا پیمپر بدلا ہے؟" ...

ضرب نے لاعلمی سے نفی میں سر ہلایا۔اماں کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لیں۔۔ فوراً بولیں

" "اسکو یہاں بیڈ پر لٹا کر اسکی نیپی کھولو جلدی کر۔" "

ضارب نے کھانے والا بیگ اور گاڑی کی چابی سائیڈ میز پر رکھتے ہوئے احد کو بیڈ پر ڈال کر اناڑی پن سے اسکی نیپی کھولی۔احد کی جلد بری طرح سے سرخ نظر آ رہی تھی۔

"ہائے میرے اللہ!!

" "ضارب تمہاری عقل نے کام نہیں کیا کہ صبح سے اسکی ایک دفعہ بھی نیپی نہیں بدلی۔ نیپی ریش نکل آئی ہے۔تبھی وہ بیچارہ رو رو کر ہلکان ہو رہا ہے۔۔"

ضارب نے خود کو دو تین گالیاں دیں پھر اماں سے بھی الجھ پڑا۔

"اماں مجھے کیا خواب آتا تھا۔؟" اور ابھی صبح ہی تو بدل کر گھر سے لایا تھا۔"

سفینہ نے تاسف سے سر ہلایا۔۔

"شاباش ہے بیٹا ابھی وقت پتا کیا ہوا ہے دن کے دو بج رہے ہیں۔۔۔اب جاؤ جا کر میڈیکل سٹور سے نیپی ریش کریم لیکر آؤ۔۔۔۔ احد کو بھی ساتھ ہی لے جاؤ یہاں بیڈ سے گر نہ جائے۔۔" "

اس نے خوفناک ہو کر اماں کو دیکھا اور بولا

!" "ایسے ننگے کو اٹھا کر لیجاؤں تا کہ اپنے ساتھ ساتھ یہ مجھے بھی گندا کر دے۔۔اس نے باہر سر نکال کر نرسوں کی جوڑی کو دیکھا جو کہ مزے سے بیٹھیں گپیں لگا رہی تھیں۔" "ایکسکیوزمی سسٹر۔۔!!

دو نرسیں کاریڈور میں موجود تھیں۔دونوں نے اسی وقت پلٹ کر دیکھا اب ضارب کو کیا معلوم بیچاریاں صبح سے اسکی نگاہ کی منتظر اسی کمرے کے گرد گھوم رہی تھیں۔

آخر پرائیویٹ ٹی وی چینل کے نیوز ڈیپارٹمنٹ میں ایک مشہور ٹاک شو کا پریزنٹر تھا۔اس پر اتنا ہینڈسم پھر ہو بھی سنگل اُف یعنی آل ان ون پیکیج۔وہ کوئی کافر ہی ہوتی جسے ضارب سیال یوں آواز مار کر متوجہ کرتا اور اگلی کی دھڑکنیں نہ اتھل پتھل ہوتیں۔

ابھی بھی ایک کو بلایا تو دو آئیں۔" "جی فرمائیں۔۔؟؟

ضارب نے ایک نظر دونوں نرسوں کو دیکھا جو یک زبان بولیں تھیں۔اس نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے مدعا بیان کیا۔

"پلیز اگر آپ لوگوں کو زحمت نہ ہو تو تھوڑی سی مدد کر دیں گی؟؟" ..

وہ تو دل و جان سے تیار تھیں۔شکل پر صاف لکھا بھی ہوا تھا۔"جی جی کیوں نہیں!! کیا آنٹی کو کسی چیز کی ضرورت ہے؟

اس نے پلٹ کر ایک نظر اماں پر ڈالی تو انکے چہرے پر پھیلی ناگواری دیکھ کر بمشکل ایک دفعہ پھر اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے کہا بولا

"اصل میں میرے بیٹے کو بھی ریش ہو گئی ہے اس کے لئے کریم لینے نیچے سٹور تک جانا ہے۔اگر آپ میں سے کوئی ایک یہاں اسکے پاس کھڑا ہو سکے میں جلد ہی واپس آجاؤں گا۔"

دونوں میں سے جو زیادہ ہوشیار تھی۔وہ فوراً بولی۔

"ارے یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں آپ رکیں ہمارے پاس کریم پڑی ہے میں لا دیتی ہوں وہی لگا دیں۔"

پھر ضارب کا جواب سنے بغیر ٹپ ٹپ کرتی جا کر کریم لے آئی۔ بلکہ احد کو لگا بھی دی۔یہی نہیں اسکا فیڈر بھی لیجا کر دھو کر دودھ سے بھر لائی۔ مصطفیٰ کو کلرنگ بکس اور کلر پنسلیں پکڑا گئی۔ضارب نے جتاتی نظروں سے اماں کو دیکھا (دیکھا پھر آپ کے بیٹے کی ویلیو..!!)

احد دودھ پی کر ادھر ہی سو گیا۔اس دوران ضارب کو اپنا فون دیکھنے کا وقت مل گیا تھا۔کئی مس کالیں اور کوئی پچاس میسیجز ان باکس کی زینت بنے ہوئے تھے۔

اتنا تو وقت نہیں تھا کہ باری باری سب میسج کھول کر پڑھتا اور پھر انہیں جواب بھی لکھتا۔اسلیے سیدھا اپنی پروڈیوسر کا نمبر ملا کر نئی پیدا ہو جانے والی صورتحال سے آگاہ کیا۔اور یہ بھی بتا دیا کہ آج اسکے شو میں کوئی اور اینکر بیٹھا دیا جائے یا شو ہی نہ کیا جائے۔

پروڈیوسر نے ساری بات سنی اور بولی۔

"" اگر تم نے چھ ماہ پہلے اپنی اماں کی بات مان لی ہوتی تو آج اس صورتحال کا شکار نہ ہوتے!! خیر دیر ابھی بھی نہیں ہوئی ہے۔ وہ کونسا کوئی غیر ہے اور ایم شیور اسکی بھی ابھی تک کہیں شادی نہیں ہوئی ہوگی اچھا موقع ہے اماں کی بات مان ہی لو۔۔۔ ""

اس نے درمیان میں ہی اسکی بات ٹوک دی۔ اور جھنجلاتے ہوئے بولا

"یار نام نہ لو اسکا......!!! اور دوسری بات تم ٹھیک کہہ رہی ہو دیر تو نہیں ہوئی میں ابھی ادھر ہسپتال میں کسی نرس کو ہی پرپوز کردوں ناں تو فوراً سے ہاں کردے گی۔ پر اپنی ماں کا کیا کروں یار۔۔؟؟ ان کو لوگوں پر اعتبار نہ کرنے کی بیماری ہے۔!!

"" ابھی نرس نے صرف احد کی نیپی بدل کر اسکو فیڈر ہی بنا کر دیا ہے۔ اور اماں نے پہلے دودھ خود چکھا ہے پھر اپنے بچے کو پلایا ہے اور مسلسل بڑبڑا رہی تھیں کہ میں ایک انتہائی ناکارہ باپ ہوں ایویں کسی اجنبی کو کام کہہ رہا ہوں۔ اور نہ جانے اس نرس نے ہاتھ بھی دھوئے کہ نہیں۔۔ دودھ صحیح ابلا ہوا بھی تھا کے نہیں .... ان سب سوالوں اور خدشات کی انکے پاس لمبی فہرست ہے۔۔ تم اندازہ نہیں کرسکتیں وہ کس قدر شکی ہیں۔ پر یار اس وقت میں واقعی پریشان ہوگیا ہوں اگر یہ حال رہا تو اگلے چھ ماہ تک ہمارا کیا بننے والا ہے۔ مصطفٰی تو شہزادہ ہے پر یہ احد بڑی ٹیڑھی کھیر ہے جسکو بس اماں ہی سنبھال سکتی ہیں۔۔۔۔

شمائلہ بولی" "میرا مشورہ مانوں تو کوئی آیا ڈھونڈھ لو......".

وہ اکتایا ہوا بولا "فوراً سے کس جادو کی چھڑی کو مار کر آیا برآمد کروں۔۔؟؟ اور اماں ایسا ہونے دیں گی اگر ان کو بھی منا لوں تو بھی احد کے بچے نے مسئلہ حل ہونے نہیں دینا۔۔۔۔

شمائلہ نے قہقہہ لگانے کے بعد اسکو وارن بھی کردیا۔

"ضارب سیال تمہاری باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے آج نہ تو اپنا فون کھولا ہے نہ ٹی وی۔ ملک کی دوسری بڑی سیاسی پارٹی نے اسلام آباد میں صبح سے دھرنا دیا ہوا ہے۔ اور اس وقت ہر چھوٹے بڑے چینل پر اسکی کوریج چل رہی ہے۔ یہ سلسلہ کب تک چلتا ہے ہمیں کوئی علم نہیں مگر یہ کان کھول کر سن لو آج رات تم اپنے شو میں اسی حوالے سے بات کروگے۔ اپنے نجی مسائل کو حل کرکے آؤ اور کسی بھی طرح پورے نو بجے تمہارا شو آن

لائن جانا چاہیے۔۔۔تم سن رہے ہو۔۔۔؟؟

ہمارے چینل کی ریٹنگ میں تمہارے شو کی ویلیو سب سے زیادہ ہے۔اور آج تو لوگ خاص طور پر تمہارے شو کے منتظر ہونگے۔۔اپنا ہوم ورک کر کے ساتھ لانا پورے نو بجے۔۔""ساتھ ہی اس نے کال بند کی تو ضارب اپنا سر تھام کر رہ گیا۔کمرے میں آ کر اماں کو ساری بات بتائی

""میں تو اپنی کہہ کہہ کر تھک گئی ضارب پر تم پر کوئی اثر نہ ہوا اب بھگتو۔""

ضارب نے اماں کو شکوہ کناں نظروں سے دیکھا اور بولا۔

""اماں اگر آپ کی سوئی ایک ہی نام پر نہ اٹکی ہوتی ناں تو میں کب کا اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال چکا ہوتا۔ضروری تو نہیں ہے نہ کہ جسکا نام پھوپھو نے ایک دفعہ آپکے سامنے لے دیا اسی سے ہی اب شادی ہو۔میرے اردگرد کوئی ہزار لڑکیاں ہیں ان میں سے کوئی آپکی ناک کو بھاتی نہیں اور جاہل عام سی عورت کو سر پہ سوار کر کے ایویں کی ضد لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔""

اماں کو ہمیشہ سے اسکی اس بت پر اعتراض رہتا ابھی بھی فوراً بولیں تھیں۔

""میں نے کوئی ضد نہیں لگائی ہوئی فرق بس یہ ہے کہ جن لڑکیوں کو تم گنوار ہے ہو انکو میں تو کیا تم خود بھی جانتے ہو کہ وہ تمہارے گھر کا سرکل نہیں سنبھال سکیں گی اور جسکی میں بات کرتی ہوں وہ میری دیکھی اور آزمائی ہوئی ہے۔""

ضارب ہاتھ سے مکھی اڑاتے ہوئے ناگواری سے بولا۔""خاک آزمائی ہوئی ہے۔صرف اتنا جانتی ہیں نہ کہ وہ پھوپھو کے مرحوم جیٹھ کی طلاق یافتہ بیٹی ہے جسکو اسکا سگا بھائی بھی اپنے گھر سے نکال چکا ہے۔""

اماں نے غصے سے ضارب کو بری طرح گھورا۔

""بس ضارب تو نے شادی نہیں کرنی نہ کر مگر اس نیک بخت کے بارے میں ایسی گھٹیا زبان استعمال نہ کر۔اور جا آج سے تجھے میری طرف سے پوری اجازت ہے جہاں جی چاہے جس سے جی چاہے شادی کر لینا۔جیسے ایک دفعہ پہلے کر چکے ہو۔تب بھی ماں کے کہے کی کوئی اہمیت نہ تھی۔اور آج بھی وہی عالم ہے۔مگر میں آج کے بعد تم سے اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کروں گی،،

وہ سخت جھنجلاہٹ کا شکار ہوا۔۔۔،، یہ اچھی مصیبت ہے۔آپ فارحہ کو بیچ میں کیوں لاتی ہیں۔۔۔؟؟ آپ اچھی طرح جانتی ہیں مجھے اعتراض اسکے آپ کی پسند ہونے پر نہیں ہے اماں بلکے جیسی وہ ہے ویسا ہونے پر اعتراض ہے۔۔ایسی کولہو کے بیل جیسی عورتیں مجھے پسند نہیں ہیں۔۔۔اگر سچ بولوں تو آپ یوں بیگانوں سا رویہ اختیار کرلیتی ہیں۔ چلیں آج میں آپکے من کی مراد پوری کر ہی دیتا ہوں۔۔۔۔مگر جب اس عورت نے اپکی امیدوں پر پانی پھیرا تو مجھے کوئی الزام مت دیجیے گا۔۔،،

بہت دفعہ یہ بحث ہو چکی تھی اور آج تو وہ اس مقام پر کھڑا تھا کہ اور کوئی آپشن ہی نہ تھا۔آگے پہاڑ پیچھے کھائی۔اس وقت دن کے چار بج چکے تھے۔۔وہ ایک دفعہ پھر نرس کے پاس گیا اور اگلے دو تین گھنٹوں تک اماں کے ساتھ ساتھ دونوں بچوں کا خیال کرنے کا بول کر وہاں سے نکلتا چلا گیا.

گاڑی شیخوپورہ کی جانب ڈال کر اس نے پھوپھی کو فون کر کے مختصر سا سارے حالات کا نقشہ کھینچنے کے بعد اپنا فیصلہ بھی سنا دیا۔۔۔

☆......☆......☆

فون سننے کے بعد فاطمہ نے فوراً سے اپنی بہو کو بول کر اپنے میاں اور بیٹے کو فون کروا دیا کہ جلدی گھر آئیں۔۔اپنی بھاوج کی تکلیف کا سن کر دکھ تو آیا ہی تھا مگر ضارب کے فیصلے نے دل پر پڑا بہت بڑا بوجھ ختم کر دیا.انہوں نے کام والی کو بلا کر مٹھائی اور گوشت وغیرہ لینے بھیجا چھوٹی بیٹی نے آکر سارا ماجرہ پوچھا.

آپ کو بیٹھے بیٹھے کیا ہو گیا ہے کیوں سب کی دوڑیں لگوا رہی ہیں۔۔؟؟،،

فاطمہ کا چہرہ چمک رہا تھا۔بڑے مان سے بولیں۔،،میرا ضارب آ رہا ہے۔۔،،

عمارہ نے تعجب سے ماں کی خوشی کو دیکھا پھر پوچھا۔

،،وہ تو ٹھیک ہے مگر آپ انکی آمد پر آج سے پہلے تو اتنی زیادہ خوش نہیں ہوئی ہیں،،

فاطمہ نے بیٹی کو مصنوعی ناراضگی سے گھورا۔،،میں تو ہمیشہ اسکے آنے پر یونہی خوش ہوتی ہوں۔البتہ آج میں واقعی زیادہ خوش ہوں۔کیونکہ آج میری عافیہ کا نکاح ہے۔۔،،

عمارہ کے ساتھ ساتھ برآمدے میں بیٹھ کر سبزی بناتی عافیہ بھی اپنا نام سن کر اچھل پڑی ہاتھ میں پکڑی تیز

دھار چھری سیدھی انگوٹھے میں گھسی ہی نکل گئی۔

اندر عمارہ اب فاطمہ کا سر کھا رہی تھی۔۔،، تو کیا ضارب بھائی مان گئے۔؟؟

فاطمہ نے الماری سے چادر نکال کر اوڑھتے ہوئے بیٹی کے سوال کا جواب دیا۔

،، اپنی مرضی سے ہی آ رہا ہے۔۔اب تم میری بات سنو میں عافیہ کو لیکر بیوٹی پارلر جا رہی ہوں جتنی دیر وہ اسکی فیشل وغیرہ کریں گی میں مارکیٹ سے اسکے لئے جوڑا جوتی اور کوئی چوڑیاں وغیرہ لے آونگی۔عمارہ تم جاو اور ساری برادری والوں کو پیغام دے آو کہ ڈیڑھ گھنٹے بعد عافیہ کا نکاح ضارب سے یہاں ہمارے گھر میں ہوگا سب آئیں۔مگر اسکے بھائی بھابھی کو مت بلانا اور شا تمہارے ابو آتے ہیں تو انکو کہنا مولوی کا انتظام کر دیں ضارب کو فوراً واپسی کے لئے نکلنا ہوگا بھابی ہسپتال میں ہیں اور بچے بھی وہ کسی کے پاس چھوڑ کر آ رہا ہے۔۔۔ اور ہاں میرے کپڑے تیار کر دینا میں بھی ان دونوں کے ساتھ ہی جاوٗ ں گی۔سفینہ کی طبیعت پوچھ کر صبح ہی واپس آ جاونگی۔۔۔کمن نائی کو میں نے بلایا ہے آتی ہے تو اسکو کہنا اچھا اور سادہ سا کھانا اگلے دو گھنٹوں میں تیار ملنا چاہئے۔۔،،

سب کو کام پر لگا کر وہ خود عافیہ کے پاس آئیں جو کچن کے نل کے نیچے ہاتھ رکھے پانی کی دھار کو ڈبڈبائی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔۔فاطمہ نے جاتے ہی اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لگا لیا تو وہ خود پر قابو نہ رکھ پائی۔فاطمہ کے کندھے پر سر رکھ پھوٹ کر رو دی۔۔

،، چچی یہ ظلم نہ کریں اگر میں یہاں کسی کے لئے تکلیف کا باعث ہوں تو میں چلی جاونگی مگر پلیز میں یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی۔۔،،

فاطمہ نے اسکے لبوں پر انگلی رکھ دی۔اور شفقت سے بولیں۔۔

،، دیکھ ہاں جھلی نہ ہووے تے بھلا بیٹیاں بھی کوئی بوجھ ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی ساری عمر تو ماں باپ کے ساتھ نہیں رہ سکتی ہیں ایک دن اپنے گھر جانا ہی ہوتا ہے تمہیں تو اللہ نے دو معصوم جانوں کی پرورش کے لئے چنا ہے۔،،

اس نے تلخی سے مسکراتے ہوئے اپنے آنسو پونچھ ڈالے۔اور بولی ،، چچی بارش کے پانی میں کاغذ کی

کشتیاں زیادہ دیر تک نہیں تیرتیں بارش رک جائے تو سوکھ جاتی ہیں اور زیادہ آجائے تو ڈوب جاتی ہیں۔۔۔میں چھ سال تک ایک مرد سے وابستہ رہی ہوں اور اس نے مجھ پر بانجھ ہونے کا ٹھپہ لگا کر مجھے گھر سے نکالا تھا۔۔۔۔اگر اللہ نے مجھے ہی چننا ہوتا تو میری کوکھ ویران نہ رکھتا۔۔ابھی تو بس لگتا ہے کہ آپ کے گھر سے میرا دانہ پانی اٹھ گیا ہے۔،،

فاطمہ نے اسکے صبیح چہرے پر چمکتی نمی کو صاف کر دیا اور بولیں۔۔

,,چلو اب میرے ساتھ مزید کوئی مایوسی کی بات نہیں کرنی ویسے بھی وقت بہت کم ہے۔،،

اس دفعہ اس نے کچھ نہ کہا چپ چاپ انکے ساتھ چل پڑی۔

جب تک ضارب وہاں پہنچا سارے انتظام مکمل تھے۔وہ اپنے ساتھ مٹھائی کے چار ٹوکرے اور فروٹ وغیرہ لیکر آیا تھا۔رسموں رواجوں سے اچھی طرح واقف تھا۔آتے ہی نکاح پڑھا گیا سب نے روٹی کھائی اور ضارب نے چند لقمے لئے تھے کیونکہ سارا دھیان ہسپتال میں پڑی ماں اور ایک بالکل اجنبی عورت کے پاس چھوڑے بچوں کی جانب تھا۔واپسی پر عافیہ اور فاطمہ دونوں ساتھ تھیں۔۔پھوپھو کے ساتھ تو سارا رستہ کوئی نہ کوئی بات کرتا آیا تھا مگر پچھلی سیٹ پر بیٹھا وجود بالکل ساکت تھا۔۔۔۔۔



وہ ان لوگوں میں سے تھی جو ہوتے ہی ٹھنڈے میٹھے سے ہیں۔جن کی زندگی میں کوئی خواہشات کے ان دیکھے انبار نہیں ہوتے۔نہ ہی چاند دیکھ آنے کے خواب۔کلاس میں آگے بیٹھنے کی بجائے پیچھے چھپ کر بیٹھتے ہیں کہ کہیں آگے بیٹھ کر پیچھے ہونے والی سرگوشیاں اور لطیفے سننے سے محروم نہ رہ جائیں اور دوسرا یہ بھی کہ دوسری کلاس کے ساتھ ساتھ ٹیچر کیا سوچے گی کتنی بے شرم لڑکی ہے یوں اتنوں کا حق مار کر آگے ٹکی ہوئی ہے۔

ساری دوستوں میں اسے ہمیشہ وہ حیثیت حاصل رہی تھی جو کہ اندھوں میں ایک کانے کی ہوتی۔کسی نے تعریف کر دی کہ ,,عافیہ تمہاری انگلش کی ہینڈ رائٹنگ کتنی پیاری ہے ذرا میرا کام بھی لکھ دوناں،،۔بس جی پھر کیا تھا عافیہ جی نے اپنا سارا دن مار کر بس دوستوں کا ہوم ورک ہی لکھا اور جب اپنی باری آئی تب تک تھکاوٹ اتنی ہو گئی تھی کہ صبح سکول میں ڈنڈے ہی کھا لیے۔۔

اسی طرح کے بیش بہا واقعات سے اسکی سکول دور کی ہسٹری بھری پڑی تھی مگر پورے بچپن اسکے بعد لڑک پن کے دوران کہیں ڈھونڈنے سے بھی خودغرضی کا کوئی واقع نہ ملتا تھا۔ گھر میں اسکے علاوہ دو بھائی تھے ایک اس سے تین سال چھوٹا اور ایک چار سال بڑا تھا۔اور دونوں بھائیوں کا اس پر رعب تھا۔گھر سے باہر بس ضروری کام سے جانے کی اجازت تھی اور وہ بھی امی ابو یا بھائیوں کے ساتھ اکیلے تو ہمسایوں تک گھر نہ جاتی۔

امی اس سے اتنے گھر کے کام نہیں کرواتی تھیں مگر بھائی سکون سے بیٹھنے نہ دیتے کبھی فرمائش کر کے چائینز اور نہ جانے کیا کیا بنواتے اپنے جوتے پالش کرواتے کپڑے استری کرواتے اور وہ مرتا کیا نہ کرتا کی تصویر بنی سبھی کام کر دیتی اسی لئے امی نے کبھی اسکو کام کے معاملے میں زیادہ دباؤ نہیں دیا تھا ہاں وقت کے ساتھ ساتھ سیکھاتی اسکو سب رہی تھیں۔

وہ فرسٹ ائیر میں تھی جب امی ابو نے بھائی کی شادی کر دی وہ یقیناً بہت خوش تھی اور امی ابو کی طرح وہ بھی نئی بھابھی کے لاڈ اٹھاتی نہیں تھکتی تھی۔۔ابو کی شہر مین مارکیٹ میں کپڑوں کی دکان تھی جو کہ اللہ کے فضل سے خوب چلتی۔اس لئے کبھی مالی مشکلات کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اور ویسے بھی چھوٹی سی میانہ روی سے چلنے والی فیملی تھی۔۔زندگی میں پہلی آزمائش تب آئی جب کسی رشتے دار کی شادی سے واپسی پر امی ابو جس بس میں سوار تھے وہ حادثے کا شکار ہو گئی ٹوٹل چھ جانوں کا ضیاع ہوا جن میں سے دو لوگ عافیہ کی امی اور ابو تھے۔۔

یہ دو پیاری ہستیاں کیا چھوڑ کر گئیں زندگی سے خوشیاں ہی روٹھ گئیں۔۔

بھابھی نے جلدی جلدی میں بھائی کو راضی کر کے عافیہ کی شادی اپنے چھوٹے بھائی سے کروائی جس کی تعریفیں وہ دن رات کرتے نہیں تھکتی تھیں۔

اُس نے پہلے ہی دن حوالات کی سیر کروادی کیونکہ پولیس دولہے کو ڈکیتی کے جرم میں گرفتار کرنے آئی دولہا نہ ملا تو اس تک پہنچنے کے لئے اس کے ماں باپ کے ساتھ ساتھ بیوی کو بھی پکڑ کر لے گئی۔۔

دوسرے دن اسکی ضمانت کروانے والے اسکے چچا تھے۔شوہر پولیس کسٹڈی میں گیا تو گیارہ ماہ کی جیل کاٹنے کے بعد ہی باہر آیا۔یہ تمام عرصہ اس نے اپنے سسرال کو پالتے گزارا اور خرچ اٹھانے والا اسکا اپنا ماں جایا تھا۔جو بیوی کے پیار میں یا پھر دنیاداری میں اتنا اندھا ہو چکا تھا۔کہ اسکو اپنے بہن بھائی کے خاموش آنسو نظر

ہی نہ آتے۔

عافیہ کا تو گریجویشن بھی مکمل نہ ہوا تھا اور چھوٹا بھائی ابھی ایف اے میں ہی آیا کہ بڑے بھائی نے فیصلہ سنا دیا کہ مزید فیسوں کے خرچے برداشت نہیں کر سکتا۔لہذا کسی کام سے لگو۔مگر اپنے ساتھ باپ کے شروع کئے ہوئے کاروبار میں بھی شامل کرنے سے انکار کر دیا۔جو کسر رہ گئی تھی وہ بھابھی نے پوری کر دی نہ وہ کامران کے کپڑے اسکو دھو کر دیتی نہ کھانا اپنے میاں اور بچوں کے ساتھ اسکو دیتی۔۔

وہ اتنا دونوں میاں بیوی کے رویے سے عاجز آیا کہ بھائی کی الماری سے رقم چوری کر کے ایک ایجنٹ کے ذریعے ملک سے باہر چلا گیا۔

بڑے بھائی نے اس چیز کا بدلہ بھی عافیہ سے مزید بے رخی برت کر لیا۔کہ اسکا حال احوال ہی پوچھنا چھوڑ دیا۔بھابھی ہر تہوار اور سیزن پر شوہر سے عافیہ کو دینے کے لئے رقم نکلواتی مگر آج تک وہ رقم عافیہ کے نصیب میں نہ ہوئی۔کئی گرمیاں ایسی بھی گئیں جب سارے گھر والے عمدہ کاٹن کے جوڑے پہن کر ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں آرام کرتے اور وہ موٹا کھدر پہنے کچن میں کھانے بنا رہی ہوتی۔۔۔عدیل جو کہ اسکا شوہر کم ایک ڈکیٹ زیادہ تھا اس کا ایک ہی شوق تھا۔کوئی چھوٹا موٹا ہاتھ مارتا کھل کر عیاشی کرتا پکڑا جاتا۔تو سزا کاٹ کر واپسی پر دوبارہ سے دھندہ شروع اسکا بس یہی جنون تھا۔

محنت کے نام سے بھی نفرت کبھی جب دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر عافیہ سمجھانے کی غلطی کر دیتی جو کہ اس نے اپنی سات سالہ ازدواجی زندگی میں صرف تین بار کی تھی۔۔بدلے میں وہ مکے گھونسے اور لاتیں گالیاں کھائیں کہ چور بھی توبہ کر جائے۔

ساری کہانی وہاں آکر ختم ہوگئی جہاں عدیل نے ایک امیر زادی سے رابطہ استوار کر لیا۔بات شادی کرنے تک آگئی عدیل نے ماں کے مشورے پر عافیہ کو ہمیشہ کے لئے فارغ کر دیا کیونکہ نئی ہونے والی بہو کے گھر والوں کو شک ہو گیا تھا کہ عافیہ کا عدیل سے کیا رشتہ ہے۔بہت کہا کہ نوکرانی ہے مگر پھر عافیہ کو منظر سے ہمیشہ کے لئے ہٹانے میں ہی عافیت جانی۔۔اور الزام یہ لگا دیا کہ اتنے سال شادی کو ہو گئے مگر عافیہ اولاد پیدا نہ کر سکی اور نہ کر سکتی ہے۔اسلیے دوسری شادی کرنا ہر مرد کی طرح عدیل کا بھی بنیادی حق ہے۔

سات سالوں کی مشقت محنت مزدوری کے بعد کوئی اپنے گھر کو آئے ناں تو کم از کم جیبیں بھری ہوئی ہوتی ہیں مگر عافیہ کا دل، دامن، گود، سب خالی تھا۔

زندگی کے اس موڑ پر اسکو سمجھ ہی نہ آیا کہ خوشی کا اظہار کرنا چاہئے یا کہ رونا چاہیے۔۔ آگے بھائی کے گھر میں بھائی کی اپنی حیثیت شائد دو کوڑی کی بھی نہ تھی تو وہ بہن کو کیا کرتا۔۔؟

بھابھی کو جب اپنی ماں اور بھائی پر غصہ آتا جنہوں نے عافیہ کو دوبارہ سے لا اسکے سر پر سوار کیا تھا تو وہ غصہ بھی وہ عافیہ پر ہی نکالتی۔ جو تین نوکرانیاں رکھی ہوئیں تھیں جن میں سے ایک ہفتے میں دو دفعہ کپڑے دھو کر استری کرتی ایک ہر روز دو دفعہ آ کر برتن دھوتی اور تیسری صفائی والی تینوں کی چھٹی کروا دی اور ہر کام کا چارج عافیہ کے سر آ گیا۔ گلی محلے یا برادری میں کسی کے گھر بھائی یا بھابھی کا آنا جانا نہیں تھا۔۔اور سچی بات تو یہ کہ بھابھی کی زبان نے ہی لوگوں کو انکی زندگیوں سے دور کر دیا ہوا تھا۔ اس دن وہ واشنگ مشین میں گرم پانی ڈالنے لگی تھی جب ہاتھ پھسلنے سے سارا پانی اسکے ہاتھ پر گر گیا۔ جان ہی نکل گئی تھی۔ زخم زیادہ پھیل گیا کوئی کام نہ کیا جاتا تو بھابھی بادل نخواستہ اسکو ڈاکٹر کے پاس لے گئیں۔

ادھر فاطمہ سے ملاقات ہو گئی جو کہ عافیہ کا ہاتھ دیکھ کر حیران پریشان رہ گئیں۔

بھابھی کو دو چار سنا دیں کہ مفت کی نوکرانی ملی ہوئی ہے پہلے اپنے میکے کی خدمتیں کرواتی رہی ہو۔ اب خود کسر پوری کر رہی ہو ایک دفعہ ہی اسکا گلا گھونٹ کر کام کیوں نہیں کر دیتیں،،

اب کون پیدا ہوا تھا جو بھابھی کو آئینہ دیکھانے کی جرات کر سکتا تھا۔ اس نیو ہاں بھی فاطمہ چچی کو کھری سنانے کی کوشش کی اور جب وہ اسکو زیادہ بولنے کا موقع دیئے بغیر وہاں سے چلی گئیں۔ تو گھر آ کر سارا غصہ عافیہ پر نکالا۔ شوہر کے آنے پر مزید ڈرامہ کر کے سارا محلّہ اکٹھا کر لیا کہ اب اس گھر میں یا تو عافیہ رہے گی یا میں۔ فاطمہ کے کانوں تک آواز پڑی تو انہوں نے اسی وقت جا کر عافیہ کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے آئیں ایک دن گذرا دو دن عافیہ کو یقین تھا بھائی اسکو ایسے چچا کے گھر نہیں رہنے دے گا۔

مگر اسکا یقین بوگس ثابت ہوا دو دن دو ہفتوں میں بدلے اور ہفتے سال میں تبدیل ہو گئے بھائی کو اسکی خبر لینے آنا تھا نہ ہی وہ آیا۔۔

دوسرا نہ جانے کس دیس کو منہ کر گیا ہوا تھا کہ کبھی ایک خط یا فون تک نہ کیا۔

☆......☆......☆

وہ شیخوپورہ سے واپسی پر سیدھا ہسپتال آیا تھا۔ابھی کوریڈور میں ہی تھے جب احد کے رونے کی آواز کانوں میں پڑ گئی۔ کمرے کا دروازہ کھول کر سب سے پہلے وہ خود اندر داخل ہوا۔احد اماں کی گود میں تھا اور دونوں دادی پوتا ہی مقابلے میں رونے کے پریکٹس کر رہے تھے۔فرق صرف اتنا تھا کہ احد کا والیم انتہائی اونچا جبکہ اسکے برعکس امی بے آواز آنسو بہا رہی تھیں۔

ضارب پر نظر پڑتے ہی وہ برس پڑیں۔۔

شاباش ہے بیٹا میں بے بس ولاچار یہاں اس موئے بیڈ پر پڑی ہوئی ہوں۔اور تم دوپہر سے یوں غائب۔۔۔" " کمرے میں داخل ہوتیں فاطمہ اور انکے پیچھے عافیہ کو دیکھ کر سفینہ کو اپنی بات بھول گئی۔ضارب انکی گود میں سے احد کو اٹھا چکا تھا۔

وہ دونوں کے ساتھ بڑے والہانہ انداز میں ملیں۔پھر جب فاطمہ نے ضارب کی کال سے لیکر رخصتی تک کی ساری کہانی سنائی تو سفینہ کے چہرے پر سکون کی لہر دوڑ گئی۔

عافیہ کو ساتھ لگا کر ڈھیر سا پیار کیا ساتھ ہی اپنے بیگ میں سے جتنی رقم رکھی تھی نکال کر ساری اسکی ہتھیلی پر رکھ دی۔" " سدا سہاگن رہو اللہ بچی خوشیوں سے نوازے۔۔" "

ضارب جو کہ اس ساری کاروائی سے بور ہو رہا تھا موضوع بدلتے ہوئے پوچھا۔۔

" اماں جس نرس کو میں احد کے پاس چھوڑ کر گیا تھا وہ کہاں گئی۔۔۔؟"

فاطمہ نے ناک چڑھا کر مکھی اڑھائی۔۔

"" تمہارے جاتے ہی میں نے اسکو دفع کر دیا کمبخت کو شائد فلو تھا مسلسل ناک ہی پونچھے جا رہی تھی۔۔میں نے اپنے بچے کو بیمار نہیں کروانے تھے۔۔""

سفینہ کی بات پر اگر اس نے ضبط کیا تو فاطمہ نے بھی حد ہی کر دی فوراً بولیں۔۔

"" چلو اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں عافیہ آ گئی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔""

ضارب نے آنکھیں گھمائیں۔۔

""""ویسے آپ دونوں خواتین حد ہی کرتی ہیں۔۔۔۔۔آپ کی عافیہ کے پاس آئی ہوپ کہ کوئی جادو کی چھڑی ہو جس کیساتھ آنکھ جھپکتے ہی سب کچھ بدل دے گی۔۔""""

اسکے طنز کو سفینہ اور فاطمہ نے تو گھوری سے نوزا جبکہ جس کے حوالے سے کہا گیا تھا۔وہ سر جھکا کر بیٹھی فرش کا ڈیزائن جانچ رہی تھی۔چہرے پہ کوئی ایسا تاثر نہ تھا۔جو یہ ظاہر کرتا کہ اس نے ضارب کی بات سنی بھی تھی کہ نہیں پر دل میں وہ جو سوال نکاح کے وقت سے ہی سر اٹھا رہے تھے کہ آیا وہ اس نکاح کے لئے مانا کیسے کیونکہ اس بات کا تو اسے علم تھا کہ جب احد کی پیدائش کے وقت فارحہ کی وفات ہوگئی تھی۔۔اسکے بعد سے دونوں بچوں کو سفینہ نے ہی سنبھالا تھا۔۔اور وقتاً فوقتاً یہ بات بھی کانوں میں پڑتی رہی تھی کہ فاطمہ اور سفینہ نے ضارب کو عافیہ سے شادی کرنے کا بولا تھا۔کیونکہ سفینہ کی جب کچھ ماہ پہلے شوگر شوٹ کر جانے کی وجہ سے کئی دن بیمار رہیں۔تو ہر دفعہ فاطمہ ہی ریسکیو کو آتی تھیں۔

ضارب پر شادی کا دباؤ بھی ڈالا جاتا۔اسکو شادی کرنے سے انکار نہیں تھا۔بس جس کے ساتھ ماں اور پھوپھی کروانا چاہتی تھیں اسکے ساتھ کروانے سے انکار تھا۔

مگر ابھی سفینہ کی حالت اور ساری سچویشن دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی۔کہ وہ کیوں ہار گیا تھا۔

"""ماں کی خواہش پر عمل اس نے دل سے نہیں بلکہ مجبوری میں کیا تھا۔۔۔"""

فاطمہ کی آواز پر وہ چونکی۔۔۔

"""ضارب احد عافیہ کو پکڑاؤ اور جاؤ جا کر گاڑی میں رکھا کھانا اور مٹھائی نکال لاؤ۔۔۔۔""""

خود وہ مصطفیٰ کو اٹھانے لگیں جو دادی کے بیڈ پر ہی سو رہا تھا۔

""""آپ نے مجھے نیچے ہی بتانا تھا ناں کہ ان بیگز میں کھانا ہے اب میں پھر اتنی دور پارکنگ لاٹ تک جاؤں پھر واپس آؤں۔آدھا گھنٹہ تو ادھر ہی برباد ہوگا۔ابھی مجھے آفس کے لئے بھی نکلنا ہے،اور اماں چھٹی کرنے کا مشورہ بھی مت دیجیے گا۔آج کے دن چھٹی کا مطلب نوکری کو ٹاٹا بائے بائے بولنا ہے۔۔"""""

اماں کو کچھ کہنے کے پر تولتے دیکھ کر اس نے پہلے ہی انہیں چپ کروا دیا۔انہوں نے ماتھے پہ ہاتھ رکھا اور

بولیں۔" بھلا تم سے کوئی جیت سکتا ہے؟؟۔۔""

اس نے احد کو پھوپھو کی گود میں ڈالا۔سفینہ نے ہدایت دی۔۔

""ضارب ایسا کرو عافیہ اور بچوں کو گھر چھوڑ آؤ ادھر احد بیمار ہی نہ پڑ جائے۔اور ہاں واپسی پر دوسرہانے اور چادریں لے آنا۔عافیہ بیٹی معاف کرنا تمہارا روایتی استقبال نہیں کر پائی ہوں پر تم دل پر مت لینا ایک دفعہ گھر آجاؤں۔۔۔""

ضارب نے سوئے ہوئے مصطفیٰ کو گود میں اٹھاتے ہوئے اماں کو درمیان میں ہی ٹوک دیا۔۔

""اماں بقول آپکے اور بھتیجی کے محترمہ عافیہ کافی سمجھدار خاتون ہیں۔تو پھر آپکو صفائی پیش کرنے کی ضرورت ہونی تو نہیں چاہیئے۔حقیقت تو یہاں اندھے کو بھی نظر آرہی ہے۔اور عافیہ بی بی تم احد کو اٹھا کر چلو میرے ساتھ میں تمہیں اماں کی راجدھانی میں چھوڑ کر آوں۔۔""

عافیہ تو تھی ہی اک عرصے سے حکم کی غلام اسی طرح فوراً اٹھی احد کو سینے سے لگایا اسکا فیڈر وغیرہ تھام کر سفینہ کو اجازت طلب نظروں سے دیکھا جو کہ ضارب کی زبان سے شرمندگی محسوس کر رہی تھیں۔۔

""جاو بیٹی اپنے گھر جا رہی ہو،گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔""

ضارب دروازے کے باہر اسکے انتظار میں کھڑا تھا۔جیسے ہی عافیہ بھی باہر آئی اس نے قدم آگے بڑھا دیئے۔۔مگر جب تک وہ سیڑھیوں کے قریب آئی وہ آدھی سیڑھیاں اتر چکا تھا۔ایک تو ریشمی دوپٹہ جو سر پر بالکل بھی ٹکنے سے انکاری تھا۔اوپر سے ہیل والا جوتا جو کہ فاطمہ چچی کی پسند تھا۔پھر احد جو کہ اپنی گول گول موٹی موٹی آنکھیں کھول کر اشتیاق سے ادھر ادھر سر گھما کر دیکھنے میں مصروف تھا۔

جیسے تیسے وہ بیرونی دروازے سے باہر آئی ضارب اور مصطفیٰ کہیں بھی نظر نہ آئے۔

وہ داخلی سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آئی تب ہی جانی پہچانی گاڑی قریب رکی،ڈرائیونگ سیٹ پر ضارب اور اسکے ساتھ والی سیٹ پر آنکھیں مسلتا ہوا مصطفیٰ۔

ضارب نے نیچے اتر کر احد کو تھام کر عافیہ کے لئے پچھلا دروازہ کھولا۔جب وہ بیٹھ گئی۔تو احد کو دوبارہ اسکی گود میں دے دیا۔

خود آ کر دوبارہ سے اپنی سیٹ سنبھال کر گاڑی گھر کی جانب ڈال دی۔ احد نے اپنا پسندیدہ مشغلہ شروع کیا تو مصطفیٰ کی ساری توجہ احد کو اٹھا کر بیٹھی ہستی کی جانب گئی۔۔اپنی سیٹ پر کھڑا ہو کر پیچھے دیکھنے لگا۔تھوڑی دیر تک اندھیرے میں خاموشی سے جائزہ لینے کی کوشش میں مصروف رہا۔عافیہ کندھے سے لگا کر احد کو باہر نظر آنے والی روشنیوں کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔اور سارے عمل میں زبان سے کچھ بولنے کو تیار نہ تھی۔اچانک ضارب کی آواز بلند ہوئی۔۔

""""حد ہے ویسے یار احد کبھی تھکتے نہیں ہو اپنے ریاض سے؟؟ بیٹا ٹو ایک بات کان کھول کر سن لے میرا تجھے سنگر بنانے کا کوئی ارادہ نہیں اسلیے اپنی انرجی کسی اور کام میں صرف کرو۔۔""""

کہتے ہوئے اس نے گاڑی کی اندرونی روشنی جلا دی۔اب احد منہ میں انگلی ڈالے حیرت سے باپ کو دیکھتا۔کبھی زور زور سے ہنستے مصطفیٰ کو۔ مصطفیٰ براہ راست باپ سے مخاطب ہوا۔

""""پاپا کیا یہ نرس آنٹی ہمارے ساتھ ہمارے گھر جا رہی ہیں۔۔؟؟""""

سامنے روڈ سے نظر ہٹا کر ضارب نے اِک پل کو بیٹے پر نظر ڈالی۔

""""ہاں یار اب یہ ہمارے ساتھ ہی رہیں گی۔""""

مصطفیٰ کی آنکھوں میں تجسس جاگا۔

"" مگر یہ ہمارے ساتھ کیوں رہیں گی انکا اپنا گھر نہیں ہے کیا؟؟""""

ضارب نے بیٹے کی تفتیشی فطرت پر مشکل سے ہنسی روکی۔

""""بس یار بیچاری اکیلی ہے۔نہ کوئی گھر بار نہ کوئی اپنا اسلیے دادو نے اسکو گود لے لیا ہے۔""""

مصطفیٰ نے ہمدرد اور نرم نظروں سے عافیہ کے جھکے سر کو دیکھا جو اپنی سسکیوں کو مارنے کی کوشش میں مری جا رہی تھی۔۔ مصطفیٰ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد باپ کے کان کے قریب جھکا۔ """"پاپا آئی تھنک نرس آنٹی رو رہی ہیں۔""""

ضارب نے ایک اچٹتی سی نظر بیک ویو مرر سے اس پر ڈالی۔۔

""""یار بیچاری کے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔اسکی قسمت تیرے باپ کے ساتھ پھوٹی ہے۔رو لینے دو اتنا سا تو

حق بنتا ہے۔۔۔""
گھر پہنچنے تک مصطفیٰ عافیہ کو رحم بھری نظروں سے دیکھتا گیا۔دوسرا بھائی اسکی کانچ کی چوڑیوں سے کھیلنے میں مصروف ہوگیا۔اور باپ سنجیدگی سے لب بھینچے گاڑی چلاتا رہا۔دروازہ چوکیدار نے کھولا تھا۔

ابھی عافیہ اور بچے گاڑی میں ہی تھے اور صاحب تیزی سے اندر کہیں گم بھی ہوگئے۔

مصطفیٰ نے ہی اسکو ساتھ آنے کا بولا۔

""نرس آنٹی آئیں اندر میں آپکو گھر دیکھاتا ہوں پاپا تو لگتا ہے آفس کے لئے تیار ہونے گئے ہیں۔۔""

عافیہ نے احد کا سامان مصطفیٰ کو پکڑایا اور احد کو گود میں لئے مصطفیٰ کے پیچھے پیچھے آ گئی۔سوائے پورچ والی لائٹ کے بیرونی باقی سب روشنیاں گل تھیں۔

گھر اندر سے کافی کھلا اور بڑا تھا۔ پورچ سے چھوٹی سی گلی پیچھے جا کر ایک دروازے کے پاس رکتی تھی۔جہاں ایک اور دروازہ گلی کے دوسرے حصے کی جانب کھلتا تھا۔مگر اس وقت اس پر تالا پڑا ہوا تھا۔لکڑی کا بھاری دروازہ کھول کر وہ مصطفیٰ کی پیروی میں گھر کے اندر داخل ہوئی۔

"" یہ ہمارا گھر ہے وہ سامنے کچن ہے اسکے ساتھ جو گلی نظر آ رہی ہے۔ادھر گیسٹ روم اور ڈرائنگ روم ہیں۔اس طرف یہ سامنے والا کمرہ دادو کا ہے۔اسکے ساتھ والا میرا اور احد کا۔اور وہ پیچھے والا کمرہ پاپا کا ہے۔ساتھ میں سٹور پھر پاپا کا آفس اور بس۔ پیچھے ہمارا گارڈن بہت بڑا ہے سومنگ پول بھی ہے۔ ہمارے گارڈن میں مالٹے اور امرود کے پیڑ بھی ہیں۔""

مصطفیٰ نان سٹاپ بولنے میں مصروف تھا۔ اور اسکا باپ سرے سے ہی غائب۔

""مصطفیٰ مجھے بتاؤ گے کہ دادو بستر اور اپنے کپڑے وغیرہ کدھر رکھتی ہیں؟""

مصطفیٰ نے ایک دفعہ تو منہ کھول کر حیرت سے اسکو دیکھا کہ آپ بولتی بھی ہیں۔

""دادو کے کپڑے انکی کبرڈ میں ہوتے ہیں۔اور بستر وغیرہ ادھر سٹور میں۔""

اس نے ہیل سے پیر آزاد کئے احد کو ویسے ہی اٹھائے سفینہ کے کمرے کا رخ کیا۔

اب اوکھلی میں سر تو آ ہی چکا تھا۔پھر ڈرنے کی کیا بات تھی؟۔انکی الماری میں دھلے استری شدہ دو ہی

جوڑے نظر آئے۔اس نے نکال کر بیڈ پر رکھے پھر ادھر ادھر بیگ کی تلاش میں نظر دوڑائی۔جو جلد ہی مل گیا۔بیگ میں پہلے سٹور روم سے دو چادریں رکھیں اوپر پھر سفینہ کا لباس اور ان کے باتھ روم سے ٹوتھ برش پیسٹ کیساتھ ساتھ صابن،تولیا،وغیرہ بھی رکھ دیا۔بیگ باہر ہال والے صوفے پر رکھنے کے بعد کچن کا رخ کیا۔لائٹ آن کرتے ہی نظر کھلے پڑے آٹے اور ڈھکن اٹھی سالن کی پتیلی کے ساتھ ساتھ سنک کے گرد بکھرے گندے برتنوں پر پڑی۔

""یہ سارا گند پاپا نے صبح دودھ گرم کرتے وقت ڈالا تھا۔ورنہ دادو تو سب صاف رکھتی ہیں۔اور مجھے لگتا ہے آج اللہ رکھی بھی نہیں آئی ہے۔""

اسکو روزمرہ کے انداز میں کچن سنبھالتے دیکھ کر مصطفیٰ خاموش نہ رہ سکا اپنی دادی کی صفائی پسند عادت کا ذکر کرنا ضروری جانا۔احد ابھی بھی گود میں ہی تھا۔دھونے والے سارے برتن سنک میں رکھتے ہوئے وہ مصطفیٰ سے مخاطب ہوئی۔۔۔۔

""مصطفیٰ آپ جا کر اپنے پاپا کو بتا دو کہ جو بیگ باہر رکھا ہے۔وہ ہسپتال لیتے جائیں اور میں چائے بنا کر تھرمس بھر دیتی ہوں۔وہ بھی لے جائیں۔""

مصطفیٰ سر ہلاتا ہوا باہر کو جانے لگا تھا کہ اسی وقت ضارب کا چہرہ کچن کے دروازے میں ابھرا۔وہ یقیناً عافیہ کی بات سن چکا تھا۔اس لئے بولا۔

""چائے بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔کیونکہ میرے پاس وقت نہیں ہے۔میں بس انکو کھانا اور کپڑے دیتا ہوا جاؤنگا۔باہر چوکیدار ہر وقت رہے گا،اور ویسے بھی یہ سیکیورڈ علاقہ ہے،تو ایسی ویسی کوئی فکر پالنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں اماں کا موبائل لے جا رہا ہوں کوئی مسئلہ ہو تو انہیں فون کر لینا۔خاص کر احد تمہارے لئے ٹیڑھی کھیر ثابت ہوگا۔اس کا رونا بند رکھنے کے لئے اماں سے جادو ٹونے پوچھ لینا۔فون نمبرز فون سٹینڈ پر پڑی کاپی میں ہی سب درج ہیں۔""

وہ نہا دھو کر ٹی شرٹ اور ٹراوزر کی بجائے ٹو پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔

عافیہ نے نہ ہی اسکی طرف رخ کیا نہ ہی مڑ کر دیکھا ویسے ہی سنک کے سامنے کھڑی رہی۔

"""سارے دروازے میں چیک کر چکا ہوں۔بس میرے نکلنے کے بعد ہال کا دروازہ بند کر لو۔"""

اپنی بات پوری ہوئی تو وہ یہ جا وہ جا۔

گاڑی گیٹ سے نکل رہی تھی۔ جب وہ کچن سے نکل کر دروازہ بند کرنے آئی۔ دروازہ لاک کرتے ہی دوبارہ کچن میں آ گئی۔

نئی دیگچی نکال کر دودھ گرم کرنے کو رکھا۔ساتھ ہی فرج کھول کر جائزہ لیا۔

بریڈ انڈے مکھن جام سب ہی موجود پایا۔احد کو اسکی واکر میں ڈالنا چاہا تو اس نے آسمان سر پہ اٹھا لیا۔اس کی گود میں آتے ہی پھر چپ گود سے اترتے ہی چلا اٹھتا۔

مصطفیٰ نے اپنے ماتھے پر دادی کے سٹائل میں ہتھیلی ماری۔اور بولا۔

""""چلو جی یہ پھر شروع ہو گیا۔۔۔اب یہ آپکی جان نہیں چھوڑے گا۔کبھی کبھی یہ دادو کیساتھ بھی ایسے ہی کرتا ہے۔انہیں کوئی کام بھی نہیں کرنے دیتا۔۔۔آپ اسکے ساتھ بیٹھو نس آنٹی میں آپکو چاکلیٹ سینڈوچ بنا کر دیتا ہوں۔احد کو بھی میرے چاکلیٹ سینڈوچ پسند ہیں۔۔""""

مصطفیٰ واپس فریج کی جانب گیا۔مکھن چاکلیٹ اور بریڈ نکال کر میز پر رکھنے کے بعد ایک دراز سے پلیٹ اور چھری نکال لایا۔اور لگا اپنے سینڈوچ بنانے۔

عافیہ مسکراتے ہوئے دلچسپ نظروں سے اسکے چلتے ہاتھوں کو دیکھنے لگی۔جبکہ احد ساری کاروائی پر ہاتھوں سے تالیاں بجا بجا کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

دودھ ابلنے پر اس نے ٹھنڈا کر کے ایک گلاس بھر کر مصطفیٰ کے سامنے رکھا۔ایک کپ میں احد کے لئے اور ساتھ ہی اسکے دو فیڈر بھر دیئے۔جب واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھی مصطفیٰ نے سب کے لئے دو دو سینڈوچ بنا کر پلیٹ میں رکھ دیئے تھے۔اور حیرت سے اسکو پوچھا۔

"""آپ نے اپنے لئے دودھ نہیں نکالا؟"""

اسکے سوال سے زیادہ وہ اسکے ایکسپریشن پر چونکی تھی۔

"""نہیں بیٹے مجھے بھوک نہیں ہے۔اسلیے آپ شروع کرو۔میں بعد میں کھا لونگی۔"""

مصطفیٰ کے چہرے پر مایوسی نظر آئی۔جس نے عافیہ کو ڈسٹرب کیا۔۔۔وہ مزید بولا۔

""کیا آپکو میرے بنائے سینڈوچ پسند نہیں آئے؟""

پھر بولا""اوہ میں نے بنانے سے پہلے ہاتھ نہیں دھوئے اس لئے؟؟۔ایم سوری میں بھول گیا تھا۔میں ابھی ہاتھ دھو کر آپکے لئے اور بنا دیتا ہوں۔""

وہ جو ہکا بکا ہو کر اتنے چھوٹے سے بچے کے منہ سے اس قدر احساس بھرا اور پیارا لہجہ سن رہی تھی۔اتنے پیار سے تو آج تک اپنے ماں جائیوں نے بات نہیں کی تھی یہ تو اسکو جانتا تک نہ تھا۔ بے اختیار آنکھوں میں آنسو ابل پڑے مصطفیٰ کا ہاتھ پکڑ کر اسکو روک دیا۔جو کہ اب پریشانی سے اس کے بہتے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا۔

""تمہارے بنائے سینڈوچ بہت مزے کے لگ رہے ہیں۔تم اپنی جگہ پر بیٹھ کر کھانا شروع کرو میں اپنے لئے دودھ نکال لوں۔آخر چاکلیٹ کا مزا تو دودھ کے ساتھ ہی ہے ناں۔""

آنسو صاف کرکے زبردستی مسکراتے ہوئے اپنے لئے دودھ نکال کر لے آئی تینوں نے مزے لے لے کر اپنا ڈنر ختم کیا ہی تھا کہ فون کی بیل ہونے لگی۔ مصطفیٰ نے ایک نظر اسکو دیکھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر کسی دادا ابا کی طرح بولا۔""میں دیکھتا ہوں۔""

عافیہ کے چہرے پر بے اختیار پیاری سی مسکراہٹ آ گئی۔

مصطفیٰ باہر نکل گیا۔اور کچھ لمحوں بعد اسکی آواز آئی۔

""ہیلو یو آر سپیکنگ وید مسٹر مصطفیٰ ضارب، ہاؤ مے آئی ہیلپ یو۔""

عافیہ واقعی اسکے پر اعتماد لب و لہجے کو سن کر حیران سی اٹھ کر کچن سے نکل کر اسکے پاس آئی۔

احد اسکے دوپٹے کو منہ میں ڈال کر دانتوں سے کاٹنے کی کوشش میں تھا۔ساتھ ہی اپنی آنکھوں کو مسلتا اس کاروائی میں اس نے منہ پہ لگا چاکلیٹ عافیہ کے دوپٹے اور آستین پر بھی لگا دیا تھا۔

مگر عافیہ کو کب اپنے قیمتی سوٹ کے خراب ہونے کا کوئی صدمہ تھا جو وہ نوٹس لیتی۔

اسکی توجہ ساری مصطفیٰ کی جانب تھی۔وہ اتنی سی عمر میں ہی اتنا سیانا اور بردبار کیسے تھا؟۔عافیہ تو اپنی تیس سالہ زندگی بس ضائع ہی کر چکی تھی۔کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔کہ یوں وہ بھی کبھی مصطفیٰ جیسی بن سکتی

ہے جو کسی کو بتا رہا تھا۔

""پاپا ہمیں چھوڑ کر اسی وقت چلے گئے تھے""

""نہیں کھانا ہم نے کھا لیا ہے۔""

"" بلکہ نرس آنٹی کو تو میرے سینڈوچ بہت پسند آئے ہیں۔""

"" کیوں وہ نرس آنٹی کیوں نہیں ہیں؟۔""

""پاپا نے تو کہا کہ وہ نرس آنٹی ہیں""

"" مگر میری مما کی تو ڈیتھ ہو گئی تھی۔""

""یہ مما کیسے ہو سکتی ہیں؟۔""

کچھ دیر تک خاموش ہو کر دوسری جانب سے آنے والی آواز کو سنتا رہا۔

عافیہ سانس روکے کھڑی تھی۔

یہ تک نہ پوچھ سکی کہ کس سے بات کر رہے ہو؟۔

""یس آئی ڈو لائک ہر۔""

""پر جو پاپا کی وائف ہوں۔ مگر آپکی برتھ مدر نہ ہوں۔ دادو وہ تو سٹیپ مدر ہوتی ہیں۔""

""تو کیا یہ میری سٹیپ مدر ہیں۔""

جیسے سٹیپ مام موی میں سوزین سراڈون کے مرنے کے بعد جولیا رابرٹ اسکے بچوں کی سٹیپ مدر بنتی ہے؟۔""

""پر دادو جولیا تو سوزین کے ہسبنڈ کی گرل فرینڈ تھی۔ کیا یہ پاپا کی گرل فرینڈ بھی ہیں؟۔""

""نہیں آپ فکر نہ کریں۔""

""مصطفی کوئی ال مینرڈ انسان تھوڑی ہے جو نئے فیملی ممبرز کے ساتھ مس بی ہیو کرے۔ یس آپ آنٹی سے خود بات کر لیں۔""

کہنے کے ساتھ ہی اس نے فون ساکت کھڑی عافیہ کو تھما دیا۔

احد اسکے کندھے سے ٹکریں مارتے ہوئے رونے لگا تھا۔ اس نے ڈھونڈ کر حلق سے اپنی آواز برآمد کی۔ خشک لبوں پر زبان پھیرتے بولی۔

"""اسلام وعلیکم آنٹی۔"""

اس نے احد کو بہلانے کی کوشش جاری رکھتے ہوئے سفینہ سے بات کا آغاز کیا۔

"""وعلیکم اسلام میری جان' میں بڑی شرمندہ ہوں کہ ضارب نہ تو تمہیں تمہارا سامان گاڑی سے نکال کر دیکر آیا ہے۔ نہ کھانے کا پوچھا جب اس پر کام کا بھوت سوار ہوتا ہے۔ یونہی سب کام آدھے ادھورے ہی چھوڑتا ہے۔ لو اب احد کو یقیناً نیند آ گئی ہے تبھی رو رہا ہے ایسا کرنا اسکی ٹانگوں کو زیتون کے تیل سے ہلکی ہلکی مالش کر کے اسکے کپڑے بدل دو ساری رات آرام سے سوتا رہے گا۔ میں بعد میں کال کرتی ہوں او کے بیٹے اللہ حافظ۔"

ساتھ ہی لائن بے جان ہو گئی۔

اس نے ریسیور میز پر رکھا۔ اور احد کو بہلاتے ہوئے اسکے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

مصطفی نے پہلے ریسیور کریڈل پر ڈالا پھر اسکے پیچھے ہی آ گیا۔

"""مصطفی بھائی کے کپڑے کدھر ہوتے ہیں؟"""

مصطفی اسکی بھرائی ہوئی آواز پر چونکا ضرور مگر کچھ پوچھے بغیر مطلوبہ جگہ کی جانب اشارہ کر دیا۔ عافیہ کو احد کی ہر چیز وہیں رکھی مل گئی۔ حتیٰ کہ بے لوشن کریمیں پاوڈر بے بی آئل ہلکے پھلکے کھانسی بخار کے شربت۔

اس نے احد کو وہاں موجود سنگل بیڈ جو کہ مصطفی کا تھا اسی پر لٹایا کپڑے اتار کر تیل ہاتھوں کو لگا کر دھیرے دھیرے مالش کی احد مست ہو کر آوازیں نکال رہا تھا۔

جبکہ مصطفی حیرت اور فکر مندی سے کھڑا عافیہ کے بہتے آنسو دیکھ رہا تھا۔ جب تک اس نے احد کو کپڑے پہنائے نیپی ریش کریم لگا کر دوبارہ سے پیمپر لگایا۔ وہ پوری طرح نیند کی وادیوں میں اترنے کو تیار تھا۔ فیڈر پینے کے دوران ہی سو گیا۔ عافیہ نے اسکو کاٹ میں لٹا کر چادر اوڑھائی آنسو صاف کیے اور مصطفی کی جانب توجہ کی۔

"""ہاں تو ینگ مین اب کیا کرنا ہے؟"""

مصطفی نے چونک کر اسکے چہرے کو دیکھا پھر پوچھا۔

""کیا آپ چند سیکنڈ کے لئے میرے ساتھ گارڈن میں چلیں گی؟۔پلیز۔۔۔!""

اس نے انکار نہ کیا۔

""چلو بتاؤ کس طرف جانا ہے۔""

اسکے کہنے پر مصطفیٰ آگے چل پڑا۔کچن سے ایک دروازہ پچھلے طرف کھلتا تھا عافیہ نے دروازہ کھول دیا لائٹ بھی جلا دی۔اور اسکے ساتھ باہر نکل آئی۔رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔باہر ہو کا عالم تھا۔

مصطفیٰ اسکا انتظار کیے بغیر کیاری کی جانب بھاگ گیا۔ایک پودے کے پاس چند سیکنڈ رکا اور پھر واپس دوڑ لگا دی۔عافیہ کے سامنے آکر اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا تو ہاتھ میں گلاب کی ایک کلی تھی۔

""ویلکم ہوم ،پری آنٹی۔۔""

اس نے پہلے پھول کو دیکھا پھر نیم اندھیرے میں چمکتی ہوئی مصطفیٰ کی آنکھوں کو پھول لے لیا۔

اندر آکر دروازہ بند کر کے واپس مصطفیٰ کے کمرے میں آگئے۔

مصطفیٰ نے دو تین دفعہ اسکا چہرہ دیکھا جو کہ مسلسل خاموش تھی۔

""آپ کو پھول اچھا نہیں لگا پری آنٹی؟""

عافیہ تھکی سی اسکے بیڈ پر بیٹھ گئی۔اور بولی۔

""پھول تو کسی کو بھی برے نہیں لگتے مصطفیٰ ،مگر مجھے یہ سمجھ نہیں آیا۔آپ نے مجھے پری آنٹی کیوں بولا؟ حلانکہ اپنی دادو سے تو آپ کہہ رہے تھے۔کہ میں آپکی سٹیپ مام ہوں۔""

وہ جوتے اتار کر بیڈ پر اسکے برابر آکر بیٹھ گیا۔

""آپ میری سٹیپ مام تو ہیں ہی مگر میں آپکو پری آنٹی ہی بلایا کرونگا۔کیونکہ آپ میری پری آنٹی ہی ہیں۔""

وہ بے اختیار ہنس پڑی۔"" کم آن مصطفیٰ۔۔۔!، میں پریوں جیسی خوبصورت تو ہرگز نہیں ہوں۔کہ میرا نام ہی پری رکھ دیا جائے۔۔""

مصطفیٰ نے نفی کرتے ہوئے بولا۔""یہ نام آپکو میں نے نہیں دیا' بلکہ دادو نے دیا ہے۔اصل میں ایک دفعہ

دادو نے مجھے ایک مہربان پری کی کہانی سنائی تھی۔ کہ کیسے اسکے ممی پاپا کی ڈیتھ کے بعد ایک ظالم دیو نے پری کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ اور سات سال تک پری پر ظلم کرتا رہا۔ پھر ایک دن اچانک اسکو آزاد کر دیا، مگر آزاد ہونے کے بعد پری کے پاس نہ کوئی گھر تھا، نہ پیسے، نہ پیار کرنے والے بہن بھائی، نہ ہی کوئی بے بی، وہ سب کا خیال کرتی تھی۔ مگر کوئی بھی اسکا خیال نہیں کرتا تھا۔ وہ سب سے پیار کرتی۔ مگر کوئی بھی اس سے پیار نہیں کرتا۔ تب میں نے دادو سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں اس پری سے پیار بھی کرونگا اور اسکا خیال بھی رکھوں گا۔ اسکو گھر بنا کر دونگا۔ اور ابھی فون پر دادو نے مجھے بتایا ہے کہ جس پری کی کہانی وہ سناتی تھیں۔ وہ آپ ہیں۔"

جب سے اس بچے سے ملی تھی۔ وہ اسے ایک کے بعد ایک بات پر مسلسل حیران کر رہا تھا۔ اس وقت اس سات سالہ بچے کو دیکھ کر نہ جانے کیونکہ یہ احساس دل و روح میں بیٹھتا چلا گیا۔ کہ یہ اسکی اتنے سالوں کی آزمائشوں کا انعام ہے۔ اسکے بولے چند جملوں نے دل پر چھائی ساری مایوسی رسوائی اور تنہائی کی جڑوں میں دراڑیں ڈال دیں۔

اس نے مصطفیٰ کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔"مصطفیٰ تم اپنے نام کی طرح ہی اچھے ہوئے۔ اللہ تمہیں ہر بری نظر سے محروم رکھے۔ میرے سپر ہیرو ہو۔!!" یہ سب اس نے دل میں سوچا زبان سے نہ کہہ پائی۔۔

"مصطفیٰ اب آپ سو جاؤ۔ صبح سکول بھی جانا ہوگا۔۔ پہلے ہی بہت لیٹ ہو گئے ہو۔"

وہ اسکی بات پر اثبات میں سر ہلاتا لیٹنے لگا۔ پھر رک کر اسے پوچھا۔

"پری آنٹی آپ کہاں سوئیں گی؟"

"پاپا کے کمرے میں کہ دادو کے کمرے میں؟۔"

اس نے مصطفیٰ کو لیٹا کر اس پر چادر ڈالی۔ ساتھ ہی بتایا......

"میرا کیا ہے سپر مین۔ میں ادھر تم لوگوں کے پاس ہی سو جاؤنگی۔"

مصطفیٰ ہنستے ہوئے بولا۔"آپ نے مجھے سپر مین کیوں بولا؟۔"

عافیہ مسکرا دی" کیونکہ تم میرے چھوٹے سے سپر مین ہی ہو۔"

مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلایا اور بولا" میں سپر مین کیسے ہو سکتا ہوں۔ سپر مین تو دوسروں کے لئے اتنا کچھ کرتا

ہے میں نے تو آپ کے لئے کچھ بھی نہیں کیا پھر کیوں سپر میں مین؟۔

عافیہ مسکراتے ہوئے بولی۔"""تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔جانتے ہو مجھے تو یاد بھی نہیں کہ میں آخری دفعہ کب مسکرائی تھی۔اور جب سے تم سے ملی ہوں مسلسل مسکرا ہی رہی ہوں۔"

وہ اسکوٹر کتے ہوئے بولا۔۔"""نہیں آپ تو روتی ہی رہی ہیں۔"""

وہ ششدر رہ گئی کیا اتنی گہرائی سے میرا جائزہ لیتا رہا ہے؟۔

"""سو جاؤ مصطفیٰ میرے دوست۔"

کمرے کا نائٹ بلب آن کرتے ہوئے دروازہ ہلکا سا کھلا چھوڑ کر باہر نکل آئی۔

سارے کمروں کی بتیاں جل رہی تھیں۔عجیب سے احساس میں گھری وہ سارے گھر کا جائزہ لینے لگی پہلے اس کمرے میں آئی جو کہ مصطفیٰ کے مطابق سفینہ آنٹی کا کمرہ تھا۔کمرے میں ایک عدد ڈبل بیڈ کے ساتھ الماری ڈریسنگ ٹیبل کے علاوہ دو بیڈروم کرسیاں پڑی تھیں۔ہر چیز ترتیب سے اپنی جگہ جمی ہوئی تھی۔بیڈ کی چادر جو کہ اکٹھی ہوئی پڑی تھی۔

اس نے کھینچ کر سیدھی کر دی۔اپنے پیچھے لائٹ اور دروازہ بند کرتی دوسرے کمرے میں آ گئی۔جس میں قدم رکھتے ہی۔اسکا منہ حیرت سے کھل گیا۔کمرہ کاٹھ کباڑ کا سین بنا ہوا تھا۔سارے فرش پر کھلونے اور ایک عدد ٹرے جس میں موجود برتن بھی سارے فرش کی سیر کر رہے تھے۔گیلا تولیہ پانی سے بھرے سلیپر اور بیڈ پر پڑے گندے کپڑے، کمرہ کہیں سے بھی اس گھر کا حصہ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

اسے یاد تھا۔مصطفیٰ نے یہ ضارب کا کمرہ بتایا تھا۔

وہ خیالوں میں خود اپنے آپ سے مخاطب ہوئی۔۔۔"""ضارب کون ہے؟ میرا شوہر،اگر یہ کمرہ اسکا ہے تو مطلب ٹیکنیکلی میرا بھی ہوا۔"""

دل ہی دل میں وہ خود سے مخاطب تھی۔ساتھ ساتھ نہ محسوس انداز میں چیزیں بھی سمیٹتی جا رہی تھی۔یا یوں کہنا بہتر ہوگا۔کہ اپنی عادت سے مجبور عادت بھی کیا اپنی اب تک کی زندگی کے حالات نے اسے ایسا بنا دیا ہوا تھا۔اگر کہیں دو سیکنڈ فارغ بیٹھ جاتی تو لاشعوری طور پر دماغ یہ خیال رہتا کہ اب مجھے اٹھ کر کوئی کام کر لینا

چاہئے۔اس سے پہلے کہ کوئی ڈانٹ کر رکھ دے۔میں ایک آزاد ملک کی غلام شہری ہوں۔میں اپنی خواہشات کی غلام ہوں نہ ہی اپنے نفس کی۔۔۔۔۔۔میں بے حس لوگوں کی ظلمت اور جہالت کی غلام ہوں۔۔۔۔ اور اس غلامی کے ان گنت سالوں بلکہ صدیوں نے میرے پیٹ کا ایندھن بھر کر مجھے سر چھپانے کو چھت دی۔یہ الگ بات کہ اس چھت میں تحفظ،عزت اور سکون کبھی نہ ملا۔۔۔۔۔۔مجھے ایک در سے دوسرے در پھینک کر در بدر کیا گیا ہے۔میرے میں اور پالتو جانور میں کوئی فرق نہیں۔دونوں مالک کی مرضی کے غلام ہوتے ہیں۔

اپنی لامتناہی سوچ کے سلسلوں کے ساتھ ہی اس نے ضارب کا سارا کمرہ سمیٹ دیا کھلونوں والا باکس بچوں کے کمرے میں رکھا۔برتن کچن میں۔سارے گندے کپڑے الماری سے بھی نکال کر لانڈری میں ڈالے سٹور کی الماری سے لا کر نئی چادر بیڈ پر بچھائی۔

تکیوں کے کور بلے سٹور میں ہی الماری کا ایک حصہ دھلے ہوئے تولیوں سے بھرا ہوا تھا۔پہلے باتھ روم اور کمرے کے فرش دھو کر وائپر مارا پنکھا آن کر کے گند جو کے ایک بیگ میں بھرا ساتھ لیے باہر آ گئی۔لانڈری روم میں ہی بڑا ڈسٹ بن رکھا تھا۔ گند پھینکنے آئی۔تو نظر کپڑوں کے ڈھیر میں الجھ گئی۔

""اگر دوبارہ ہسپتال کپڑے بھیجنے پڑے ناں تو کتنا مسئلہ ہوگا ؟۔"

یہی سوچ کر اس نے مشین میں ہی گرم پانی کے ساتھ سرف ڈال کر آن کر دی آف وائٹ رنگ کے سارے کپڑے علیحدہ کر کے مشین میں ڈال کر وہاں سے مطمئن ہو کر کچن کا رخ کیا۔

ساری صفائی کرنے کے بعد برتن دھوئے تازہ دودھ گرم کیا۔تھوڑی سی چاولوں کی کھیر بنائی سارے دراز اور فریج کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ مینو ترتیب دیا۔

اگلے دو تین گھنٹوں میں جہاں کپڑے دھل گئے۔وہیں کھانا پک کر تیار ہو گیا۔

ڈرائیر سے کپڑوں کا آخری پرا گا نکال رہی تھی۔جب بیرونی دروازے پر دستک ہوئی۔ایک پل کو خوف سے دھڑکن تھمی۔

""اس وقت کون ہوگا۔۔۔؟؟؟""

دستک پھر ہوئی۔اس نے کپڑے ٹوکری میں رکھے اور لانڈری سے نکل کر بیرونی دروازے کے پاس آ کر

ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"کون؟۔۔۔""

وہ اس وقت سیدھا سٹوڈیو سے آرہا تھا صبح کے چار بج رہے تھے اور اسکو امید نہیں تھی کہ دوسری ہی دستک پر جواب آجائے گا۔جب پوچھا گیا کون تو اس نے جان بوجھ کر مصطفیٰ کا نام لیا۔۔۔

""مصطفیٰ دروازہ کھولو میں ہوں۔""""

دوسرے ہی پل دروازہ کھل گیا۔

اندر داخل ہوتے اسکی نظر رنگین آنچل پر پڑی جو تیزی سے لانڈری کی جانب جا رہا تھا۔

جب تک ضارب نے باہر والا دروازہ بند کیا آنچل لانڈری کے دروازے پیچھے گم ہو گیا۔

ضارب کے ماتھے پر الجھن کی لکیر ابھری پھر غائب ہو گئی۔

وہ بچوں کے کمرے میں آیا تو دونوں کو پرسکون حالت میں سوتا ہوا پا کر اپنی آرام گاہ کی جانب آ گیا یہ سوچ کر ہی کوفت ہوئی کے کمرہ ابھی بھی گندہ ہونا ہے کیونکہ آج نہ ہی اماں تندرست اور گھر پہ تھیں۔دوسرا گھر سارا دن بند رہنے کی وجہ سے صفائی والی بھی اپنا کام نہ کر پائی تھی۔کل رات احد اور مصطفیٰ دونوں سونے سے پہلے اسکے کمرے میں گھسے ہوئے تھے۔اور وہ دونوں جدھر بھی محفل جماتے حال تمام کر کے ہی اٹھتے۔۔کمرے میں داخل ہو کر ابھی لائٹ آن نہیں کی تھی کہ ائیر فریشنر نے اعصاب پر اچھا تاثر چھوڑا۔۔۔۔لائٹ آن کرتے ہی صاف ستھرا کمرہ نظروں کے سامنے تھا۔

بھنویں اچکا کر سارے کمرے پر ایک نظر ڈالی اور بڑبڑاتا ہوا ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

"""بیچاری مڈل کلاس عورت۔۔"

ہونٹوں پر زہر خندی مسکراہٹ تھی۔ڈریسنگ سے باہر آیا۔تو تن پر ایک ٹی شرٹ اور لونگ نیکر تھی۔

""""چل ضارب موقع بھی ہے اور دستور بھی کیا یاد کرے گی بیچاری خوش فہم عورت۔۔۔۔۔۔تو آم کھا اور اسے پیڑ گننے دے۔""

اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس نے آواز دی۔

""" محترمہ عافیہ جی ذرا ادھر تشریف لایئے گا۔"""

وہ دھلے ہوئے کپڑے سٹور روم کے پنکھے کے نیچے پھیلا کر نکلی ہی تھی۔ جب ضارب کی آواز پر ہاتھ میں پکڑی ٹوکری چھوٹ کر فرش پر گر گئی۔

ضارب کی نظر اس پر پڑی جو سٹور روم میں واپس جانے کے ارادوں میں لگ رہی تھی۔

""ادھر آؤ۔"

اب کوئی چارہ نہ تھا اسلیے آ گئی۔ چار پانچ قدم کی دوری پر کھڑی رہ کر پوچھا تو نظریں جھکی ہی رہیں۔

""کھانا لگا دوں؟۔"

ضارب دروازے کے درمیان ہاتھ پشت پر باندھے کھڑا تھا۔ بڑے غور سے اس عورت کو سر سے لیکر پیروں تک دیکھا۔ جو اضطراب میں اپنی ہتھیلیاں آپس میں مسل رہی تھی۔ ضارب نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ پکڑا جو کہ ٹھنڈا برف محسوس ہوا اس نے عافیہ کی ہتھیلی کھول کر دیکھا گہرا مہندی کا رنگ اسکی سفید ہتھیلی پر بھلا لگ رہا تھا۔ اپنے کمرے میں لا کر دروازے کے بعد لائٹ بھی بند کر دی۔ دن چڑھ جانے تک وہ اسکے کان کے قریب جھکا اسکی سماعتوں میں اپنے سخت لہجے سے صور پھونکتا رہا۔

وہ اپنے کانپتے جسم اور آنکھوں سے بہتے گرم سیال سمیت اسکو سنتی رہی۔

""""تم اس گھر میں میری بیوی نہیں، بلکہ میری ماں کی بہو بن کر آئی ہو۔۔ اسلیے کبھی بھول کر بھی مجھ سے کوئی توقع مت رکھنا۔۔ کیونکہ تمہاری حیثیت میرے نزدیک ایک خریدی ہوئی لونڈی سی ہے تم میں اور ایک عام نوکرانی میں فرق ۔۔۔ صرف اتنا ہے۔ کہ تمہارے ساتھ میرا جنسی تعلق حرام نہیں ہے۔ اسکے علاوہ کوئی فرق نہیں۔ میری ماں کے پوتوں سے پیار اور ہمدردی جتاتے وقت یہ بات اپنے ذہن میں رکھنا۔ تم یہ کام مجھے مٹھی میں کرنے کے لئے نہ کرو کیونکہ میں ایسے بودے حربوں سے متاثر ہونے والوں میں سے نہیں ہوں۔ اور نہ ہی خود کو روایتی قسم کی عورت ثابت کرنا۔ میری ماں یا بچوں کو کبھی کوئی آنچ بھی آئی تو کھلڑی ادھیڑ لونگا۔۔۔""

""میرے گھر میں رہو گی میرا کھاؤ گی۔ میرے نام سے پہچانی جاؤ گی۔ اسلیے کبھی اگر نفس کے ہاتھوں مجبور ہو جاؤ۔ تو باہر کہیں مت دیکھنا۔ چپ چاپ اس کمرے میں آ جانا۔ میں یہی سمجھ لونگا تمہیں تنخواہ دے رہا ہوں۔""

معصوم دل اور سہمی ہوئی روح تھرتھرا کر رہ گئی۔ایک ہی سوچ ذہن کی سلیٹ پر چپک گئی"""میں کوئی بازاری عورت تو نہیں ہوں۔ایک عزت دار باپ کی بیٹی ہوں۔اور سزا کس جرم کی کاٹ رہی ہوں؟۔کیا عزت سے سر اٹھا کر جینے کا حق مجھے ہے ہی نہیں؟"

آنسو بے آواز نکلتے چلے گئے اپنا مقصد پورا کرتے ہی وہ رخ پھیر کر لیٹ گیا۔

جب باہر اذانیں ہوئیں۔کمرے میں ضارب کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے۔

جبکہ اسکو نہ نیند آئی نہ ہی اس نے سونے کی کوشش کی خود کو سمیٹ کر اٹھنا چاہا تو معلوم ہوا اسکا دوپٹہ ضارب کے نیچے تھا۔جسکو وہیں چھوڑ کر کوئی بھی آواز پیدا کیے بغیر دروازہ بند کرتی باہر آ گئی۔

آنکھوں میں ایک دم روشنی میں آنے سے مرچیں سی چبھنے لگی تھیں۔میچی ہوئی آنکھوں کو تھوڑا سا کھول کر دیکھا تو ہال میں صوفے کے قریب وہ بیگ رکھا نظر آیا۔جو فاطمہ چچی نے اسکے لئے تیار کروایا تھا۔شکر کا سانس لیتے ہوئے بیگ پکڑ کر اماں کے کمرے میں لے آئی۔بیڈ پر رکھ کر کھولا اور ایک سادہ سا آرام دہ سوٹ نکال کر باتھ روم کا رخ کیا۔پانی کے نیچے جاتے ہی نہ جانے کتنے قیمتی آنسو لڑیوں کی صورت ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے چلے گئے۔نہا کر نماز پڑھنے کے دوران اندر کا سارا درد اللہ کی بارگاہ میں انڈیل کر ایک دفعہ پھر پرسکون ہو گئی۔احد کو فیڈر دیکر تھوڑا سبق پڑھنے کی نیت سے وہیں مصطفیٰ کے بیڈ پر ہی بیٹھ گئی۔

اپنے دھیان سے مگن ہو کر پڑھ رہی تھی۔جب ایک سر گود میں رکھا گیا۔تو چونک گئی۔

وہ مصطفیٰ تھا۔آدھا سویا آدھا جاگا۔

"" گڈ مارننگ پری۔""""

وہ جو سمجھی تھی۔کہ سفینہ آنٹی کے دھوکے میں اسکی گود میں آیا ہو گا۔مصطفیٰ کے الفاظ پر آنکھ میں پانی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ اکٹھے آئی

"" گڈ مورننگ ٹو یو تو میرے پیارے دوست۔"""""مصطفیٰ نے اسکا آنچل اپنے چہرے پر گرا۔

"" مگر میں تو آپکا سپر ہیرو ہوں ناں تو دوست کیوں بولا؟؟؟۔۔""

بے اختیار وہ جھکی اور اسکے ماتھے پر پیار کیا۔

"""تم تو میرے سب کچھ بن گئے ہو۔جاو شاباش منہ دھو آؤ۔سپارہ پڑھتے ہو؟"""
مصطفیٰ اپنی جگہ پر ہی لیٹا رہا۔

""""ہاں قاری صاحب پڑھانے آتے ہیں۔اور میں پہلے سپارے پر ہوں۔قاری صاحب نے پاپا کو بتایا تھا۔کہ مصطفیٰ بہت اچھا بچہ ہے۔اور بڑی جلدی سارا قرآن پڑھ لے گا۔""""

اس نے قرآن پر غلاف چڑھاتے ہوئے مسکرا کر اسکو دیکھا۔"""سکول کدھر ہے گھر کے قریب یا دور؟۔"""
مصطفیٰ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بتایا گھر سے کافی دور ہے۔وین والے انکل کے ساتھ جاتا ہوں۔''

عافیہ نے اسکی پیشانی پر سے بال ہٹائے۔

"""سکول کتنے بجے لگتا ہے۔اور گھر سے کتنے بجے جاتے ہو؟۔"""

وہ دونوں دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے۔تا کہ احد ڈسٹرب نہ ہو۔

""""ساڑھے سات بجے سکول کی بیل ہوتی ہے۔اور پونے سات بجے انکل لینے آتے ہیں۔""""

عافیہ نے وال کلاک پر نظر ڈالی ساڑھے چھ کا ٹائم ہو چکا تھا۔

"""پھر تو اٹھ کر جلدی سے تیار ہو جاؤ۔تمہارے وین والے انکل کے آنے میں تو صرف پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔لنچ گھر سے لیکر جاتے ہو کہ سکول میں ملتا ہے۔؟؟؟"

باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے مصطفیٰ نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

""""توبہ کریں سکول سے لنچ لینے کی دادو کبھی اجازت نہیں دیتی ہیں۔اور تو اور باہر سے سکول آف کے بعد بھی کچھ لے کر کھانے کی اجازت نہیں ہے۔ماما تو پھر بھی اجازت دے دیا کرتی تھیں۔پر دادو پوری ہٹلر ہیں۔''

عافیہ نے قرآن الماری کے اوپر اونچی جگہ سمجھ کر رکھ دیا۔اور خود جلدی سے کچن میں آ کر تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے۔ایک پراٹھا بنایا۔سالن پہلے ہی تیار تھا۔

وہ مصطفیٰ کا ناشتہ ٹیبل پر لگا کر اب اسکے لئے جلدی جلدی میں لنچ باکس تیار کر رہی تھی۔

جب وہ سکول بیگ اٹھائے کچن میں آیا۔تو بس جوتے پہننے باقی تھے۔جو اس نے کرسی پر بیٹھ کر پہنے۔پھر سنک سے ہاتھ دھو کر ناشتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اسکو بتاتا گیا کہ دادو لنچ باکس میں کیا کیا چیز رکھتی ہیں۔عافیہ نے

وقت کی کمی ہونے کے باوجود دو چیز سینڈوچ کچھ انگور ایک چاکلیٹ اور دو چپس کے پیکٹ رکھ کر باکس اسکے بیگ میں رکھ دیا۔

""پیسے کتنے لیکر جاتے ہو ؟۔""

باہر سے چوکیدار نے آواز لگائی تھی۔ ""مصطفیٰ صاحب آپکا گاڑی آ گیا۔ فوراً آؤ۔""

""پیسے رہنے دیں میرے پاس ابھی ہیں۔""

اس نے اپنی جیب پر ہاتھ مارتے ہوئے اسے تسلی دی اور بیگ کندھے پر ڈالنے لگا تھا۔ جب عافیہ نے پکڑا۔ اور بولی۔

""چلو آؤ میں باہر چھوڑ آتی ہوں۔""

مصطفیٰ بغیر کوئی اعتراض کیے اسکے ساتھ چل پڑا۔۔ باہر چوکیدار دروازے کے پاس کھڑا تھا۔ جسے دیکھتے ہی مصطفیٰ نے پہلے تو سلام کیا۔ پھر تعارف بھی کروایا۔

""خان بابا ان سے ملیں یہ پری ہیں۔ پاپا کی وائیف اور میری دوست۔""

""اور پری یہ ہمارے خان بابا ہیں پیچھے کوارٹر میں ہی رہتے ہیں اپنی وائف کے ساتھ۔""

عافیہ نے جھجکتے ہوئے سلام کر دیا۔ جسکا جواب خان بابا نے بڑی گرمجوشی سے دیا۔ مصطفیٰ نے عافیہ کو ہاتھ سے خدا حافظ بولا خان بابا نے اسکا بیگ پکڑا اور گیٹ تک چھوڑنے چلے گئے۔ جب تک مصطفیٰ کی وین چلی نہ گئی وہ وہیں کھڑی رہی۔

"مجھے ہسپتال کے لئے نکلنا ہے اگر کچھ کھانے کو ہے تو دے دو نہیں تو میں آڈر کر دیتا ہوں ریسٹورنٹ سے اماں اور پھوپھو کے لئے بھی لے جاؤں گا۔"

وہ جو اپنے دھیان میں کھڑی تھی۔ اپنے اتنے قریب سے ضارب کی آواز سن کر بری طرح اچھل کر رہ گئی۔ جو نہ جانے کب آ کر وہاں کھڑا ہوا تھا۔ اور اپنی بات پوری کرتے ہی پلٹ گیا۔ مگر اسکے وجود کی خوشبو عافیہ کو اپنے حصار میں لیکر چومنے لگی۔ وہ اپنی دھڑکنوں کو کنٹرول کرتی واپس کچن میں آئی مگر سمجھ نہ آیا کہ پراٹھا کھاتے ہیں یا چپاتی بناؤں؟۔۔

اسکو کیا علم کیسا ناشتہ لیتا تھا۔ کچھ سوچ کر چپاتی ہی بنادی ساتھ میں قیمہ مٹر اور آلو کی بھجیا تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچن میں آ کر بیٹھتا عافیہ نے کھانا ہال کے ٹیبل پر لگا دیا۔ لسی رکھ کر پلٹ رہی تھی۔ جب وہ اپنے کمرے سے نکلا اور اسے دیکھتے ہی بولا۔

"""احد کو تیار کر دینا میں اپنے ساتھ ہی لیکر جاؤنگا۔"""

اس نے مڑ کر دیکھا تک نہ بس اثبات میں سر ہلا کر آگے بڑھ گئی۔ کھانا پیک کر کے ہر چیز پوری کرتی۔ احد کے پاس آئی جو ابھی تک سو رہا تھا۔ بیڈ کی دراز سے اسکا لباس اور دیگر چیزیں نکالنے کے بعد اس نے سوتے ہوئے کا ہی منہ گیلے کپڑے سے صاف کر کے اسکے کپڑے بدل کر تیار کر دیا۔

ضارب پہلے کھانا لیجا کر گاڑی میں رکھ آیا۔ پھر آ کر بے بی سیٹ میں سوئے ہوئے احد کو لا کر سیٹ بیلٹ لگانے کے بعد مڑا تو عافیہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ جو ایک بیگ ہاتھ میں لئے کھڑی تھی۔ نگاہیں احد پر تھیں۔

"""یہ اس بیگ میں احد کے فیڈر وغیرہ ہیں۔"""

اس نے کچھ کہے بغیر اسکے ہاتھ سے بیگ پکڑ کر گاڑی میں رکھا۔ اور اگلا حکم دیا۔

"""تم اندر جاؤ تا کہ میں دروازہ باہر سے لاک کر کے چابی خان کو دے جاتا ہوں۔ مصطفیٰ کے آنے پر بابا دروازہ کھول کر اسے اندر بھیج دیں گے۔ تم تب تک نیند پوری کر لو۔ پہلے ہی اماں بیمار ہو گئی ہیں۔ میں مزید کسی کی تیمارداری کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہوں۔"""

عافیہ اک نظر احد پر ڈال کر واپس مڑ گئی۔ دل کو ضارب کے الفاظ سے کوئی خوش فہمی نہیں ہوئی۔ کیونکہ دل خوش فہم تھا ہی نہیں۔ اماں کے بیڈ روم میں کمبل اوڑھ کر وہ جو لیٹی تو جسم و ذہن اتنا تھکا ہوا تھا۔ کب نیند کی وادی میں اتری کوئی علم نہ ہوا لمحوں میں ہی بے خبر ہو گئی۔

☆......☆......☆

وہ ابھی اندر آیا ہی تھا۔ اماں نے اسکے پیچھے کسی کو نہ آتے دیکھ کر فوراً پوچھا۔

"""عافیہ اور مصطفیٰ کو نہیں لائے ہو؟"""

اس نے احد کو پھوپھو کی طرف بڑھایا اور بولا۔۔

""جسکو ساتھ لایا ہوں فی الحال اسی سے کام چلائیں اور یہ بیگ میں آپ دونوں کے لئے کھانا ہے۔آپ کھائیں میں ذرا ڈاکٹر سے مل کر صورتحال جان لوں۔""

خود واپس باہر نکل گیا۔جب تک ڈاکٹر سے بات کر کے آیا اماں لوگ کھانا کھا چکی تھیں۔پھوپھو کے پوچھنے پر بتانے لگا کہ دس بجے کے قریب ڈاکٹر آپریشن کر کے ٹانگ میں راڈ ڈالے گا۔باقی کا سارا وقت وہ وہیں رہا۔بارہ بجے آپریشن کے بعد اماں کو واپس وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔اب انکی تکلیف میں کمی ہوئی تھی۔کیونکہ سارا پلاسٹر لگ چکا تھا۔جو کہ اگلے چھ ماہ تک رہنا تھا۔

""ضارب میرے گھر سے فون پر فون آرہے ہیں بیٹا مجھے تو اب جانے دو۔""

پھوپھو کی بات پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور بولا۔

""چلیں ٹھیک ہے۔ابھی اماں کو چھٹی مل جانی ہے۔انکو گھر چھوڑ کر میں آپکو بھی چھوڑ آتا ہوں۔،، فاطمہ نے فوراً اسکی نفی کی۔

""ارے نہیں اسکی ضرورت بالکل نہیں ہے۔میرا بچہ پہلے ہی تمہاری دوڑ لگی ہوئی ہے۔مجھے بس کوچ میں بیٹھا دو۔آگے سے خود ہی تمہارے ماموں لوگ آکر لے جائیں گے۔""

اس نے بحث کرنی چاہی۔تو فاطمہ نے ادھر ہی ٹوک دیا۔

""بس بس آج ماں کو گھر لے جاؤ اور تم بھی آرام کرو شکل پہ لکھا ہوا ہے۔تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی۔""

اس نے جمائی روکتے ہوئے چہرے پہ ہاتھ مارا۔

""اصل میں کل آفس سے نکلتے نکلتے صبح کے چار بج گئے تھے۔اس لئے۔۔۔،،

فاطمہ نے اپنے قریب بیٹھے اپنے اکلوتے بھتیجے کو صدقے واری ہوتی نظروں سے دیکھتے ہوئے اسکے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرا اور ماتھے پہ بوسہ کیا۔ساتھ ہی پوچھنے لگیں۔

""عافیہ پسند آئی ہے۔""

انکے انداز پہ وہ کھل کر مسکرایا۔آنکھوں کے سامنے اسکا روتا اور کانپتا ہوا سراپا گھوم گیا۔

""سچی بولوں تو پھوپھو اس عورت میں ایسا کیا ہے جسے پسند کیا جائے؟۔ویسے وہ ایمپریس کرنے میں

ایڑھی چوٹی کا زور لگا رہی ہے۔مزے کی بات بتاؤ جب میں صبح گھر گیا تھا۔خوشبو سے لگ رہا تھا۔جیسے کھانا بنایا گیا ہے۔ساتھ ہی کپڑے دھونے کے آثار بھی نظر آئے۔اور سب سے بڑا شاک میرا کمرہ صاف کیا گیا ہوا تھا۔" پھوپھو اور سفینہ کے چہرے پہ نظر آنے والے تاثرات دیکھ کر اس نے قہقہہ مارا۔

"سچی میں بی بی اپنی پوری کوشش سے میدان میں کودی ہے۔بچوں کے ساتھ بھی بڑی اچھائی کی جا رہی ہے۔اب آپ دونوں مجھے گھورنا بند کریں اور پہلی فرست میں اپنی چہیتی کو سمجھایئے گا کہ بی بی ضارب سیال ایک مرد ہے۔کوئی گھامڑ نہیں جس کے دل کا راستہ معدے سے گزرتا ہو۔اس لئے اپنی انرجی ضائع نہ کرے ابھی تو بغیر تنخواہ کے نہ جانے کب تک خدمتگار بن کر رہے گی۔"

سفینہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکا۔

"اگر تمہارے دل میں اس معصوم کے لئے جگہ نہیں بنی تھی تو یہ قدم اٹھایا ہی کیوں؟۔"

اسنے بالوں کو ہاتھ سے سیٹ کیا اور مزے سے بولا" آپ نے میری ساری راہیں بند کی ہوئی تھیں۔جب دیکھو ایک ہی بات شادی کر لو اور شادی کے نام پر ہر دفعہ ایک ہی نام عافیہ صاحبہ۔۔۔۔۔۔اچھا چھوڑیں یہ باتیں پھوپھو میں گاڑی قریب لاتا ہوں آپ سامان دیدیں تو نیچے رکھ آؤ۔"

پھر اس نے باری باری سارا سامان گاڑی تک پہنچایا۔لنچ بھی باہر سے ہی پیک کروا کر لے آیا۔احد نے حسب عادت فاطمہ اور ضارب کی خوب دوڑ لگوائی۔وہ بھاگ بھاگ کر سفینہ کی طرف ہی جانا چاہتا۔جو اسکو اٹھانے کی پوزیشن میں بالکل نہیں تھیں۔

شکر کیا جب ڈاکٹر نے چھٹی دی۔اماں کو وہیل چیئر پر ہی گاڑی تک لایا تھا۔راستے میں فاطمہ نے بہت اصرار کیا کہ ضارب انہیں کوچ میں بیٹھا کر ہی گھر جائے مگر وہ بھی انہی کا بھتیجا تھا۔سیدھا گھر ہی لایا۔

"فکر کیوں کرتی ہیں؟۔

"انشاءاللہ۔آج کی تاریخ میں ہی آپ اپنے گھر ہونگی۔"

ہار کر انہوں نے بھی کہنا بند کر دیا۔

☆......☆......☆

وہ جوں سوئی کوئی ہوش ہی نہ رہا۔ مصطفی نے نرم نرم ہاتھوں سے اسکو کندھے سے ہلاتے ہوئے آواز دی۔ تو وہ اک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کچھ لمحے تو اجنبی جگہ کو سمجھنے میں لگے۔ پھر یونہی شرمندہ سی بیڈ سے اتر آئی۔

"""مصطفی تم کب آئے؟۔کیا میں اتنی دیر سوتی رہی ہوں۔"""

مصطفی نے اپنے جوتے اتارتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

""نہیں کچھ زیادہ دیر نہیں سوئی ہیں۔ کیونکہ میں ابھی ہی آیا ہوں۔"""

اس نے دوپٹہ کھول کر اوڑھا۔اور بولی۔

"""چلو منہ ہاتھ دھولو میں کھانا نکال دیتی ہوں۔""""

پھر یاد آیا کہ کھانا تو اس نے ابھی بنایا ہی نہیں۔تو مزید شرمندگی ہوئی۔ کیونکہ بھابھی تو گیارہ بجے سے ہی کھانا تیار کروا کر رکھ دیتی تھیں۔ منہ پر پانی کے چھینٹے مار کر پلو سے چہرہ صاف کرتی کچن میں آ گئی۔فریج کھول کر جائزہ لینے پر دو مولیاں رکھی نظر آئیں۔ جنہیں نکال کر اسی وقت کدوکش کر کے پراٹھا بنا کر ساتھ میں اورنج جوس سے گلاس بھر کر ٹیبل پر رکھا ہی تھا۔ کہ مصطفی یونیفارم بدل کر آ گیا۔

"""مصطفی جان تم کھانا کھاؤ اور میں نماز پڑھ لوں قضا ہو رہی ہے۔""""

مصطفی کے سر ہلانے پر وہ کچن سے نکل آئی۔وضو کر کے نماز پڑھ کر واپس کچن میں ہی آئی۔اور حیران کی حیران رہ گئی۔ مصطفی میز پر خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا اور روٹی ویسی کی ویسی دھری تھی۔

"""مصطفی بیٹا کھانا کیوں نہیں کھایا؟۔"""

اس نے چونک کر سر اٹھایا اور عافیہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

""پری میں آپکا انتظار کر رہا تھا۔آجائیں ساتھ میں کھانا کھاتے ہیں۔"""

ایک طرف یہ پیارے دل والا معصوم بچہ تھا۔جو ایک اجنبی عورت کو اتنی عزت اور اہمیت دے رہا تھا۔ کہ خواہ مخواہ میں عافیہ کو اپنا وجود بہت اہم لگنے لگتا۔مگر ساتھ ہی ضارب سیال کے الفاظ سماعت میں جاگے۔

"""تمہاری حیثیت اس گھر میں خرید کر لائی لونڈی سے زیادہ نہیں ہے۔""""

ایک یہ سات سال کا بچہ تھا۔جس سے ملے ہوئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے۔اور وہ اس کے انتظار

میں کھانے سے ہاتھ روک کر بیٹھا ہوا تھا۔اور ایک اسکا ماں جایا بھی اسی دنیا میں ہی تھا۔جس نے کبھی جھوٹے منہ یہ نہ پوچھا تھا۔کہ بہن میرے گھر میں کولہو کے بیل کی طرح دن رات جتی رہتی ہو کبھی دو گھڑی رک کر سانس بھی لیا؟۔""

آنکھوں کی نمی چھپانے کیلئے سنک کی جانب بڑھ گئی۔اور جھوٹ بولا۔

""میں نے کھانا کھالیا ہوا ہے۔مصطفیٰ جان یہ بس آپکے لئے ہے آپ کھاؤ۔""

""اور میں آپکی دادو کے لئے کھانا بنالوں۔"" مصطفیٰ کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر اسے مزید دھچکا لگا۔تو فوراً بولی۔

""ہاں البتہ جوس پینے میں تمہارا ساتھ ضرور دونگی۔""

اپنے لیے جوس کا گلاس نکال کر پینے لگی۔پہلا سپ لیتے ہی اک سوال ذہن میں آیا۔کھانا کب کا کھایا ہوا ہے؟وہی جو کل رات کو مصطفیٰ کے بنے ہوئے سینڈوچ کھائے تھے؟۔

مصطفیٰ نے کھانا ختم کیا۔اور کتابیں لے کر بیٹھ گیا۔مگر رہا کچن میں ہی جہاں پر وہ اپنے ماہر ہاتھ چلاتے ہوئے کھانا بنانے میں مصروف تھی۔جب تک وہ فارغ ہوئی مصطفیٰ کا قاری سپارہ پڑھانے آ گیا۔مصطفیٰ وضو کر کے ڈرائنگ روم میں گیا۔تو عافیہ نے ایک گلاس میں جوس اور ساتھ میں کھیر کی ایک پیالی ٹرے میں رکھ کر اندر قاری صاحب کو دی۔

یہاں بھی مصطفیٰ نے خوش ہوتے ہوئے فٹ سے تعارف کروا دیا۔

وہ عصر پڑھ رہی تھی۔جب گاڑی کے ہارن کی آواز آئی تھوڑی دیر بعد ہی احد کے اُونچا اُونچا رونے اور فاطمہ کے بولنے کی آوازیں گھر میں گونجیں۔

وہ دعا آدھی ادھوری چھوڑ باہر آئی۔

""اسلام علیکم چچی۔""

فاطمہ نے خوش دلی سے اسکی صبیح پیشانی پر بوسہ لیا۔""وعلیکم اسلام جیتی رہو!۔""

""اور بھئی سنبھالو اپنے بیٹے کو اف یہ تو تگنی کا ناچ نچانے والوں میں سے ہوگا۔اتنی سی عمر میں اسکا یہ عالم

ہے۔کیا مجال ہے۔جو دو سیکنڈ بھی زبان منہ میں کی ہو سارا راستہ روتا ہوا ہی آیا ہے۔"""

جسکی شان میں فاطمہ یہ قصیدے پڑھ رہی تھیں۔وہ عافیہ کی گود میں آتے ہی آنکھیں مسلتا تھکے ہوئے انداز میں اس کے کندھے سے سر مارتے ہوئے مچلنے لگا۔مگر رونے میں کمی ہوگئی۔فاطمہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

عافیہ اسے ساتھ لگائے اسکے کمرے میں لے گئی۔نپی کے ساتھ ساتھ کپڑے بدلنے سے پہلے اسکو بے بی آئل کی مدد سے ٹانگوں پر ہلکی ہلکی مالش کی۔پھر ڈھیلی ڈھالی سی شلوار قمیض ڈال کر باہر لائی۔فیڈر بنا کر دیا۔جسے ختم کرتے ہی احد صاحب مست مگن ہوگئے۔احد کو واکر میں ڈال کر سیدھی سفینہ کے کمرے میں آئی۔ایک دفعہ پھر سلام میں پہل کی۔

""اسلام وعلیکم آنٹی سوری میں احد کے کپڑے بدلنے لگ گئی تھی۔"

سفینہ کو ضارب بیڈ پر بیٹھا چکا تھا۔ٹانگ کے نیچے تکیہ رکھتے ہوئے اس نے اک پل کو عافیہ پر نظر ڈالی جو پشیمان سی دروازے کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔

"ارے ادھر آؤ۔۔۔میری جان سوری والی تو کوئی بات ہی نہیں کیوں شرمندہ کر رہی ہو۔۔۔"

سفینہ کے اشارے پر وہ انکے قریب آکر بیٹھ گئی۔سفینہ نے بھی فاطمہ کی طرح اسکے ماتھے پر پیار کیا۔

ضارب آنکھیں گھماتا ہوا دواؤں والا بیگ کھول کر بتانے لگا۔کونسی گولی درد کے لئے لینی ہے۔اور کونسی زخم بھرنے کے لئے کام آنی ہے۔

سفینہ سے زیادہ عافیہ نے ساری ہدایات غور سے سنی تھیں۔

ضارب نے دواؤں والا بیگ وہیں بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا اور خود کمرے سے نکل گیا۔

اُس کے جاتے ہی عافیہ نے سکون کا سانس لیتے ہوئے چارج سنبھال لیا۔دوائیں ایک دفعہ کھول کر ساری روٹین ذہن میں دہرانے کے بعد دراز میں ڈال دیں۔پھر اماں سے پوچھا۔

""آنٹی آپ کے لئے کھانا لاؤں؟۔""

سفینہ نے غور سے اسکو دیکھا۔ایک دفعہ پھر اپنے قریب آکر بیٹھنے کا بولا۔وہ آگئی تو شفقت کے ساتھ مخاطب ہوئیں۔

""آنٹی نہیں۔اب میں تمہاری بھی اماں ہوں۔تمہیں اندازہ نہیں ہے بیٹی کہ میں تمہیں اس گھر میں دیکھ کر کتنی خوش ہوں۔۔میرے احد اور مصطفیٰ کے لئے تو یہ حادثہ رحمت بن کر آیا ہے۔عام حالات میں ضارب جیسا اونٹ کبھی قابو نہ آتا۔""

اندر آتے ہوئے وہ ماں کی آخری بات سن چکا تھا۔اسلئے گھوری سمیت بولا۔

""اماں اب مجھے اس شک میں مبتلا نہ کریں۔کہ آپ اس عورت کو میری زندگی میں لانے کی خاطر اپنی جان سے کھیل گئیں۔""

سفینہ نے ملامت بھری نظروں سے دیکھتے اسے کہا۔"" کبھی تو سوچ سمجھ کر بول لیا کرو۔""

""میری بات غور سے سنو کسی دن ایک چھوٹا سا فنکشن رکھ لو۔اپنے چچا لوگ اور مصطفیٰ کے ننھیال والوں سے سب کو بلا لینا تا کہ سب کو تمہارے نکاح کا علم ہو جائے۔""

اپنے موبائل کی سکرین پر دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ساتھ تیزی سے ٹائپ کرتے ہوئے اس نے اک نظر ماں کو دیکھا۔

""آپ بھی نہ ایسے بول رہی ہیں۔جیسے میں نے نکاح نہیں کیا بلکہ کوئی نیا ملک فتح کر لیا ہے۔کوئی ضرورت نہیں کسی پارٹی کی اور نہ ہی میرے پاس وقت ہے۔""

تب ہی باہر فون کی بیل ہوئی۔تو وہ اٹھ کر باہر نکل گیا۔

سفینہ نے عافیہ کے ہاتھ پر اپنا تسلی بھرا ہاتھ رکھا۔""اس کی باتوں کو محسوس نہ کرنا۔""

عافیہ بولی کچھ نہیں پر دل میں ضرور سوچا کہ اگر میں اسکی باتوں کو محسوس کر بھی لوں تو میرے پاس آپشن کیا ہے؟

سفینہ اس سے مزید ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں۔

فاطمہ تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کو دوسرے کمرے میں لیٹ گئیں تھیں۔مصطفیٰ دھیرے دھیرے انکا سر دباتے ہوئے اپنے سکول کے قصے سنا رہا تھا۔ضارب نے دروازے میں ہی کھڑے ہو کر فاطمہ کو مخاطب کیا۔

""پھوپھو امتیاز کا فون تھا۔کہہ رہا ہے رابعہ کو لاہور لے آیا ہے۔آپ بھی تیار ہو جائیں۔ہم بھی چلتے

ہیں۔'''وہ اتنا کہہ کر اپنے کمرے میں تیار ہونے کی نیت سے بڑھ گیا۔
فاطمہ بھی اسی پل بستر سے بڑبڑاتے ہوئے نکل آئیں۔
'''اسکی طبیعت خراب تھی۔تبھی میرے دل کو بے سکونی لگی ہوئی تھی۔'''
سفینہ نے تسلی دی۔'''آپا کیوں فکر مند ہوتی ہیں۔اللہ نے کیا تو سب خیر خیریت سے ہو جائے گا۔ڈاکٹر بھی اعتبار والی ہے۔مصطفیٰ کی دفعہ فارحہ کا کیس بھی اسی نے کیا تھا۔'''
انکی بات ابھی پوری نہیں ہوئی تھی کہ ضارب بالوں کو تولیے سے رگڑتا ہوا منہ پھلا کر ماں کے سامنے تھا۔
'''اماں ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں۔میرے کپڑے دھوبی کے پاس بھیجنے دیا کریں۔اب میں کیا پہن کر جاؤں؟ ایک بھی سوٹ استری شدہ نہیں۔'''
سفینہ سے پہلے فاطمہ بول اٹھیں۔'''استری نہیں ہیں تو ہو جاتے ہیں۔اتنا شور کیوں ڈالتے ہو ماں پہ سارا رعب نکلتا ہے۔کبھی بیوی سے تو اسطرح سوال نہ کیا تھا۔'''
کمرے میں محسوس کی جانے والی خاموشی چھا گئی۔
'''اسکا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے۔دوسری بات یہ کہ وہ بیچاری اب زندہ بھی نہیں۔تو آپ بھی نہ انرجی ضائع کریں۔اور اٹھ کر ایک سوٹ استری کر کے دیں۔"
کہنے کے ساتھ موقع دیئے بغیر فاطمہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ لے گیا۔عافیہ احد کے ساتھ مصروف تھی۔جو کے تھوڑی سی واکر چلا کر کبھی اس کے قریب آتا کبھی دور بھاگ جاتا اور جب سمجھتا کہ عافیہ اسے پکڑنے میں ناکام ہوئی ہے تو تالیاں بجا کر ہنسنے لگتا۔
فاطمہ فارغ ہو کر واپس آئیں تو عافیہ نے کھانے کا پوچھا۔
'''نہ بچے دوپہر کو کافی بھوک لگی تھی۔تب خوب پیٹ بھر کر کھا لیا۔ابھی تک بھوک کا ذرا احساس نہیں ہوا۔ بس اچھی سی الائچی والی چائے پلا دو جب تک تمہارا میاں تیار ہو جاتا ہے۔ورنہ وہ تو چائے بھی نہیں پینے دے گا۔'''
عافیہ فوراً کچن کی جانب بڑھ گئی۔مگر ہوا وہی جو فاطمہ کہہ چکی تھیں۔وہ تیار ہونے کے بعد کمرے سے نکلا تو

ایک پل کو رکنے کے لئے تیار نہ تھا۔

عافیہ نے چائے تھرمس میں ڈال کر ساتھ میں فریج میں رکھا کیک بھی پیک کر کے دے دیا۔

ایک لمحے کو دل سہا بھی کہ کہیں اماں نہ کہہ دیں کیا ضرورت تھی۔ ساتھ میں کیک دینے کی اسکی پہلی ساس ایسی ہی تھیں۔

جبکہ عافیہ کا ہاتھ شروع سے کھلا تھا۔ نہ کم ناپا جاتا نہ دیا جاتا۔ اسکو یہ یاد نہیں تھا۔ کہ تب کس کلاس میں پڑھتی تھی۔ پر ایک دن امی ابوا سے گھر پر دادی کے پاس چھوڑ کر کسی فوتگی پر گئے تھے۔ اسکا رونا بند کرنے کے لئے انہوں نے اسکو پچاس روپے دیئے۔ ابھی صرف پانچ روپے کی چیزیں لی تھیں۔

جب گلی میں اپنی دوستوں کے ساتھ کھیلنے میں مصروف تھی۔ ایک مانگنے والا آیا۔ جس کی کہانی نجانے فرضی تھی۔ یا اصل مگر عافیہ کا دل بھر آیا ہاتھ میں پکڑے پیسوں میں سے پہلے دس روپے اس آدمی کو دیئے جنہیں لیکر وہ آگے چل پڑا۔ پھر اس نے آواز دیکر اسے روکا اور بیس روپے اور دے دیئے اپنے پاس صرف پندرہ رہ گئے۔ جب مانگنے والا چلا گیا۔ تو دل میں افسوس جاگا۔ کہ کیا تھا۔ جو سارے پیسے مانگنے والے کو ہی دے دیتی۔ یہ افسوس اگلے کئی ماہ تک اسکے ساتھ رہا تھا۔

کھانا اور دوا وغیرہ لینے کے بعد سفینہ سوگئی تھیں۔ احد بھی کل کی نسبت آج آٹھ بجے ہی سو گیا۔ وہ کچن سمیٹ کر نکلی۔ تو مصطفیٰ ٹی وی کے آگے بیٹھ کر اپنے باپ کا لائیو آتا شو دیکھنے میں اس قدر گم تھا۔ جیسے ساری دنیا میں اس سے اچھا اور ضروری اور کوئی کام نہ رہ گیا ہو۔

وہ بھی آ کر خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اب وہ ہر جانب دیکھ رہی تھی سوائے ٹی وی سکرین کے جسے وہ صرف تب دیکھتی جب ضارب کی بجائے کوئی اور بول یا نظر آ رہا ہوتا۔

دس بجے تک یہ سلسلہ چلتا رہا شو کے ختم ہوتے ہی مصطفیٰ ہوش میں آتے ہی خود سے بولا

"مائے فادر از آ فریکنگ جینیس۔"

اسکی بات سن کر عافیہ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ مصطفیٰ پوچھنے لگا۔

"پری آپ بتائیں۔ آپکو میرے پاپا کیسے آدمی لگتے ہیں؟۔

مصطفیٰ کے سوال پر عافیہ کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ پھر بولی۔ ''سچ بتاؤں یا کہ جھوٹ؟؟۔۔''

اس کے سوال پر مصطفیٰ کھل کر انجوائے کرتا ہوا بولا'' سچ بتائیں سچ ڈرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔''

عافیہ اسکی بات سے متاثر ہوتے ہوئے بولی۔'' یہ بات ہے۔تو سنو مجھے ضارب صاحب ایک خوفناک خونخوار اور انتہائی زہریلے آدمی لگتے ہیں۔ان کا بولا ہر لفظ طنز میں ڈوبا تیر ہی ہوتا ہے۔''

دو تین سیکنڈ تک مصطفیٰ پوری کی پوری آنکھیں پھاڑے اسکو حیرت سے دیکھتا رہا۔

پھر ٹھٹھا کر کے ہنستا چلا گیا۔

مصطفیٰ کو بیڈ میں ڈال کر اس نے خود نماز پڑھی پھر سفینہ کے کمرے میں ہی آ گئی۔

جنہیں جاگتے ہوئے پایا اسکو دیکھتے ہی بولیں۔

''عافی بیٹا ذرا ضارب کو فون کر کے رابعہ کی طبیعت کا تو پوچھو ہو سکے تو اس سے کہنا فاطمہ سے بات کروا دے۔تو تفصیل سے پوچھ لینا۔''

عافیہ کا یہ سوچ کر ہی بی پی لو ہونے لگا۔براہ راست ضارب سے بات کرنی ہے۔فوراً بولی۔

'' آپ کا موبائل لا دیتی ہوں۔اماں آپ خود پوچھ لیں۔''

سفینہ نے نفی کی۔''میرے فون میں بیلنس نہیں ہے۔''

'' گھر والے نمبر سے ہی کرو۔نمبر فون بک میں ہی لکھا ہوا ہے۔''

مرتا کیا نہ کرتا کے مترادف سیٹنگ ائریا میں رکھے فون سٹینڈ تک آئی۔بک اٹھا کر دیکھنے لگی پہلے ہی صفحے پر ضارب سیال کا نمبر درج تھا۔مگر انگلیاں وہ نمبر ٹائپ کرنے سے مکمل انکاری تھیں۔پھر ایک خیال آیا کہ کیوں نہ امتیاز بھائی سے ہی پوچھ لوں۔اللہ کا شکر کر کے نمبر ملایا۔تیسری بیل پر دوسری طرف سے آنے والی آواز پر وہ ہکلا کر رہ گئی۔

''ہیلو۔''

وہ یقیناً ضارب ہی تھا۔کیونکہ امتیاز بھائی کی عادت اور آواز سے وہ واقف تھی۔وہ اکھڑ اور روٹھا مار لہجے میں ہرگز بات نہیں کرتے تھے۔

دوسری جانب وہ جان گیا تھا۔فون گھر کے نمبر سے آیا ہے۔ اماں تو فون تک آنے سے رہیں۔تار اتنی لمبی ہے نہیں کہ اندر اماں کے کمرے تک جاتی۔''
دماغ میں ساری کیلکولیشن کرنے کے بعد وہ جان گیا تھا کہ دوسری طرف وہی ہے۔تبھی آواز کو بارعب بناتے ہوئے غصے سے پوچھا۔
''تم نے فون بات کرنے کے لئے کیا ہے؟۔یا مجھے بل پڑوانے کے لئے۔۔!!۔۔''
عافیہ کی ہتھیلیوں میں پسینہ آگیا۔جی چاہا فون بند کر دے پر ہمت کر کے پوچھا۔
''کیا یہ امتیاز بھائی کا نمبر ہے۔''
دوسری طرف سے لٹھ مار جواب آیا۔'' کیا تمہیں نہیں علم کے تم نے کس کا نمبر ملایا تھا؟۔۔''
اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔''وہ اماں پوچھ رہی ہیں۔رابعہ بھابی کی طبیعت کیسی ہے؟۔۔۔''
اس نے جواب دینے کی بجائے نیا سوال کر دیا۔
'کیا اماں نے بولا تھا۔تم امتیاز کو فون کر کے پوچھو؟؟۔۔''
عافیہ کا جی چاہا اپنا سر ہی پیٹ لے کونسا لمحہ تھا جب کال ملائی۔
''انہوں نے کہا تھا۔آپکو کال کروں۔''سچ کہنا ہی پڑا۔
''تو پھر تم نے میری بجائے اسکا نمبر کیوں ملایا؟؟؟۔۔
کاش کوئی جادو کی چھڑی ہوتی تو وہ اسی لمحے خود کو دنیا سے ہی غائب کر لیتی۔خاموشی زیادہ لمبی ہوتی جا رہی تھی۔۔عافیہ کی آنکھوں میں بے بسی سے آنسو آگئے۔ملتجی لہجے میں بولی۔
''پلیز بتا دیں۔رابعہ بھابی کیسی ہیں۔ڈاکٹر کیا کہتی ہے؟۔۔''
جواب میں وہ بڑے تحمل سے بولا۔''تم نے امتیاز کو کال کی ہے۔وہ باہر میڈیکل سٹور تک گیا ہوا ہے۔دس منٹ بعد فون کر کے پوچھ لینا۔تب تک وہ آجائے گا۔''
ساتھ ہی لائن بے جان ہوگئی۔
کس قدر عجیب اور مشکل آدمی ہے۔وہ واپس سفینہ کے پاس آئی۔ساری بات بتا دی۔اور کیا کرتی؟

سفینہ اسکی رونی صورت دیکھ کر ہنستے ہوئے بولیں۔

"جاؤ دوبارہ کال کرو۔اس دفعہ امتیاز کو مت کرنا بلکہ ڈائریکٹ اپنے شوہر کو کرو۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں انہیں کال نہیں کرونگی۔اماں مجھے ان سے ڈر لگتا ہے بات بھی ایسے کرتے ہیں۔جیسے کچا چبا جائیں گے۔"

سفینہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی بیٹے کی تو رگ رگ سے واقف تھیں۔اور بہو کو یہ سب ابھی سمجھنے میں دیر لگنی تھی۔ اس وقت میں انہیں عافیہ کا بھرپور ساتھ دینا تھا۔

"میں کہہ رہی ہوں ناں۔وہ کرو جاؤ شاباش۔"

وہ بے دلی سے پھر باہر آئی کاپی سے دیکھ کر نمبر ملایا۔بیل جاتی رہی جاتی رہی جب اسکو امید ہوئی کہ وہ نہیں اٹھائے گا۔اس کی آواز آئی۔

"اگر یوں اس حساب سے اماں کا ہر حکم مان کر چلوگی۔عافیہ بی بی تو زندگی بڑا خوار کرے گی۔کیونکہ ہیں تو وہ تمہاری ساس ہی۔۔"۔

ضارب کی اتنی لمبی بات کے جواب میں اس نے پہلا فقرہ دوہرا دیا۔۔

"اماں کہہ رہی ہیں۔رابعہ بھابی کی طبیعت اب کیسی ہے؟۔۔"۔

جب وہ بولنے لگا تو عافیہ نے سوچا کاش خاموش ہی رہتا۔

اماں بھی ناکمال عورت ہیں۔ایک بیٹے کی ماں ہیں۔دو پوتوں کی ڈلیوری کے وقت وہاں بہو کیساتھ موجود تھیں۔مگر پھر بھی یہ عورتیں یوں ریکٹ کرتی ہیں۔جیسے ہیومن برتھ پراسس سے بالکل ہی لاعلم ہیں یہی وجہ ہے۔ ڈاکٹر لوگ انکو چھٹی لگا جاتی ہیں۔اچھا بھلا نارمل کیس اٹھا کر سیزرین کر دیتی ہیں۔تاکہ بل زیادہ بنا لیں اس کے بدلے میں ماں یا بچے پر کیا بیتے انکی بلا سے۔۔"۔

عافیہ چپ ایسے کے کبھی زندگی میں نہ بولی ہوگی۔اور وہ کہہ رہا تھا۔

"ان سے کہو رابعہ ابھی لیبر روم میں ہے۔پھوپھو بھی ادھر ہی ہیں۔جب بھی کوئی خبر ملی خود ہی فون کر کے بتا

دونگا۔''۔لائن ایک دفعہ پھر بے جان ہوگئی۔

اس نے آکر سفینہ کو بتایا۔ساتھ ہی پوچھا۔۔''اماں آپکو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟۔۔''۔

سفینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

''ذرا ایک درد کی گولی دے دو۔درد کی وجہ سے نیند بھی نہیں آرہی ہے۔''۔

اس نے دراز میں سے گولی نکال کر دی ساتھ پانی کا گلاس دیا۔اماں گولی لینے کے بعد واپس لیٹ گئیں۔

اسے بھی بولا۔

''تم خود بھی سو جاؤ کل سے بھاگ دوڑ ہی کر رہی ہو۔اچھے مطلبی وقت پر تمھیں لائی ہوں۔اپنی خدمتیں کروانے کے لئے۔''۔

اس نے شرمندگی سے ان کی طرف دیکھا۔بولی

''آپ جانتی ہیں۔میری حیثیت کیا تھی۔اور اب آپ نے کیا بنادی ہے۔''

سفینہ نے فوراً اسکو ٹوکا۔''میرے بچے ایسے نہیں کہتے۔تم تو اتنی اچھی بچی ہو۔یہ تو ضارب نہیں مانتا تھا۔نہیں تو میں کب کی تمھیں بیاہ کر اس گھر میں لے آئی ہوتی۔''

عافیہ نے انکے اوپر پڑا کمبل درست کیا اور اپنے تاثرات چھپاتے ہوئے بولی

''اماں اگر وہ کہیں اور شادی کرنا چاہتے تھے۔تو آپکو نہیں اس رشتے کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

سفینہ نے غور سے اسے دیکھا پھر بتانے لگیں۔

''میں نے ایک دفعہ اسکو یہ حق دیکر نتیجہ دیکھ ہی نہیں لیا۔بلکہ بھگت بھی چکی ہوں۔فارحہ سے شادی اس نے اپنی مرضی سے کی تھی۔میں نے بھی اسکی خوشی کو مدنظر رکھتے ہوئے بڑے چاؤ سے فارحہ کے لاڈ اٹھانے چاہے تھے۔مگر اسکو مطلب رہا تو صرف ضارب کی ذات سے باقی ایک ماں تو دور کی بات۔اسکو اپنے بچوں تک کا وجود برداشت نہ تھا۔انکی شادی کو ابھی ایک ماہ بھی نہیں ہوا تھا۔جب فارحہ کو مصطفیٰ کی خوشخبری مل گئی۔ماں بننے کا کیا علم ہوا۔اس نے تو رو رو کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا۔کیونکہ وہ بچے چاہتی ہی نہ تھی۔اس کے مطابق وہ صرف تیئس سال کی عمر میں ہی بچے پیدا کر کے بڈھی مائی نہیں بننا چاہتی تھی۔ابھی اس نے کورس کرنے کے لئے

امریکہ کی یونیورسٹی میں داخلہ لینا تھا۔ کریئر بنانا تھا۔ بچوں کا اسکے فیوچر پلان میں کوئی حصہ تھا۔ نہ ذکر۔۔۔۔۔۔ یہ تو ضارب نے نہ جانے کیا جھوٹ سچ مار کر اسکو راضی کیا۔ جو بھی تھا۔ دونوں کو تب ایک دوسرے سے محبت تو تھی۔۔۔۔۔ اور یہ تو مجھے بہت بعد میں علم ہوا۔ ضارب سے شادی اس نے کی ہی اسلئے تھی۔ وہ اکلوتا ہے۔ شادی سے پہلے ہی ضارب سے وعدہ لے چکی تھی۔ کبھی بچوں کا مطالبہ نہیں کرے گا۔ میرا پاگل بیٹا سوچ رہا تھا۔ شادی کے بعد خود ہی فارحہ کی سوچ بدل جائے گی۔ بھلا کون انسان بچے نہیں چاہتا۔ مگر وہ اللہ کی بندی نہیں بدلی۔۔۔۔ مصطفیٰ کو اس نے ایک دن بھی اپنے سینے سے نہیں لگایا۔ وہ تین ہفتوں کا تھا۔ جب اسکو میری جھولی میں ڈال کر خود امریکہ کوئی کورس کرنے چلی گئی تھی۔ وہاں سے فون پر شوہر کے ساتھ ہر وقت رابطہ رہتا۔ مگر بیٹا کسی گنتی میں نہیں تھا۔ تین چار سال تک تو اس نے مصطفیٰ کو اپنے قریب پھٹکنے تک نہیں دیا۔ بعد میں نہ جانے کیا ہوا۔ خود ہی اسکو کبھی ہوا تو پارک یا اپنی ماں کی طرف لے جاتی۔ ہاں بنک میں آفسر بہت بڑی بن گئی۔ قید و بند اسے نہ پسند تھے۔ نہ اس نے برداشت کیے۔ نہ ہی ہم نے اسکو اسکی مرضی کے خلاف چلایا۔"

"بیٹی مصطفیٰ کی پیدائش کے بعد سے وہ مسلسل پرہیزی دوائیں لیتی رہی کہ کہیں دوبارہ سے بچے کی الجھن نہ پڑ جائے۔ مگر انسان آخر ہے تو انسان ہی نہ رب تو نہیں بن سکتا۔ دوائیں لینے کے دوران ہی احد ہونے والا ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر وہی سین تیس سال کی عمر میں بھی وہ بیس بائیس کی لگتی تھی۔ بیٹی احد کی مرتبہ ضارب نے آ کر مجھے بتا دیا۔ اس دفعہ کام اس کے بس کا نہیں اگر ماں تم اس عورت کو اسکے ارادوں سے باز رکھ سکتی ہو تو روک لو ورنہ وہ ہسپتال کی اپائنٹمنٹ لے چکی تھی۔ میں نے اپنا دوپٹہ تک اسکے قدموں میں رکھ دیا۔ وہ مانی تو اس شرط پر کہ بچہ پیدا کرنے کے بعد ضارب اسے طلاق دے دیگا۔ کیونکہ اسکو امریکہ کے ایک بہت بڑے بنک سے نوکری کی آفر آئی ہوئی تھی۔ ضارب چاہتا تھا۔ وہ نوکری کرنا اب بند کر کے گھر کو وقت دے۔ مگر فارحہ بھی اپنی جگہ درست تھی۔ اپنی ساری جوانی لگا کر اس نے اپنی فیلڈ میں اپنا نام بنایا تھا۔ اب یہ چاہتا تھا۔ وہ گھر بیٹھ جائے۔ جبکہ اس کے اندر یہ جراثیم سرے سے موجود ہی نہ تھے۔ احد جب ہونے والا تھا اس دوران وہ اپنے والدین کے گھر ہی رہی ضارب سے پوری طرح ناراضی تھی۔ اس بچاری کا شائد وقت ہی ایسے لکھا تھا۔ عمر ہی اتنی لکھوا کر لائی تھی۔۔۔۔۔ احد پیدا ہوا ہے۔ ساتھ ہی اسکو ہیوی بلیڈنگ شروع ہو گئی۔ اچھی بھلی ہنستی بولتی اندر گئی تھی۔ ہمیشہ کے

لئے خاموش ہو کر واپس آ گئی۔ مجھے اسکا دکھ بہت ہے بیٹی میرے بچے نے دن دیکھا نہ رات اپنی ازدواجی زندگی کا بھرم رکھنے میں اپنے حق تک سے منہ موڑ لیا۔ شائد اللہ پاک کو اسکی یہی بات پسند آ گئی جو اس کا یوں بھرم رہ گیا۔ ورنہ شادی کے آٹھ سال بعد اس نے آزادی مانگ کر اسے بڑا دکھی کر دیا تھا۔ اللہ اسکی بخشش کریں۔ وہ بری بالکل نہیں تھی۔ بس اسکی سوچ جدا تھی۔"

سفینہ نے اپنے آنسو آنچل میں سمیٹے۔ عافیہ کا ششدر ذہن ان سب پزل کے پیسوں کو اکٹھا کر کے پوری تصویر بنانے میں مصروف تھا۔ سفینہ اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولیں۔

"عافی ان دونوں بچوں نے نہ تو ماں کے وجود کو محسوس کیا ہے۔ نہ پیار ہی دیکھا ہے۔ میں نے مصطفیٰ کی ابتدائی تربیت بڑی بااصول کی ہے تم اسکی شخصیت میں کوئی کسی قسم کا احساس محرومی ڈھونڈنے سے بھی نہ تلاش کر پاؤ گی۔ وہ صرف میری گود سے واقف ہیں۔ تم انکو اپنا سمجھو گی، پیار دو گی، تو یقین مانوں وہ تمہیں تمہارا پیار دوگنا کر کے لوٹائیں گے۔ وہ ایسی نرم مٹی ہیں۔ جسے جس ساخت میں ڈھالو گی۔ ڈھل جائیں گے۔ یہی سمجھنا کے یہ تمہاری اپنی اولاد ہیں۔ ضارب اگر تمہارے ساتھ نامناسب رویہ رکھے بھی تو اسکی سزا بچوں کو مت دینا۔ اپنے سے دور مت کرنا۔ عافی میری جان آج تک تم نے اپنی زندگی میں جو تکلیف اور مشقت اٹھائی ہے۔ سمجھو اللہ نے دنیا میں ہی اسکا انعام دے دیا۔"

عافیہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اماں کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔ اور انکا سرہانا درست کرتے ہوئے۔ انہیں آرام کرنے کا مشورہ دیا۔

سفینہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئیں۔ اور اسکو دعا دیتے ہوئے بولیں۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے۔ جیتی رہو۔"

مین لائٹ بند کر کے نائٹ بلب جلا کر دروازہ ہلکا سا بند کرتی ہوئی سٹور روم میں آ گئی۔ سب کا ایک ایک سوٹ استری کر کے ہینگر پر ڈالنے کے بعد اماں اور بچوں کے تو وہیں رہنے دیئے۔ جبکہ ضارب کا لیجا کر اسکی الماری میں رکھ دیا۔ ایک دفعہ احد اور مصطفیٰ پر نظر ڈال کر واپس اماں کے کمرے میں آ کر انکے بیڈ پر ہی دوسری جانب چادر اوڑھ کر لیٹ گئی۔

سوتے میں اماں کی آواز نے ہوش کی دنیا میں واپس پنچا جو کہہ رہی تھیں۔

'جانتے ہوناں کہ عافی سو رہی ہے۔ پھر جان بوجھ کر یوں اٹھک پٹخ کیوں کر رہے ہو؟"۔

اس نے دراز اور زور سے بند کی۔ اور بولا

"آپ اسکو یہاں اپنے پہلو میں سلانے کے لئے لائی ہیں۔ یا گھر کے کاموں کے لئے؟"

' کیا فائدہ اسکا؟۔ گر صبح کے چار بجے میں نے ہی آپکو چائے بنا کر دینی ہے۔"

اسکی آواز اتنی اونچی تھی۔ قبر کے مردے بھی اٹھ کر بیٹھ جاتے۔ اور کہتے بھائی تو بول لے ہمارے آرام کی خیر ہے۔ وہ تو پھر بڑی کچی نیند سوتی تھی۔ سوتے میں بھی دوپٹہ سر اور سینے پر اسی طرح لپٹا ہوا تھا۔ جیسے جاگتے میں رہتا۔ ڈھیٹ بن کر اس سے مزید لیٹا نہ رہا گیا۔ تو اٹھ کر بیٹھ گئی

'لو آ گیا اب سکون بچی کی نیند خراب کر دی۔"

سفینہ کے ملامت کرنے پر ضارب نے فقط ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی۔ اور واپس مٹھائی کے ڈبے پر جھکتے ہوئے چڑانے کو بولا۔

"اماں آپ بھی بس کمال ہی کرتی ہیں۔ اچھی خاصی عمر کی عورت کو بچی کہہ رہی ہیں۔"

سفینہ نے اس کے کندھے پر ایک ہاتھ جڑا وہ بیٹھا بھی تو انکے قریب ہی ہوا تھا اور جتاتے ہوئے بولیں۔

" کتنی عمر ہے اسکی جو تم یوں اچھی خاصی عمر پر زور دیکر جتا رہے ہو۔ تم سے تین سال چھوٹی ہی ہے۔ اور ماؤں کے لئے تو اولاد بوڑھی بھی ہو جائے بچی ہی رہتی ہے۔"

عافیہ کچھ بھی کہے بغیر واش روم کی جانب بڑھ گئی

سفینہ چائے کے ساتھ مٹھائی لیتے ہوئے مسلسل ضارب سے باتوں میں مصروف تھیں۔

"" یہ تمہارا کافی کا دوسرا کپ ہے ارادے تو نیک ہیں ناں ؟۔ رات بھر نہیں سوئے ہو۔ اب کیا دن کو بھی جاگنا ہے؟؟۔۔۔

اس نے سپ لیا۔ اور بولا" کچھ ایسا ہی سمجھ لیں۔ اپنی ٹیم کے ساتھ فیصل آباد جا رہا ہوں۔ فکر نہ کریں ہسپتال میں دو تین گھنٹے کی نیند لے لی تھی۔ اور انشاءاللہ رات سے پہلے واپس آ جاؤں گا۔"

سفینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔اور بولیں۔"چلو اگر جانا ضروری ہے۔تو خیریت سے جاؤ مگر دیکھو گاڑی خود نہ چلانا۔۔اس نے مسکراتی نظروں سے ماں کو دیکھا۔اور بولا۔"میں جانتا تھا۔یہ ہدایت ضرور ہونی ہے۔آپ کی تسلی کے لئے بتا دوں۔اپنی گاڑی لیکر ہی نہیں جا رہا ہوں۔ٹیم کے ساتھ انکی وین میں ہی جاؤنگا۔تاکہ راستے میں تھوڑی آنکھ لگا سکوں۔"

عافیہ وضو کر کے نکلی تھی۔سفینہ نے خوشخبری سنائی۔"عافی مبارک ہو۔تمہاری بھتیجی آئی ہے۔آؤ منہ میٹھا کرو۔ہم ماں بیٹا تو آدھی رات کو ہی پارٹی کر رہے ہیں۔"

عافیہ کو خوشی ہوئی۔بے اختیار منہ سے ماشا اللہ نکلا اور بولی

"آپکو بھی مبارک ہو۔رابعہ بھابی اور بچی تو ٹھیک ہیں ناں؟۔۔"

سفینہ نے مٹھائی اسکی طرف بڑھائی تھی۔اس لئے اس نے ایک گلاب جامن کا آدھا پیس اٹھالیا۔اس بات سے بے خبر کے وہ ضارب کا جوٹھا تھا۔

"ہاں خیر سے دونوں ٹھیک ہیں۔کیس نارمل ہو گیا ہے۔اسلیے ڈاکٹر نے اسی وقت چھٹی دے دی۔ضارب ان کو روانہ کر کے ہی آیا ہے"

سفینہ تفصیل بتانے لگیں۔ضارب اس دوران اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔تو سفینہ نے عافیہ کو مخاطب کیا۔

"جاو ذرا اسکے کپڑے وغیرہ دیکھ لو۔پھر سے شور نہ کرے۔اُسکو ابھی فیصل آباد کے لئے نکلنا ہے۔"

عافیہ جی اچھا کہہ کر وہاں سے چل تو پڑی مگر نہ تو ضارب کے کمرے میں داخل ہونے کی جرات ہوئی۔نہ ہی دستک دینے کی۔تو وہیں کھڑی رہی۔دروازے کے باہر۔

چند منٹ بعد ایک دم دروازہ کھلا اور وہ ٹھٹھک کر ادھر ہی رک گیا۔

آنکھوں میں حیرت اور حقارت تھی۔مگر جس کے لئے تھی۔اس نے تو نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔۔۔۔

جب وہ بولا تو آواز دھیمی اور سرد تھی۔

" ویسے کتنا اچھا طریقہ ہے۔ دوسروں کی ضرورتوں کا خیال کر کے انکی زندگی میں اپنی جگہ بنانا۔مگر یاد رکھنا اصل مقام کسی کے دل میں جگہ بنانا ہے۔اور فار چونیٹلی دل کی دنیا میں مکر و فریب کامیاب نہیں ہوتے۔ ایک

بات تو بتاؤ؟ تم نے اپنے شوہر سے طلاق مانگ کر لی تھی۔یا اس نے رحم کھا کر دی تھی؟

وہ وہاں ویسے ہی نظریں جھکا کر خاموش کھڑی رہی۔تو وہ بولا۔

"چلو نہ بولو دیکھتے ہیں۔آخر کب تک یہ خاموشی کا دور چلتا ہے۔"

وہ اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر سٹور روم میں چلا گیا۔تھوڑی دیر بعد استری کا سوئچ آن ہونے کی آواز آئی۔وہ مرے ہوئے قدموں سے سٹور کے دروازے تک آئی۔اور ہمت کر کے آفر کی۔

"مم میں آپ کے لئے کھانے کو کچھ لا دوں؟"۔

استری کرتے ضارب کے ہاتھ اک پل کو تھمے۔اور دوبارہ مصروف ہو گئے۔اور بولا۔

"عافیہ بی بی مجھے اپنے کام کرنے کی عادت بہت پرانی ہے۔اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ جاو یہاں سے۔"

عافیہ نے اپنے منہ پر بڑا تگڑا تھپڑ محسوس کیا تھا۔شام میں وہ اپنے کام زبردستی فاطمہ سے کروا رہا تھا۔اور اسکو یوں دھتکار دیا۔وہ اماں کے کمرے میں واپس جانے کی بجائے بچوں کے کمرے میں آ گئی نماز پڑھ کر سبق میں دھیان دیا۔تاکہ ضارب کی باتیں اور ضارب کا خیال ذہن سے نکل جائیں۔مگر ذہن میں مسلسل چلنے والے سوال اگلا سارا دن کپڑوں کا اتنا بڑا ڈھیر جو اس گھر میں آتے ہی پہلی رات کو دھویا تھا۔اسے استری کرتے احد کا خیال کرتے۔اماں کی واش روم وغیرہ کے لئے مدد کرتے۔یہ خیال ذہن سے چمٹ کر رہ گیا۔آخر زندگی کا یہ کونسا موڑ ہے اور آگے کدھر کو جائے گی۔؟؟

اگلے آنے والے کئی دن ضارب کی تیز طنزیہ نظروں اور زہریلے لفظوں سے بچنے کی کوشش میں آنکھ مچولی کھیلتے گزر گئے۔

اس نے اپنے آپ کو بچوں میں پوری طرح مگن کر لیا۔تاکہ کوئی اور خیال ذہن و دل تک رسائی ہی نہ کر سکے۔ویک اینڈ پر فاطمہ کا فون آ گیا۔پوتے کا عقیقہ اور ختنیں وغیرہ ایک ہی دن کر رہی ہیں۔سفینہ سمیت سب گھر والے شریک ہوں۔اسی سلسلے میں گھر پر بحث چل رہی تھی۔دونوں ماں بیٹا سیٹنگ ایریا میں موجود تھے۔سفینہ وہیل چیئر پر تھیں۔ضارب پھسکڑا مار کر صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔آدھی توجہ ہاتھ میں پکڑے فون کی طرف تھی۔تو آدھی ماں کی طرف۔جو کہ کہہ رہی تھیں۔

"تم سن بھی رہے ہو کہ میں نے کیا کہا ہے؟۔۔۔"

فون سے سر اٹھا کر انہیں دیکھا اور اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"سچی میں اماں آپ کو یہ لگتا ہے؟ میں اس کا ہاتھ تھام کر بازاروں میں خوار ہونے جاؤں گا؟۔۔سفینہ نے بھی کوئی ادھار نہ رکھا۔اور بولیں۔

"فارحہ کے ساتھ تو بڑے شوق سے جاتے تھے"

اس نے شکوہ کناں نظروں سے ماں کو دیکھا۔اور بولا۔"اس کے ساتھ اسلیے جاتا تھا۔کیونکہ وہ میری بیوی تھی۔ اسکو اپنی ہر بات منوانی آتی تھی۔وہ کوئی کاٹھ کا الو نہیں تھی۔اماں وہ ایک کھری اور ڈٹ جانے والی عورت تھی۔آئندہ ایسا مقابلہ نہ ہی کیجیے گا تو بہتر ہوگا"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔

سفینہ غصے سے اسکو جاتا دیکھتی رہیں۔وہ جیسے گیا تھا۔ویسے ہی واپس آیا۔

"یہ لیں پیسے رکھیں۔میں ایک لڑکی کو فون کر دیتا ہوں وہ اسکو اپنی بہن کی بوتیک پر لے جائے گی۔اسکا سالون بھی ہے تو ایک ہی چھت کے نیچے آپ کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔اس سے زیادہ مجھ سے امید نہ رکھیے گا۔۔"

☆......☆......☆

اتوار کی صبح وہ ناشتہ بنا رہی تھی۔احد ابھی سو رہا تھا۔اور مصطفیٰ اس کے پاس کچن میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔جبکہ ضارب اماں کے کمرے میں آدھا سویا آدھا جاگا موجود تھا۔جب باہر دروازے پر بیل ہوئی۔تو وہی دیکھنے گیا۔واپسی پر ایک نوجوان لڑکی اسکے ساتھ تھی۔جسے وہ سیدھا اماں کے پاس ہی لایا۔تعارف دیتے ہوئے بولا۔"اماں یہ مائرہ ہے۔جسکا میں نے کل آپ کو بتایا تھا۔میری میک اپ آرٹسٹ کی چھوٹی بہن ہے یہی عافیہ کو شاپنگ پر لے جائے گی۔"

اس نے ماں کی آنکھوں میں غور سے دیکھتے اپیل بھی کی کہ خدارا کوئی اعتراض مت ڈھونڈنا۔سفینہ نے مائرہ کا حال احوال پوچھنے کے بعد انٹرویو لینے کے ساتھ ساتھ اپنی تمام۔ خواہشات گنوادیں کہ عافیہ کے لیے کس

قسم کی شاپنگ کرنی ہوگی اور ساتھ میں اسکا آج ڈے پارٹی کے لحاظ سے میک اپ بھی کر دیا جائے۔۔

وہ چولہے کے آگے کھڑی پراٹھے پر تیل لگا رہی تھی جب اچانک افتاد آنے پر بوکھلا سی گئی۔۔۔ مائرہ زور سے گلے ملی۔اور بولی۔

"ہائے اللہ آپ تو اتنی کیوٹ سی ہیں۔تبھی ضارب بھائی نے یوں آپ کو. سب سے چھپا کر رکھا ہوا ہے۔چلیں آپ میرے ساتھ اور بند کریں یہ چولہا۔"

وہ ہکا بکا سی اسکی شکل دیکھتی رہ گئی جس نے خود ہی چولہا بند بھی کر دیا اور اسے لیکر کچن سے نکل رہی تھی جب وہ اپنا بازو چھڑواتے ہوئے بولی۔۔

"پلیز آپ باہر اماں کے پاس بیٹھیے ناشتہ بالکل تیار ہے۔ پہلے ناشتہ کریں۔ پھر کوئی اور بات کرتے ہیں۔"

ساتھ ہی مصطفیٰ کو ہدایت دی۔

"مصطفیٰ جان جاؤ آنٹی کو دادو کے پاس لے جاؤ۔ میں کھانا لگاتی ہوں۔

مائرہ یک ٹک اسکے چہرے کو دیکھتی رہی۔ پھر مصطفیٰ سے مخاطب ہوئی۔

"پارٹنر کیسا لگتا ہے؟ جب اتنا ہینڈسم دھانسو ابا ہو۔اور اتنی کیوٹ معصوم سی اماں ہو۔"

مصطفیٰ کھل کر مسکرایا تھا مگر بولا

"آپ بھی میرے ساتھ ادھر ہی بیٹھ جائیں۔کیونکہ پری قیمے والے پراٹھے بنا رہی ہیں۔اور آپ سمجھ لیں کہ آپ کبھی بھی وہ مس کرنا نہیں چاہیں گی۔

مصطفیٰ کے کہنے پر مائرہ تو فوراً اس کے برابر کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ جبکہ عافیہ نے گردن موڑ کر نثار ہوتی نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا۔اور کھانا لگانے لگی۔ قیمے والے پراٹھوں کے ساتھ لسی رائیتہ اچار اور پودینے کی چٹنی تھی۔ جسکے ساتھ سب سے زیادہ انصاف ضارب اور مائرہ نے ہی کیا تھا۔کھانے کے فوراً بعد اس نے چائے دی۔ چائے پیتے ہی مائرہ نے اسے مزید کوئی مہلت نہیں دی۔اور ساتھ لیکر فرار ہوگئی۔

چائے کے برتن بھی اماں نے ضارب سے کہہ کر کچن میں رکھوائے۔وہ برتن رکھ کر پلٹا تو اگلا حکم کر دیا۔

"احداب کسی بھی وقت اٹھنے والا ہے۔جلدی سے اسکا فیڈر وغیرہ تیار کرلو۔۔۔!!

اس نے نظریں گھمائیں۔اور بولا

"فار گاڈ سیک اماں میں اسکی نیپی ہرگز نہیں بدلوں گا۔آپ نے اسے کیوں نہیں کہا کہ وہ جانے سے پہلے یہ سب کر کے جاتی۔"

سفینہ نے حیرت سے اپنے ہونہار سپوت کو گھورا۔کیوں؟ وہی کیوں کرے یہ سب تمہیں کیا مسئلہ ہے؟۔ تم کیوں نہیں کر سکتے؟۔"

ضارب کے ہونٹوں پر بڑی کمینی سی مسکراہٹ آئی۔اور ماں کو تپانے کے لئے کہا۔

" کیونکہ ابھی جو ڈیڑھ لاکھ دیکر بھیجا ہے۔وہ مفت کی روٹیاں توڑنے کے لئے تو نہیں دیا۔بچوں کی نیپیاں بدلنے کا ایڈوانس چیک دیا ہے۔"

سفینہ حیرت کی زیادتی کے تحت صدمے کا شکار ہوئیں۔اور بڑی سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"اگر تو یہ مذاق تھا ضارب۔تو بچوں کے سامنے ایسا گھٹیا مذاق آئندہ کبھی مت کرنا۔"

ماں کی سنجیدگی دیکھ کر اسکی مسکراہٹ ہنسی میں بدل گئی۔فوراً بولا۔"اماں یہ مذاق ہرگز نہیں تھا۔اور نہ ہی میں اپنی حق حلال کی کمائی یوں بلاوجہ کی چیریٹی میں دینا پسند کرتا ہوں۔"

سفینہ کو غصہ آیا"میں اس سارے عرصے میں خاموشی سے تمہارے طور طریقے دیکھ رہی ہوں۔اور بڑی اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔یہ یاد رکھنا اپنے سب اندازوں میں تم جھوٹے ثابت ہونے والے ہو پر عافی کے ساتھ اپنا رویہ انسانوں والا رکھو,اب اگر شادی کر لی ہے۔تو اسے اچھے سے نبھاؤ۔"

اس نے ماں کی ساری بات سن کر بڑی سنجیدگی سے انکی نظروں میں گہرائی تک دیکھا۔پھر کہنے لگا۔

"اماں بزدل لوگ نہ تو مجھے اچھے لگتے ہیں۔نہ ہی اٹریکٹ کرتے ہیں۔اور یہ عورت انتہا کی بزدل پلس چالاک ہے۔اور جہاں تک رہی۔اس نکاح کی بات ضرورت تھی کر لیا۔مگر شادی میں اپنی مرضی کی عورت سے کروں گا۔یہ تو آپ کو بہلانے کے لئے کھلونا لایا ہوں۔"

اینڈ پر اپنی بات کو خود ہی انجوائے کرتا ہوا زور سے ہنسا۔تب ہی مصطفیٰ اندر آ کر بتانے لگا۔

" پاپا احد اٹھ گیا ہے۔اور پری کو ڈھونڈ رہا ہے۔میں نے اسکو اسکے کاٹ سے نکلنے میں مدد کی ہے۔ابھی اپنا فیڈر پکڑے دروازے کے پاس کھڑا ہے۔"

وہ چونک کر مصطفیٰ کی جانب مڑا اور زبان پر آنے والے سوال کو دبا کر اسکے پیچھے باہر آیا۔

احد اپنے کمرے کے دروازے میں کھڑا ہو کر۔کچن کی جانب امید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ابھی وہ چلتا نہیں تھا۔کھڑا بھی سہارے سے ہوتا۔ضارب مسکراتے ہوئے آگے بڑھا۔اسکو گود میں اٹھانا چاہا۔جواب میں احد نے پر جوش احتجاج کرتے ہوئے۔اس کی گود میں آنے سے انکار کر دیا۔بلکہ ہاتھ میں پکڑے فیڈر سے ضارب کو مارنے کی کوشش کی۔

"اوئے میرے ہٹلر۔کبھی تو اچھے موڈ میں ملا کرو۔اٹھتے ہی سر قلم کرنے کو تیار ہوتے ہو۔"

احد نے پھولے ہوئے منہ سے باپ کی بات سنی۔پھر نیچے بیٹھ کر رینگتا ہوا کچن کے کھلے دروازے کے درمیان جا کر بیٹھ گیا۔اندر غور سے دیکھنے کے بعد چیخیں پھاڑ کر رونا شروع ہو گیا۔

سارا ماجرہ ضارب کی سمجھ میں نہ آیا۔تو مصطفیٰ سے مدد لی۔" یہ ڈھونڈ کیا رہا ہے؟۔"

مصطفیٰ نے ایک نظر باپ کو دیکھا۔اور بولا۔"بتایا تو ہے کہ پری کو ڈھونڈ رہا ہے۔"

ضارب کی خاک سمجھ میں آیا۔پوچھا۔"پری کون؟۔"

مصطفیٰ نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔" پاپا یار پری آپکی وائف اور کون۔"

ضارب نے چونک کر بیٹے سے پوچھا۔" تمہیں کس نے کہا کہ میری وائف ہے۔"

مصطفیٰ نے باپ پر ایسی نظر ڈالی جیسے اسکی دماغی حالت پر شبہ گزرا ہو۔

"دادو نے بتایا تھا۔اور کون بتائے گا۔"

وہ با آواز بلند بڑبڑایا۔"ایک تو یہ دادو بھی نا..!!۔"

"سنو اس عورت کا نام عافیہ بی بی ہے پری وری نہیں۔"

مصطفیٰ نے باپ کی جھنجھلاہٹ پر غور ہی نہ کیا۔ بڑے تحمل سے بولا۔

."ہاں مجھے علم ہے۔یہ تو میں نے انکا نک نیم رکھا ہے۔جیسے وہ مجھے مصطفیٰ جان کہتی ہیں۔میں انکو پری

جان کہتا ہوں۔''

ضارب نے آگے بڑھ کر غصے سے احد کو اسکے ہزار احتجاج کے باوجود گود میں لیا۔

حد ہو گئی ہے۔یعنی ڈیڑھ ہفتے میں ہی یہ عورت میری اولاد کو شیشے میں اتار چکی ہے۔اور ماں تو میری پہلے ہی فدا تھیں۔او آئی سو ہیٹ چیپ چیپل۔''

احد کو اس نے جذبات میں آکر اٹھا تو لیا ہی تھا۔مگر اگلے دو گھنٹوں کے دوران اس چھٹانک بھر کے بچے نے اپنے باپ کو چھٹی کا دودھ یاد کروا دیا۔جب تک مائرہ اسکو چھوڑ کر گئی۔ضارب کی برداشت کا گراف دے آؤٹ آف کنٹرول جا چکا تھا۔۔

☆......☆......☆

مائرہ کی ڈاکٹر سے اپائمنٹ تھی۔اس لئے وہ عافیہ کے بہت اصرار کے باوجود اندر نہ آنے کی معذرت کرتی۔اسے گیٹ پر ہی ڈراپ کر کے چلی گئی۔

عافیہ نے حالانکہ چادر اوڑھی ہوئی تھی۔مگر پھر بھی جھجک رہی تھی۔ابھی اسکو بچوں کو بھی تیار کرنا تھا۔ اس نے تو بہت کہا کہ کپڑے وغیرہ لیجا کر۔خود ہی گھر پر تیار ہو لے گی۔مگر مائرہ اور اسکی بہن کو اماں کی طرف سے خاص ہدایت نامہ ملا تھا۔ ڈے ٹائم فنکشن کے لئے میک اپ کروا کر اسکو پوری طرح تیار کر کے آنے دیا جائے۔

ابھی اس نے بلیو اور سکن امتزاج کا ہلکے مگر انتہائی نفیس کام والا لونگ گاؤن ٹائپ شرٹ پہنا ہوا تھا۔بال کھلے چھوڑ کر پر منگ کی ہوئی تھی۔دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں۔پیروں میں چھوٹی سی ہیل۔مگر سب سے بڑی تبدیلی میک اپ تھا۔وہ اپنی آج تک کی ہوش مند زندگی میں پہلی دفعہ یوں تیار ہوئی ہو گی۔''

اماں کے کہے کے مطابق دو چار بھاری۔مگر باقی گھر میں پہننے والے کپڑے بھی مائرہ لوگوں نے اپنی مرضی سے لیکر دیئے تھے۔جبکہ اس نے اپنی مرضی سے مصطفیٰ،احد اور اماں کے لئے شاپنگ کی تھی۔بچوں کی چیزیں لیتے ہوئے آنکھیں بار بار بھیگتی رہیں۔

سارا سامان اٹھائے گیٹ بجایا۔خان بابا اسکو دیکھتے ہی شروع ہو گئے۔

''شکر ہے بیگم صاحب آپ آگئیں۔''

"چھوٹا بابا نے صاحب کو بہت تنگ کر دیا ہے۔صاحب بڑے غصے میں اسکو لئے گھوم رہا ہے۔جلدی سے اندر جائیں۔"

اسکے قدموں میں خود بخود تیزی آ گئی۔ہال کے دروازے سے داخل ہوتے ہی احد کے رونے کی آواز کانوں میں پڑی۔ہاتھ میں پکڑے سارے بیگ وہیں دروازے کے پاس پھینک کر اندر کی جانب گئی۔جدھر سے احد کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

ضارب کے کمرے میں سارے کھلونے بکھرے پڑے تھے۔ٹی وی پر کوئی کارٹون موی لگا کر احد کی توجہ اس طرف کرنے کے لئے آواز اچھی خاصی اونچی کر رکھی تھی۔ پر احد اسی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔جیسے دنیا میں اس سے اچھا اور کوئی کام نہ رہا ہو۔عافیہ پر نظر پڑتے ہی ضارب نے غصے سے لب بھینچ لئے۔۔۔اور انتہا کی سرد نگاہوں سے اسکو دیکھا کہ عافیہ کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہر دوڑتی محسوس ہوئی پر وہ رکی نہیں آگے بڑھ کر ضارب کی گود سے احد کو لے لیا۔

"اے میرا شہزادہ بیٹا۔ماں صدقے جائے۔!!اتنا روتے ہیں؟؟؛

احد کو گود میں لے کر والہانہ اسکو پیار کرتے ہوئے۔وہ سب کچھ بھول چکی تھی۔

اپنا روپ سجا سنورا سراپا،ضارب کا غصہ،اسکی گھورتی نگاہیں،اسکو یاد رہا،تو احد اور اسکی رو رو کے سوجی ہوئی آنکھیں،اسکا ہچکیاں لیتا ہوا وجود۔اسکے چہرے،ہاتھوں اور سر پر بوسے لیتے ہوئے۔اسکو اپنے لگاتار گرتے ہوئے آنسوؤں کا احساس تک نہ ہوا۔

احد اسکی آواز سنتے ہی چابی کے کھلونے جیسے چپ کر گیا۔بار بار شک سے اسکے میک اپ لگے چہرے کو دیکھتا۔مگر جب وہ بولتی تو اسکے ساتھ لگ جاتا۔احد کو شک سے نکالنے کے لئے اس نے ایک دفعہ بھی نہ سوچا تھا۔اسکو گود میں لئے ہی واش روم میں جا کر منہ دھو لیا۔

جب اس نے تولیے کے ساتھ چہرہ خشک کرنے کے بعد بھری ہوئی آنکھوں سے احد کو دیکھ کر۔"چاچا کا کا،کہا تو پہلی مرتبہ احد مسکرایا۔تولیے میں اپنے آنسو اچھی طرح جذب کر لینے کے بعد اس نے احد کا بھی منہ دھویا اور واش روم سے باہر آ گئی۔ٹی وی بند ہو چکا تھا۔اب ہر طرف خاموشی اور سکوت تھا۔ضارب بھی منظر سے

غائب ہو چکا تھا۔

عافیہ نے دل ہی دل میں شکر کا سانس لیا۔ بیڈ پر رکھا احد کا فیڈر پکڑا اور اماں کے کمرے میں آ گئی۔ جہاں دادی پوتا پریشان سی شکلیں بنائے بیٹھے تھے۔ اسے دیکھتے ہی کھل اٹھے۔۔ مصطفیٰ فوراً بولا۔

"" تھینکس ٹو اللہ کہ پری آپ آ گئی ہیں۔ ورنہ آج تو خیر نہیں تھی۔ اس احد کے بچے نے پاپا کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ اب اسکی وجہ سے وہ ہم لوگوں کو فاطمہ دادو کے شہر اپنے ساتھ لیکر جائیں گے۔ ""

مصطفیٰ اسکو مطلع کر رہا تھا۔ سفینہ نے حیرت سے سر تا پا اسکا جائزہ لیا اور بے ساختہ پوچھا تھا۔

"بیوٹی پارلر نہیں گئی ہو؟۔۔"

اس نے اک نظر ان پر ڈالی۔ پیروں میں پڑے جوتے اتارے۔ اور بیڈ پر بیٹھ کر احد کے منہ میں فیڈر دیا۔ ساتھ ہی رونا بھی نئے سرے سے شروع کر دیا۔ سفینہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"کیا ضارب نے کچھ کہہ دیا ہے؟؟۔۔""

ایک ہاتھ سے آنسو پوچھتے ہوئے اس نے نفی میں سر ہلایا۔ مگر آنسو رکنے کی بجائے بھل بھل بہہ رہے تھے۔

"تو رو کیوں رہی ہو؟؟۔۔""

چادر کے پلو سے ناک صاف کر کے پہلے رونے کی وجہ سے سرخ ہوتی ناک کو مزید ٹماٹر رنگ کرتے ہوئے بولی۔ "" مجھے کیا علم تھا۔ احد اتنا روئے گا۔ میں ہرگز بھی مائرہ کے ساتھ نہ جاتی۔ زندگی میں جو انسان مجھ سے سب سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ میں نے اسکو ہی اتنا رولا دیا۔ بلکہ مجھے پتا ہی کب تھا۔ کہ کوئی مجھ بد نصیب سے بھی پیار کرتا ہو گا۔ مجھے تو آج تک یہی لگا ہے۔ میں ہوں ہی بہت بدصورت، کمینی اور بد سیرت کہ کسی بھی رشتے کو کسی بھی انسان کو میرے اندر کوئی اچھی بات نظر ہی نہیں آتی۔ جو وہ مجھے کسی قابل سمجھے۔ پر اماں آپ گواہ ہیں ناں یہ چھوٹا سا بچہ صرف میرے لئے رویا ہے۔ اگر آئندہ کبھی میں اسکے بغیر کہیں جاؤں تو مجھے کالے چور سے مار مار یگا۔ اصل مجھے جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ مجھے کپڑوں کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ ایویں میں آپکا اتنا خرچہ کروا دیا۔ حالانکہ مجھے اپنا منحوس سایہ لیکر وہاں امتیاز بھائی کی بیوی اور بیٹے کو ملنے جانا ہی نہیں چاہیے۔ فضول میں میری بھابھی مجھے وہاں دیکھ کر کوئی نہ کوئی شوشہ چھوڑ دے گی۔ تو بھلا میں کیا کرلونگی؟ میری کونسی اس شہر کے ساتھ اچھی یادیں جڑی

ہوئی ہیں۔ جو یوں شوق سے جا رہی ہوں۔ اوپر سے انہوں نے ادھر جا کر میری شکل کو ایک نظر بھی بیزاری سے دیکھا۔ تو ساری کہانی سارے مجمع میں کھل جانی ہے۔ میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔ آپ اُن کو بول دیں۔ اکیلے ہی چلے جائیں۔"

اپنی بات پوری کر کے سفینہ کو کچھ کہنے کا موقع دیئے بغیر احد کو لئے وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ مصطفیٰ جو اسکو بڑے غور سے دیکھ اور سن رہا تھا۔ اسکے جاتے ہی بڑی پیاری شکل بنا کر دادی سے کہنے لگا۔

"دادو اگر پری نہیں جائیں گی۔ تو میں بھی نہیں جانا چاہتا ہوں۔ پاپا کو جانے دیں۔"

فکری مند بیٹھیں سفینہ کی بھی ہنسی نکل گئی۔ مصطفیٰ کو بے اختیار پیار کیا۔

"جاؤ دیکھو دوسرے کمرے میں جا کر تو نہیں رو رہی۔ اسکو بولو نہیں جانا۔ تو ٹھیک ہے۔ پر رونا بند کرے پاگل لڑکی۔"

مصطفیٰ بڑی بردباری سے گردن ہلاتا باہر اسے ڈھونڈنے آیا۔ تو وہ سٹور روم میں اپنے پہننے کے لیے گھر والے کپڑے نکال رہی تھی۔

"یہ کپڑے کیوں نکال رہی ہیں؟۔"

اس نے مڑ کر مصطفیٰ کو دیکھا اور بتایا۔ "چینج کروں گی۔ آپ احد کے پاس دو منٹ بیٹھو میں ابھی آتی ہوں۔

مگر مصطفیٰ کا جواب اسے اپنی جگہ ساکت کر گیا۔

"نہیں پلیز چینج مت کریں۔ آپ اتنی پیاری لگ رہی ہیں۔ اصلی والی پری لگ رہی ہیں۔ اور آپ کے بال بالکل رپنزل جیسے ہیں۔ رپنزل رپنزل لیٹ ڈاؤن یور ہیر۔۔۔۔۔۔!!!!"

اپنی دونوں بانہیں کھول کر گول گھومتے ہوئے اونچی اونچی گانے لگا۔ پھر اپنے ہاتھوں میں اسکے کمر سے نیچے لہراتے گھنے بالوں کو پکڑ کر دائیں بائیں لہراتے ہوئے وہی لائن بولے جا رہا تھا۔

"رپنزل رپنزل لیٹ ڈاؤن یور ہیر۔"

عافیہ بے اختیار ہنستی چلی گئی۔ ساتھ میں احد کو بھی گدگدی کر کے اپنے ساتھ شامل کر لیا۔

ضارب کا دماغ بہت الجھا ہوا تھا۔ باہر بھی وہ اسی لئے نکل گیا تھا۔ کہ اپنے جذبات پر بندھ باندھ لے اس

سے پہلے کہ کچھ بہت ہی الٹا سیدھا بول جاتا۔ سارے گارڈن کا چکر لگا کر وہاں سے ایک عدد امرود توڑ کر کھانے کے بعد گھر میں واپس آیا تھا۔

"راپنزل راپنزل لیٹ ڈاؤن یور ہیر۔۔۔!!!"

ایک آواز تو کلیرلی وہ پہچان سکتا تھا۔ مصطفیٰ کی تھی۔ دوسری کو جاننے کی خاطر اسکے قدم بے اختیار سٹور روم کی طرف گئے۔ احد کو گود میں ہی اٹھائے۔ وہ اور مصطفیٰ ٹیبل پر پڑے کپڑوں کو اٹھا اٹھا کر ہوا میں اچھالنے کے ساتھ ساتھ ادھر ادھر اچھلتے ہوئے ایک کی لائن کو دہرائے جا رہے تھے۔ راپنزل راپنزل لیٹ ڈاؤن یور ہیر۔ تینوں ہی ضارب کی وہاں موجودگی سے لاعلم رہے۔ احد کی کلکاریاں سن کر ضارب کو غصہ آیا۔ یہ وہی بچہ ہے؟ جو کچھ دیر پہلے اسکی گود میں رو دھو رہا تھا۔ نہ محسوس انداز میں اس نے اپنی پینٹ کی جیب میں سے فون نکالا۔ فقط چند سیکنڈ کی وڈیو لیکر وہاں سے ہٹ گیا۔

اماں میں تیار ہو رہا ہوں۔ اور بھی جسکو جانا ہے پندرہ منٹ بعد دروازے کے پاس تیار کھڑا ملے۔" سفینہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں روک کر بتانا ضروری جانا۔

"تمہاری وہ فیملی پہلے ہی جانے سے انکار کر چکی ہے۔" وجہ تم خود ان سے پوچھ لو۔"

اس نے ماں کی مسکراہٹ کو غور سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"پہلی بات تو یہ کہ میری فیملی آپ اور وہ بچے ہیں۔ اور دوسری یہ! تیسرے کسی کی اہمیت میری نظر میں دو کوڑی کی بھی نہیں ہے۔ ویسے بھی اچھا ہی ہے۔ وہ عورت گھر پر آپکے ساتھ رہے۔ میں آپکی غیر موجودگی کو کمپنسیٹ کرنیکے لئے رات پھوپھو کی طرف ہی رک جاؤں گا۔ آج میری چھٹی بھی ہے۔ پھوپھو کا شکوہ دور ہو جائے گا۔ کہ کبھی رہتا نہیں ہوں۔"

سفینہ نے متفق ہوتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ خیر سے جاؤ رات کو فون کر دینا تسلی ہو جائے گی۔ اب جاؤ تیار ہو کر نکلو پہلے ہی بہت وقت ہو چکا ہے۔"

جب تک وہ گھر میں موجود رہا۔ عافیہ اسکے سامنے نہیں آئی۔ پہلے مصطفیٰ سے کنفرم کروایا کہ پاپا گھر سے

نکل چکے ہیں۔ پھر اوپری منزل سے احد کو لیکر نیچے اماں کے کمرے میں آئی۔ جو وہیل چیئر پر بیٹھیں کوئی کتاب دیکھ رہی تھیں۔

''اماں یقیناً پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہونگے۔ بس جلدی سے اپنی مرضی بتائیں کیا کھانیکا موڈ ہے۔ ابھی بنا کرلے آتی ہوں۔ ویسے اپنے طور پر میں نے اک فاسٹ فوڈ چیز سوچی ہے۔ بریڈ کے سلائس پر کیچپ اور قیمہ جو کہ بنا پڑا ہے اسکے اوپر چیز ڈال کر ٹوسٹی ٹائپ کوئی چیز بنالاتی ہوں۔ کیا خیال ہے؟؟۔۔''

سفینہ نے کتاب پر سے نظر ہٹا کر احد کو دیکھا۔ جسے عافی نے بیڈ پر بیٹھایا تھا۔ اسکے ہاتھ میں امرود تھا۔ جس کے ساتھ وہ اپنے سامنے والے دو دانتوں کی مدد سے کھیل رہا تھا۔ پھر کہنے لگیں۔

''بیٹا جی جو مرضی بنالو۔ میں بسم اللہ کر کے کھالونگی۔ اور تمہارا بیٹا تو چیز ٹوسٹی کا ویسے ہی دیوانہ ہے۔''

وہ حکم ملتے ہی وہیں سے کچن کو مڑ گئی۔ بیس منٹ بعد چاروں افراد چھوٹا سا دستر خوان بچھائے کھانا کھا رہے تھے۔۔۔ جب کھانے کے بعد عافیہ برتن وغیرہ اٹھا کر سارا کام نمٹا چکی تو احد اور مصطفیٰ کو کلر اور کاپیوں میں مصروف کر کے خود سفینہ کی چیئر کے پشت جانب کھڑی ہو کر انکی چٹیا کھول کر دھیرے دھیرے کنگھی کر رہی تھی۔ تب سفینہ کے دل کی بات زبان پر آئی۔

''عافی''

''جی''

''وہ جو کپڑے آج نئے لائی ہو۔ ان میں سے کوئی جوڑا پہننے کی بجائے یہ پرانے والا سوٹ کیوں پہن لیا؟''

انکے سر میں کنگھی کرتے عافیہ کے ہاتھ اک لمحے کو تھم گئے۔

''اماں کپڑوں سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ویسے بھی یہ جوڑے نئے ہی تو ہیں۔''

سفینہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے کیا۔ اور آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے دھیمے انداز میں سمجھاتے ہوئیں شروع ہوئیں۔

''بیٹے ہماری سماعتیں اس قدر کمزور ہیں۔ کہ کوئی بہت چیخ چلا کر بھی اپنا موقف بتا رہا ہو نہ تو ہی ہار دل سن پاتے ہیں۔ یا سننے کو تیار ہوتے ہیں۔ اور ایسے ماحول میں اگر تم یہ خیال کرو نہ کہ کوئی تمہاری خاموش مگر خوبصورت

احساس اور محبت کرنے والی زبان سمجھ جائے گا۔ تو میرے خیال میں خود کو دھوکا دینے والی بات ہوگی۔ اور بیٹے جو آپ کا حق ہو اسکو یونہی نہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ نہ اس سے غفلت برتنی چاہیے۔ میری ساری بات کا مقصد یہ ہے۔ کہ تم یہ سمجھ لو۔ آیا کہ ضارب تمہارے ساتھ شاپنگ پر نہیں گیا۔ تمہیں پوری طرح سے اگنور بھی کر رہا ہے۔ میرے سامنے بڑی نامناسب باتیں سنا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے تمہیں بھی سناتا ہوگا۔ اس سب کے باوجود تمہارے اور اس کے درمیان تعلق تو قائم ہو چکا ہے۔ تم اسکے نکاح میں ہو۔ جسے اس نے اپنی مرضی سے کیا۔ اسکی شرعی اور قانونی بیوی ہو۔ اس گھر میں تمہاری حیثیت بڑی مستحکم ہے۔ اور رہے گی چاہے میں زندہ رہوں۔ یا نہ میرا بیٹا کبھی تمہیں اس گھر سے بے دخل نہیں کرے گا۔ کیونکہ اسکی تربیت میں شامل نہیں ہے کہ وہ کسی کے ساتھ ایسی کوئی زیادتی کر جائے۔ ہو سکتا ہے تمہارے حقوق بھی پورے کرتا رہے۔ مگر بیٹا تمہاری اصل منزل تو اسکا دل ہے۔ اور اپنی سو سالہ زندگی بھی اسکی خاموش خدمت میں گزار دو گی ناں تو تمہارا شوہر کبھی بھی تمہاری طرف مائل نہیں ہوگا۔ جانتی ہو کہ کیوں؟۔ کیونکہ اس نے آٹھ سال ایک عورت سے محبت کی ہے۔ جو اسکے پل پل کا حساب رکھتی تھی۔ کہاں سے آ رہا ہے۔ کہاں جا رہا ہے۔ کیا پہنے گا۔ کیا کھائے گا۔ ہر چیز کا فیصلہ وہ کرتی تھی۔ یہ اسکو اسلیے یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ کیونکہ یہ اُس سے ڈرتا یا دبتا تھا۔ بلکہ یہ اُس سے محبت کرتا تھا۔ بیٹے ہر انسان کی اپنی ایک الگ فطرت ہے۔ کئی مردانہی باتوں کی وجہ سے اکتا کر اپنی شادیاں ختم کر دیتے ہیں۔ کہ انہیں حد سے زیادہ پابندیاں پسند نہیں آتی ہیں۔"

وہ جو سر جھکا کر صرف سن رہی تھی۔ پہلی دفعہ بولی۔

"اماں ایسا بھی تو ہو سکتا ہے۔ نا کہ سب سے بڑی وجہ ہی محبت ہو۔ جہاں محبت ہو وہاں ناگوار باتیں اور عادتیں بھی اچھی ہی لگتی ہوں۔ اور جہاں محبت ہی نہ ہو وہاں سچی اور جائز بات بھی ناگوار لگے۔"

اماں بڑے غور سے اسکو دیکھتے ہوئے پڑھ رہی تھیں۔ سمجھانا ضروری جانا۔

"عافی بیٹے میاں بیوی کا رشتہ بڑا ہی عجیب رشتہ ہے۔ یہ خون کے رشتوں جیسا نہیں ہے۔ کہ چاہے مرنا جینا تک ختم کر لو مگر رشتہ پھر بھی سلامت رہے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ بیٹا رشتہ چاہے کوئی بھی ہو میاں بیوی کا ماں بیٹی کا بہن بھائی کا یا دوست کا رشتہ ہمیشہ تب ہی قائم اور مضبوط ہوتا ہے جب آپ اس پر محنت کرتے ہو۔ اپنے

ہونے کا احساس دلاتے ہو کسی کے لئے کھڑے ہوتے ہو۔"

عافیہ کے آنسو خاموشی سے اپنا کام کرنے لگے تھے بڑی دھیمی آواز میں بولی۔

"اماں میں نے سات سال ایک رشتے پر کام کیا۔ دن رات خون دیکر پالا۔ اپنا آرام سکون تیاگ دیا۔ مگر حاصل کیا ہوا؟؟۔ نہ عزت، نہ تحفظ، نہ محبت، ماتھے پر بانجھ پن کا داغ، ترس و حقارت بھری نظریں، در بدری، یہ میری اتنے سالوں کی کمائی ٹھہری اماں۔ اور آپ چاہتی ہیں۔ میں ایک اور جوا کھیلوں؟؟۔ اچھے کپڑے پہن کر انکے آگے پیچھے پھیروں ادائیں دیکھا دیکھا کر انکا دل لبھانے کی کوشش کروں۔ چیخ چلا کر انکی توجہ حاصل کروں۔ تا کہ وہ میرے پر ایک نظر التفات کی ڈالیں۔ وہ دیکھ تو لیں گے۔ متوجہ تو ہو جائیں گے۔ اور جیسے انہوں نے مجھ سے کہہ رکھا ہے۔ کہ نفس کے ہاتھوں مجبور ہو جاؤں۔ تو مجھے اجازت ہے۔ جب مرضی انکے بیڈ روم میں آجاؤں۔ تو میری پیاری اماں شور کر کے کسی کو متوجہ کرنے سے نفس کی پیاس بجھانے کی زمہ داری کندھوں پر اٹھا کر وہ میرے قریب تو آجائیں گے۔ پر دل اور روح کے درد تک ساری عمر انکی نظر ہی نہیں پڑے گی۔ ماں میں نے ایک مرد کے ساتھ سات سال تک جسم کا تعلق قائم رکھا کیا ملا وہاں سے؟۔ جو دوبارہ سے خود کو ماروں؟۔ اور مجھے تو ویسے ہی ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔ پتا نہیں آپکو مجھ میں کیا نظر آگیا جو اپنے اتنے لاڈلے کامیاب اور ہر طرح سے پرفیکٹ بیٹے سے شادی کروادی۔ یا شاید میرے ماں باپ کی دعائیں ہیں۔ جو آپکو میری زندگی میں آنا تھا۔ مجھے اتنے پیارے بچے ملنے تھے۔ سگی ماں سی آپ مل گئیں۔ اولاد مل گئی۔ سر چھپانے کو عزت بھری چھت مل گئی۔ میں بہت خوش ہوں۔"

سفینہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ تم نے بہت غلط بات کی ہے۔ یعنی ماں مل گئی۔ اولاد مل گئی۔ یوں شوہر کو اب پوچھنا ہی نہیں؟۔ صرف اس ڈر سے کہ وہ سمجھے گا۔ نفس کے ہاتھوں مجبور ہو کر آئی ہے۔ تو ایسی کی تیسی اسکی۔ جو مرضی سمجھتا رہے۔ میاں بیوی کے تعلق میں ایسے بیہودہ حوالوں کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اس نے ایک غلط بات کر دی تو اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ تم اب اسکو ساری عمر پلو سے باندھ کر رکھو اور شوہر سے دور بھاگتی پھرو۔ اور جہاں تک تم نے اپنی پہلی شادی کا حوالہ دیا۔ تو بیٹے ایک بات یاد رکھنا۔ جیسے رزق کمانے کے لئے انسان محنت تو ضرور کرتا ہے۔ مگر ملتا اوپر والے

کی مرضی سے ہے۔ جو آپ کے نصیب کا ہے۔ آپ کو وہی ملنا ہے۔ اسی طرح کون آپکی زندگی میں آئے گا۔ اور کون جائے گا۔ اسکا اختیار ہمارے بس میں نہیں ہے۔ یہ سب انسان کی طاقت اور پہنچ سے باہر کی باتیں ہیں۔ دوسرا جہاں تک بات رہی اچھائی جو تم نت پہلے شوہر سے کی۔ اسکے بدلے میں کیا ملا؟۔ تو بیٹے پنجابی کی ایک کہاوت ہے۔ جسکا مفہوم یہ ہے۔ " سانپ کو آپ ساری عمر بھی دودھ کے پیالے پلاتے رہیں وہ کبھی آپ کا یار نہیں بنتا۔ اسکو جب بھی موقع ملے وہ آپ کو ڈنک مارہی دیتا ہے۔ مگر آپ کی اچھائی کا صلہ دینے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ سن رہی ہو نہ میری بات" میں تمھیں ہرگز اجازت نہیں دونگی کہ تم کبھی میرے اور کبھی بچوں کے کمرے میں پناہ ڈھونڈو۔ آج ہی اپنے سارے کپڑے پرانے والے جو ہیں۔ باندھ کر کام والی کے حوالے کرو اور نئے سب ضارب کی الماری میں رکھو۔ آج سے سونا بھی ادھر ہی ہے۔ مجھے ویسے بھی کسی کے ساتھ نیند نہیں آتی۔ "

عافیہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

" آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں۔ "

سفینہ نے اُسکے اُڑے ہوئے رنگ کو دیکھا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ زور دیکر اپنی بات کی۔ " وہی کہہ رہی ہوں۔ جو تم نے سنا ہے۔ آج بلکہ ابھی سے اس کمرے میں شفٹ ہونا ہے۔ یہ میرا حکم ہے۔ "

عافیہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے آنسو پیچھے دھکیلے۔

" ایسا خوفناک حکم دینے سے بہتر ہے۔ اپنے ہاتھوں سے میری گردن مروڑ دیں۔ موت کے منہ میں کیوں بھیج رہی ہیں۔ وہ تو مجھے اس قدر غصے سے گھورتے ہیں۔ انکے کمرے میں رہوں گی۔ تو کچا ہی چبا جائیں گے۔ "

اماں نے اسے گھورا۔ " ایسا ہی جانور ہے نا میرا بیٹا۔ "

اسکی زبان بھی پھسلی۔ " آپ کو کیا پتا آپ کو کونسا وہ غصے سے گھورتے ہیں۔۔ مجھے تو وہ ایک سیکنڈ میں اٹھا کر کمرے سے باہر پھینک دیں گے۔ "

سفینہ نے تسلی دیتے ہوئے بڑے وثوق سے کہا۔ " اس بات کی میں تمھیں گارنٹی دیتی ہوں۔ وہ تم کو کبھی بھی کمرے سے نکل جانے کو نہیں بولے گا۔ اس طرف سے بے فکر رہو۔ "

عافیہ نے مزید ہاتھ پاؤں مارنے چاہے۔

''اتنے بڑے گھر میں مجھے ایک کمرہ تک اپنا ذاتی نہیں مل سکتا کیا؟۔جو میں انکا کمرہ شیئر کروں۔''

سفینہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

''بی بی وہ تمہارا خصم ہے۔ساری زندگی جس کے ساتھ رہنے کے لئے تین دفعہ ہاں کی تھی۔''

یہ سفینہ کی محبت کا ہی اعجاز تھا۔۔وہ انکے ساتھ یوں فری ہوکر بول رہی رہی تھی۔اب بھی فٹ بولی۔

''جس طرح آپ نے اپنے بیٹے کو اموشنل بلیک میلنگ کی مار ماری تھی۔بالکل اسی طرح فاطمہ چچی نے مجھے راضی کیا تھا۔اب آپ لوگ دو شریف لوگوں کے جذبات کے ساتھ یوں تو نہ کھیلیں۔کاش میں ان سے یہ شادی کیئے بغیر ہی آپکے گھر آجاتی۔کم از کم ایک عدد کمرہ تو مل جاتا۔وہ بھی میری ذاتی ملکیت کا۔''

سفینہ نے ہنستے ہوئے اسکو گھورا۔''اچھا زیادہ فضول نہ بولو۔میری چٹیا کردو۔پھر اپنا یہ حلیہ درست کر کے جو میں نے کہا ہے۔اس پر عمل کرو۔''

ایک دفعہ پھر کھڑی ہوکر ان کے بال بنانے لگی۔

''اماں میری کونسی بات بری لگی؟جو یہ اتنی سخت سزا سنا دی ہے۔''

سفینہ بولیں۔''یہ سزا نہیں ہے۔پاگل لڑکی!!۔(اب وہ کیا کہتیں کہ تمہارا شوہر بڑے صاف لفظوں میں جتا چکا ہے کہ شادی اپنی مرضی سے کرے گا۔)۔

رات کو مصطفیٰ کے جاگنے تک وہ اسکے پاس لیٹی اسے کہانی سناتی رہی۔ احد بھی اسکے ساتھ ہی لیٹا تھا۔مگر اسکی ساری توجہ عافیہ کے نئے جوڑے پر لگے بٹنوں کی جانب تھی۔

جب تک کہانی ختم ہوئی۔دونوں بھائی خراٹے بھر رہے تھے۔باہر آکر اماں کو انکی دوا دودھ کے ساتھ دینے کے بعد انکے ساتھ مل کر ایک ڈرامہ دیکھنے بیٹھ گئی۔

ساڑھے نو بجے تک تو اماں خاموش رہیں۔پھر بول پڑیں۔

.''چلو عافی میرا ٹی وی بند کرو۔مجھے نیند آرہی ہے۔اپنے کمرے میں جا کر دیکھ لو۔''

بے چاری سی شکل بنا کر بولی۔

"آپ کو اکیلا تو نہیں چھوڑ سکتی ہوں۔ رات کو کسی چیز کی ضرورت پڑی تو؟۔۔"

سفیہ نے عینک اتار کر سائیڈ دراز پر رکھی اور اطمینان سے بولیں۔

"کمرے میں انٹر کام ہے۔ جب ضرورت ہوگی۔ تب بلا لونگی۔ چلو شاباش اچھے بچے بحث نہیں کرتے۔"

☆......☆......☆

گیٹ کے باہر گاڑی روک کر اس نے ہارن پر ہاتھ رکھا۔ چہرے پر تشویش کی گہری چھاپ تھی۔ ارادہ تو اسکا شیخوپورہ میں آج رات رکنے کا ہی تھا۔ مگر سوا دس بجے کے قریب اسکو ایک انجان نمبر سے عجیب سی کال موصول ہوئی۔ جو کہ ایک طرح سے کوئی اتنی بھی نئی اور عجیب بات نہیں تھی۔ کیونکہ جس کام سے وہ منسلک تھا۔ وہاں کئی طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا رہتا تھا۔ مگر وہ پھر بھی رات رکنے کا ارادہ بدل کر گھر آ گیا۔ چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ رات کے سوا دو کا وقت تھا۔ گھر کی ساری بتیاں گل تھیں۔ سوائے ہال کے۔ چابی گھما کر دروازہ کھولنے کے دوران اس نے کوشش پوری کی کہ کوئی آواز پیدا نہ ہو۔ دبے پاؤں اماں کو ایک نظر دیکھا۔ پھر سیدھا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ دروازہ کھولتے ہی احساس ہوا کہ نہ صرف ہلکی سپیڈ پر پنکھا چل رہا تھا۔ بلکہ نائٹ بلب بھی جل رہا تھا۔ جسکی روشنی میں اسکو اپنے بیڈ پر کسی وجود کا احساس ہوا فوراً مین لائٹ جلائی۔ سامنے نظر آنے والا منظر ضارب کو اچھا خاصہ چونکا گیا۔ گرے اور کالے رنگ کی نائٹی میں ایک ہاتھ گال کے نیچے اور دوسرا پھیلے بازو پر۔۔۔ لمبی ڈھیلی ڈھالی چوٹی ناگن کی طرح بل کھا کر سرہانے کے آس پاس ڈھیر ہوئی تھی۔۔۔ دوپٹہ جو کہ اب تک وہ اسکے سینے اور سر کے گرد لپٹا ہی دیکھتا رہا تھا۔ اس وقت سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا۔ وہ احد کی جانب کروٹ لیے سو رہی تھی۔ جو کہ لاپرواہ اور شہنشاہی انداز میں دونوں بازو اور ٹانگیں پھیلا کر منہ زور سے بھینچے مزے میں سویا ہوا تھا۔ بے اختیار ضارب نے آگے بڑھ کر اسکے ماتھے پر پیار کیا۔

ڈریسنگ میں جا کر کپڑے بدلے واپس آ کر ایک دفعہ پھر سے بیڈ کا جائزہ لیا۔

کنگ سائز بیڈ پر وہ دونوں بالکل درمیان میں ایسے سوئے ہوئے تھے۔ کہ نہ اس طرف جگہ اتنی نہیں بچی تھی۔ جہاں وہ لیٹ سکتا۔ اور احد کی طرف تو وہ لیٹنا چاہتا بھی نہیں تھا۔۔۔ کچھ سوچ کر اگلا سٹیپ لیا۔۔۔۔۔

اسکو اپنے کان کے بالکل قریب دھیمی اور نرم آواز سنائی دی" عافیہ"
عادت کے مطابق فوراً ہی منہ سے نکلا۔"جی"
اسکی آنکھیں ابھی بھی بند ہی تھیں۔
"""" سنو ذرا احد کو تو ایک سائیڈ پر کردو۔ میں نہیں چاہتا سوتے میں کہیں اسکو میرا ہاتھ وغیرہ لگ جائے۔"
اب کی بار عافیہ نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔وہ اسکے قریب بیٹھا ہوا تھا۔اسکے چہرے کو دیکھتے ہی عافیہ کی زبان سے بے اختیار ہی سوال نکلا۔
"آپ آ کیوں گئے؟۔آپ کو تو وہاں رات رہنا تھا۔"
وہ جو فون پر آئے ہوئے میسج دیکھ رہا تھا۔تپ کر عافیہ بولا۔
"اگر ادھر بیٹھا تمہیں برا لگ رہا ہوں۔تو کیا واپس چلا جاؤں؟؟۔ اور کہو گی تو زندگی کی باقی ساری راتیں کہیں باہر ہی گزارا کرونگا۔"
وہ انتہا کا سنجیدہ لگ رہا تھا۔عافیہ چونکی تھی اور آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگی۔یہ وہ ضارب نہیں تھا جو صبح گھر سے گیا تھا۔جس کے ساتھ وہ اس گھر میں آئی تھی۔یہ کوئی اور ہی تھا۔اپنا دوپٹہ ڈھونڈتے ہوئے پوچھنے لگی۔
"اگر ہماری موجودگی سے آپ ڈسٹرب ہیں تو کیا میں اور احد دوسرے کمرے میں چلے جائیں؟۔۔"
ضارب نے اب کی بار غور سے اس عورت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"جانے کی بات گئی بھاڑ میں۔پہلے یہ بتاؤ اپنی مرضی سے یہاں سوئی ہو۔کہ اماں کے کہنے پر؟؟۔۔"
اماں کے نام پر تو عافیہ کی آدھی مشکل آسان ہوگئی۔فوراً صفائی دینے بیٹھ گئی۔۔
"دیکھیں میں نے بہت انکار کیا تھا۔مگر انہوں نے میری ایک نہیں سنی۔مگر پلیز آپ ان سے ناراض مت ہوئیے گا۔میں ابھی ہی یہاں سے چلی جاتی ہوں۔"
وہ اپنی جگہ سے اٹھنے لگی تھی۔مگر ضارب کی مضبوط گرفت نے اسکا ارادہ پورا نہ ہونے دیا۔
"تم نے اپنی ساری زندگی دوسروں کے حکم ہی مانیں ہیں۔تو پھر مسئلہ کیا ہے؟۔میری تو چھوٹی سی ریکویسٹ ہے۔کوئی حکم تو نہیں۔بس اس بچے کو ایک سائیڈ پر کردو تاکہ میں سو سکوں۔"

وہ اسکو بتا نہ سکی کہ اس بچے کو میں نے درمیان میں رکھا ہی اپنے تحفظ کے لیے ہے۔تو سائیڈ پر کیسے کردوں؟۔مگر ضارب کے چہرے پر نظر آنے والی سنجیدگی نے کچھ بھی کہنے کی ہمت نہ دی۔احد کو تھوڑا آگے کر کے خود بھی آگے ہوگئی۔اب ضارب کے لیے بہت کافی جگہ بن گئی تھی۔

وہ خود کو پوچھنے سے روک نہ پائی۔

"آپ کو کچھ چاہیے۔پانی وغیرہ؟؟۔۔

ضارب نے فون بند کر کے سائیڈ دراز پر رکھا۔اُٹھ کر لائٹ بند کی جب اپنی جگہ پر لیٹ چکا۔تو اندھیرے میں اسکی آواز گونجی۔تمہارے جیسے نمونے میوزیم میں رکھے جانے چاہیں۔۔

وہ تو اپنی بات کہہ کر کروٹ بدل کر سو گیا۔مگر وہ کتنی دیر جاگ کر اسکے کہے جملے کا مفہوم ڈھونڈتی رہی۔پھر نہ جانے کب آنکھ لگ گئی۔وہ اپنے پہلو میں سوئے ہوئے ضارب کی وہاں موجودگی سے اس قدر محتاط تھی۔صبح تک ایک ہی سمت میں کروٹ لیے پڑے رہنے کی وجہ سے جسم کا وہ حصہ اکڑا ہوا تھا۔اور یہ روٹین اگلے آنے والے بہت دنوں تک جاری ہی رہی۔وہ کمرے میں تب آتی جب وہ سو چکا ہوتا۔یا کم از کم عافیہ کو یہ یقین آجاتا کہ اب سو گیا ہوگا۔جا کر خاموشی سے بیڈ کی ایک سائیڈ پر کسی بے جان جسم کی طرح دن نکلنے تک پڑی رہتی۔اِدھر اذان ہوتی اُدھر وہ اس کمرے کی قید سے آزاد ہو کر کھلی فضا میں سانس لیتی۔

سوائے ایک رات کے جس رات ضارب کا شو ہوتا تھا۔اس رات وہ اس کے گھر آنے سے پہلے پوری کوشش کرتی کہ نیند آجائے۔مگر نیند بھی ہمیشہ مہربان نہ ہوتی۔

مصطفٰی کے ساتھ دوستی ہر گزرتے دن کے ساتھ گہری سے گہری ہوتی رہی۔اسکا برتھ ڈے آیا جسکے بارے میں ضارب نے یہی مشورہ دیا۔سکول کے دنوں میں کرنے کی بجائے ویک اینڈ پر وہ مصطفٰی اور اسکے دوستوں کو باہر ڈنر یا لنچ کروادے گا۔مصطفٰی کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔فی الحال ایک کیک لا کر کاٹ لیا گیا تھا۔

مصطفٰی کو ہفتے میں سکول سے دو چھٹیاں ہوتی تھیں۔ہفتہ اور اتوار کی۔

"اماں مجھے بتادیں پھر ڈنر کی بکنگ کرواؤں یا لنچ کی؟"

سفینہ نے الٹ جواب دیا۔

"بھئی اپنی بیوی سے پوچھو مجھے کیا علم۔"

ضارب کی تیوری چڑھ گئی۔اور غصے سے بولا۔

"آپ یہ جو کوششیں کرتی پھر رہی ہیں نا۔کچھ بھی نہیں ہونے والا ان سے۔"

سفینہ نے انجان. بنتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔" کونسی کوششوں کی بات کر رہے ہو؟"

اسکو ان کی اس بات پر مزید تپ چڑھی۔

"آپ اسکو کہہ کر ہر بات منوالیں گی۔جو کہتی جائیں گی۔وہ مٹی کی مادھو چپ چاپ آپکے حکم مانتی جائے گی۔پر اماں میں "ضارب سیال" ہوں۔عافیہ کمال نہیں ہوں۔"

سفینہ نے اسے جتاتے ہوئے کہا۔وہ بھی اب عافیہ کمال نہیں عافیہ ضارب ہے۔"

ضارب کا قہقہہ بے اختیار تھا۔وہ بولا۔"اماں ضارب کے کمرے میں سو جانے سے وہ عافیہ ضارب نہیں بن گئی۔وہی ہے جو تھی۔"

سفینہ نے بھی ہار نہ مانی۔"اسکی حیثیت اسی دن بدل گئی تھی۔جس دن تمہارے نکاح میں آئی تھی۔"

ضارب نے ہنستے ہوئے نفی کی۔ایک کام کریں ابھی اسکو میرے سامنے بلا کر کہیں کے وہ میری آنکھوں میں دیکھ کر یہی ایک جملہ دہرا دے" میں عافیہ ضارب ہوں۔ضارب کی بیوی۔" میں اسکی حیثیت تسلیم کرلونگا۔"

سفینہ نے اسکو گھورا۔اور کہا۔فکر نہ کرو ایک دن وہ ایسا بھی کر دے گی۔"

سفینہ کی ہار نے ضارب کو بہت مزا دیا تھا۔کھل کر ہنستے ہوئے بولا۔

"پیاری والدہ وہ دن کبھی نہیں آنا۔۔۔۔" لکھ کر رکھ لیں۔یہ عورت آپکی بہو بن کر آئی ہے وہی بن کر رہے گی۔ میری بیوی میرے جیسی آئے گی۔نڈر بے باک۔چھوئی موئی ڈری سہمی سی عورت نہیں ہوگی جو ساری رات ایک کروٹ پر پڑی رہے۔اس ڈر سے کہیں میری توجہ اسکی جانب نہ ہوجائے۔"

Itsjusta very sick joke moter, not a mar

"خیر چھوڑیں یہ لاحاصل بحث اور بتائیں۔ڈنر یا لنچ۔۔؟؟"

سفینہ نے اپنی کہی بات پھر دہرا دی۔۔

"میں بتا چکی ہوں کہ اپنی بیوی بچوں سے پوچھو۔۔"

"چلو جی یہ بھی کر لیتے ہیں۔۔" ساتھ ہی اس نے مصطفیٰ کو آواز دی۔ جب مصطفیٰ کی جانب سے کوئی جواب نہ آیا تو وہ اسے ڈھونڈتا اسکے کمرے میں آیا۔ کمرہ تو خالی ہی تھا۔ مگر واش روم سے باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ دروازہ کھولا تو اندر کا عجیب منظر تھا۔

ٹب میں پانی بھرے ببل باتھ بنایا گیا ہوا تھا۔ سارا ٹب صابن کے جھاگ سے بھرا ہوا تھا۔ جس میں مصطفیٰ اور احد بیٹھے نظر آئے۔ ان کے چہروں پر جھاگ کی مدد سے داڑھی مونچھیں بنی ہوئی تھیں۔

"ادھر کیا ہو رہا ہے؟۔"

اچانک سے ضارب کی آواز پر وہ ڈر کر مڑی گیلے فرش پر پاؤں پھسلا وہ مصطفیٰ اور احد کے درمیان ٹب میں گری۔ دو سیکنڈ لگے سب کو نئی پیدا ہونے والی صورتحال سمجھنے میں۔ اگلے لمحے مصطفیٰ اور ضارب کے ساتھ ساتھ احد بھی ہنس ہنس کر دہرا ہو رہا تھا۔

عافیہ شرمندگی کے مارے اپنی جگہ سے اُٹھی بھی نہ ویسے ہی پانی میں بیٹھی رہی۔ ٹانگیں باہر لٹک رہیں تھیں۔ احد کو موقع مل گیا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اسکے گود میں بیٹھ گیا۔ وہ چاہ رہی تھی کہ ضارب ادھر سے ہٹے تو وہ پانی میں سے باہر آئے سارے کپڑے تو بھیگ ہی چکے تھے۔

مگر ضارب باہر جانے کی بجائے اندر آیا۔ جھاگ لیکر عافیہ کی داڑھی مونچھیں بنائیں۔ اور بولا۔

"اب تصویر مکمل ہوئی ہے۔" ساتھ ہی جیب سے موبائل نکال کر تین چار مختلف پوز میں تصویریں لیں۔

فون واپس جیب میں ڈالتے ہوئے وہ بات کی جسکے لیے آیا تھا۔

"اسکے دوستوں کو ڈنر پر لے جانا ہے۔ یا لنچ پر؟"

سوال سیدھا اسی سے کیا گیا۔ اسلیے مجبوراً جواب بھی اسے ہی دینا پڑا یہ الگ بات کہ نہ سر اُٹھایا نہ نظر ملائی۔

"وہ میں سوچ رہی تھی۔ اگر آپ کو برا نہ لگے تو مصطفیٰ کے دوستوں کو گھر پر ہی بلا لیں۔ سارا دن رہ لیں گے۔ میں کھانا وغیرہ بنا لونگی۔"

اسکی آواز اتنی کم تھی کہ وہ بمشکل سن پایا۔اور فوراً اگلا سوال کیا۔

''اور آپ کے ذرخیز دماغ میں یہ خیال شریف کیوں آیا؟؟۔''

عافیہ نے احد کے چہرے کو اپنے دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے بولنا شروع کیا تو ضارب نے آگے کو جھک کر اپنا کان اسکے چہرے کے قریب کیا۔ عافیہ بالکل ہی خاموش ہوگئی۔

''ضارب نے مصطفی کو مخاطب کیا۔

''یار اس روبوٹ کے والیم بٹن کا پتا ہے تو آواز ذرا قابلِ سماعت کردو۔ مجھے لپ ریڈنگ بالکل نہیں آتی۔

مصطفی کو یہ بات ناگوار گزری تب ہی بولا۔''پاپا آپ انکو بولنے دیں گے تو نا۔''

ضارب نے سیٹی مار کر بھنویں اچکاتے ہوئے عافیہ کو دیکھا۔

''واہ بھئی۔۔۔!! ماننا پڑے گا تمہاری ڈیفینس ٹیم تو بڑی تگڑی ہے۔ایک محافظ باہر بیٹھا ہے۔ایک ادھر موجود ہے۔ایک کو ساتھ لیکر سوتی ہو۔مان گئے بھئی۔تمہاری مین پاور سے اب مجھے خبردار رہنا پڑے گا۔''

عافیہ مسلسل اِدھر اُدھر دیکھنے میں مصروف تھی۔ضارب یہ بات جانتا تھا۔جب تک وہ آس پاس رہتا ہے۔ عافیہ کی جان سوتی پر رہتی۔

''اچھا سنو میں اماں کو پیسے دے دیتا ہوں۔تم لوگوں کا جو بھی پروگرام ہو کر لینا۔اب سارے معاملے میں میری کوئی سر درد نہیں ہیں۔جو بھی سودا چاہیے ہو لسٹ بنا کر ڈرائیور کو دے دینا۔لے آئے گا۔ہاں میں تو یہی کہوں گا۔ایک دفعہ پھر سوچ لو۔بچوں کو سارے دن کے لئے گھر پر بلانا۔انکو انٹرٹین کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جبکہ بچے ہوں بھی بڑے چالو ٹائپ۔''

عافیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔''میں دیکھ لونگی۔''

ضارب اسکو شک بھری نگاہوں سے جانچتا باہر نکل گیا۔عافیہ نے شکر کا کلمہ ادا کیا۔ٹب میں سے اُٹھی پاؤں پوری طرح زمین پر نہ پڑا بیلنس نہ رکھ پائی تو واپس پھر ٹب میں گری۔اس دفعہ احد اور مصطفی کے ساتھ اسکا اپنا قہقہہ بھی شامل تھا۔

☆......☆......☆

اتوار کے دن ضارب اپنے کمرے میں ہی زیادہ وقت لیپ ٹاپ پر مصروف رہا۔ دن اچھا تھا۔ اسلئے سفینہ احد کے ساتھ لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ساتھ ہی انکی نظر مصطفیٰ اور اسکے پانچ دوستوں پر بھی تھی۔ جن لوگوں نے دن کے بارہ بجے سوئمنگ پول میں اُدھم مچایا ہوا تھا۔

عافیہ کا ایک پاؤں کچن میں تو دوسرا باہر تھا۔ سوئمنگ پول. میں کودنے والے تو ابھی کھانے سے انکاری تھے۔ اسلیے وہ ضارب کے لیے کھانا اسکے کمرے میں ہی دینے آ گئی۔

سارے بیڈ پر مختلف پیپر بکھرے پڑے تھے۔ جن کے درمیان بیٹھا وہ لیپ ٹاپ کی سکرین کو گھورنے میں مصروف تھا۔

عافیہ نے کھانا میز پر رکھا اس دوران وہ بالکل بھی متوجہ نہ ہوا۔ پانی وغیرہ بھی لا کر رکھ دینے کے بعد اس نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا۔

"کھانا لگا دیا ہے۔"

ضارب نے ایک اچٹتی سی نظر اس پر اور پھر کھانے سے سجی میز پر ڈالی۔ بھنویں اچکا کر حیرت کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی پوچھنے لگا۔ "کیا باقی سب کھانا کھا چکے؟"

عافیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے علیحدہ سے دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں بھی سب کے ساتھ ہی کھا لیتا۔"

جتنا وہ وہاں سے بھاگنے کے چکر میں تھی۔ اتنے ہی سوال رستہ روک رہے تھے۔

"اماں نے بس کباب کے ساتھ سبز چائے لی ہے۔ انکا معدہ کچھ اپ سیٹ ہے۔ میں نے دوا دی ہے۔ اور بچوں نے کافی زیادہ کھایا ہے۔ انہیں ابھی گنجائش محسوس نہیں ہو رہی۔ کہتے ہیں۔ جب بھوک لگے گی کھا لیں گے۔"

وہ صوفے کے کشن ٹھیک کرنے کے بعد دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ضارب کے اگلے سوال پر قدم رُک گئے۔ جو لیپ ٹاپ پر ہی نظریں لگائے پوچھ رہا تھا۔

"تم نے کھانا کھا لیا۔۔؟؟"

عافیہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔ضارب کی ساری توجہ لیپ ٹاپ پر تھی۔ایک ان دیکھی سی مسکراہٹ عافیہ کے لبوں کو چھو کر گزر گئی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

ضارب نے اس پر نظر اب بھی نہیں ڈالی بس دھیمے سے مسکراتے ہوئے بولا۔۔

"اوہ......میں بھول کیسے گیا۔بھلا روبوٹ بھی کبھی عام انسانوں والے جذبات رکھتے ہیں۔بھوک' پیاس' پیار' محبت' چاہت' غصہ' نفرت' بے حسی' ترس' ہمدردی' احسان' یہ تو سب انسانی فطرت کی باتیں ہیں۔ان سے مہان عافیہ کمال صاحبہ کا کیا لینا دینا۔ان کے اندر تو بس ایک پروگرام ڈسک ڈال دو کہ صبح سے شام کی یہ روٹین ہے بس۔۔۔۔۔۔۔۔اس سے زیادہ کچھ نہیں۔"

عافیہ اچھی طرح اسکے طنز کے پیچھے چھپے غصے کو سمجھ اور محسوس کر رہی تھی۔مگر بے یقینی کے مقام پر کھڑی ہو کر۔وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔

اسکے جانے کے بعد کتنی دیر تک ضارب بند دروازے کو گھورتا رہا۔جی تو چاہ رہا تھا جا کر سارا کھانا اسکے سر پر مار کر آئے۔مگر ہاتھ دھو کر کھانے کو بیٹھ گیا۔شام تک برتن یونہی اسکی میز پر پڑے رہے۔ کیونکہ وہ واپس کمرے میں آئی ہی نہیں۔ وہ باہر سے آنے والے قہقہے سنتا اپنے کام میں غرق رہا۔گاہے بگاہے ایک نظر برتنوں والی میز پر ڈال لیتا۔اور غصہ اندر ہی اندر ابلتا رہا۔

مسلسل لکھنے سے سر اور آنکھوں میں درد محسوس ہونے لگا تھا۔کھڑکی سے باہر دکھنے والی روشنی تاریکی میں بدل گئی۔اس نے پردے گرا کر لائٹ آن کر لی۔دو گھنٹے نیند بھی لے لی مگر کمرے سے نہیں نکلا۔دو نوکریوں میں جھولنے کا نقصان یہ تھا۔کہ چھٹی کا دن بھی کبھی کبھار ہی انجوائے کرنے کو ملتا تھا۔ورنہ کام کام کام۔۔۔۔۔۔

اس وقت چائے یا کافی کی شدید طلب ہونے کے باوجود وہ یونہی بیٹھا رہا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔دوسرے پل مصطفیٰ مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"پاپا آپ اپنا روز کا کام روز کیوں نہیں ختم کرتے۔۔؟"

اس نے خوشگواریت سے پین پیپر ایک طرف ڈال کر بانہیں پھیلا کر مصطفیٰ کا استقبال کیا۔جواب میں۔وہ

بھی کسی معمول کے مطابق اسکی کھلی بانہوں میں سما گیا۔

''اب بولو کیا کہہ رہے تھے۔''

مصطفٰی نے اپنا مدعا دہرا دیا۔''دادو کہہ رہی تھیں کہ نالائق انسان یعنی کہ آپ ضارب سیال صاحب اگر اپنا روز کا کام روز کرلیں تو مہینے کا ایک دن یوں کمرے میں بند ہوکر فائلوں میں غرق ہوکر نہ گزارنا پڑے۔۔''

ضارب نے اپنی آنکھیں بند کرکے سر مصطفٰی کے کندھے پر رکھا۔

'' تمہارا کیا خیال ہے؟؟ کیا دادو سچ کہتی ہیں؟؟۔۔''

مصطفٰی نے سوچتے ہوئے کہا۔☆

It does kind of makes sense. You are working s morning and now its 8'o clock of night and you working.

''میرے دوست سارا دن ادھر رہے۔مگر آپ سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

ضارب نے ہاتھ سے اپنے ماتھے پر آئے بال پیچھے کو سیٹ کیے۔

''سوری یار کام تھا ہی بہت مگر فکر نہ کرو۔آئی ول میک اٹ اپ ٹو یو۔۔''

مصطفٰی نے باپ کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

''چلیں کیا یاد کریں گے۔معاف کیا آپ کو ویسے بھی پری نے میرے دوستوں کے لیے بہت کچھ بنایا تھا۔ ابھی جاتے ہوئے بھی سب کو ہوم میڈ مفنز وغیرہ دیئے ہیں۔میرے دوست مجھ سے کہہ رہے تھے۔یہ انکا سب سے بیسٹ گیٹ ٹوگیدر تھا۔پلس آئی ہیو دا بیسٹ مدر۔۔۔۔''

مصطفٰی ضارب کے سینے پر سر رکھ کر نیم دراز تھا۔ضارب کی سوچ کہیں اور جبکہ انگلیاں مصطفٰی کے بالوں میں چل رہی تھیں۔۔

''تمہاری سٹڈی کیسی جارہی ہے؟۔''اس نے مہارت سے موضوع بدلا۔

''یس اے ون۔انفیکٹ آپ ہی میری ڈائری پر آج سگنیچر کردیں۔پری تو ابھی تک کچن میں مصروف

ہیں۔"
ضارب نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔" لے آؤ سائن کر دیتا ہوں۔دادو اور احد کدھر ہیں؟"
مصطفٰی اپنی جگہ سے اٹھا۔"دادو اپنے کمرے میں ہیں۔احد پری کے ساتھ ہے۔"
ضارب بھی اٹھ کھڑا ہوا۔"چلو اماں کے پاس ہی بیٹھتے ہیں۔"
دونوں باپ بیٹا سفینہ کے پاس آئے۔ضارب پر نظر پڑتے ہی سفینہ نے تاسف سے سر ہلایا۔
" شاباش ہے بیٹا۔گھر میں ہوتے ہوئے بھی ایسی غیر حاضری"...
اس نے آگے بڑھ کر ماں کی پیشانی چومی اور بولا". غیر حاضر ہی سہی تھا تو گھر پر ہی نا۔"
"طبیعت کی سنائیں۔آپ کی بہو کے منہ سے سنا تھا کہ معدہ خراب ہے۔"
سفینہ نے ہاتھ میں پکڑا کروشیہ سائیڈ پر رکھتے ہوئے عینک کے پیچھے سے ہی بیٹے کو ذرا اور غور سے دیکھا۔
"میری طبیعت تو ماشاللہ اب بہتر ہے عافیہ نے قہوہ بنا دیا تھا۔تم اپنی سناؤ۔۔مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ پردے کے پیچھے منہ کے بارہ بجے ہوئے ہیں۔"
وہ خوشدلی سے مسکراتے ہوئے ان کے بیڈ پر پھیل کے لیٹ گیا۔
"ایک کپ چائے تو پلوا دیں۔میرا سر دکھ رہا ہے۔"
سفینہ نے ادھر بیٹھے ہی ہاتھ پھیلا کر اسکی پیشانی کو چھوا بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
"سر تو دکھے گا ہی جب سارا سارا دن لیپ ٹاپ کی سکرین کے سامنے جمے رہو گے۔"
اسکو سفینہ کے ہاتھوں کی حرکت سے سکون مل رہا تھا۔آنکھیں موندے یونہی لیٹے لیٹے نیند کی وادی میں پہنچ گیا۔اس کے خراٹے سن کر مصطفٰی اور اسکی دادی حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔
پھر انہوں نے دھیمی سی آواز میں مصطفٰی کو ہدایت دی۔
لائٹ بند کر و اور جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر دو۔پری سے کہنا پاپا کا کھانا مائیکرو ویو کے پاس رکھ دے۔اور خود آرام کرے سارے دن کی بھاگ دوڑ رہی ہے تھک گئی ہو گی۔اور یہ تو پڑتے ہی سو گیا۔
مصطفٰی نے مسکراتے ہوئے ایک نظر باپ پر ڈالی جس پر سفینہ کمبل ڈال رہی تھیں۔

اس نے برتن دھونے سے پہلے ایک باؤل میں فروٹ کاٹ کر احد کے واکر میں اسکے سامنے رکھے تھے۔ جب تک وہ برتن دھو کر فارغ ہوئی احد فروٹ کے ساتھ مستیاں کرنے میں مصروف رہا۔ کھایا کم اور حسب عادت ادھر اُدھر گرایا زیادہ۔

برتن انکی جگہ میں ٹکانے کے بعد وہ تولیے سے ہاتھ صاف کرنے کیساتھ ساتھ احد کا جائزہ لے رہی تھی۔ جس کے کپڑے چہرہ سب کچھ میلا ہو رہا تھا۔ تب ہی مصطفٰی بولتا ہوا کچن میں داخل ہوا۔

"پری جان پاپا دادو کے کمرے میں سو گئے ہیں۔ اور دادو کہہ رہی ہیں کہ آپ بھی اب آرام کریں۔ تھک گئی ہونگی۔" اور ہاں دادو نے یہ بھی بولا ہے کہ پاپا کے لیے کھانا مائیکرو ویو کے پاس رکھ دیں۔"

اس نے ساری ہدایت سُن کر سر ہلایا۔ ساتھ ہی اگلی ہدایت بھی دی۔

"تم بھی دانت برش کر کے فوراً سونے کے لیے لیٹو ورنہ صبح وقت پر آنکھ نہیں کھلے گی۔ میں پہلے احد کو صاف کرلوں پھر تمہارا یونیفارم استری کر کے رکھتی ہوں۔"

مصطفٰی نے فوراً پوچھا۔" تو کیا آج آپ بیڈ ٹائم سٹوری بھی نہیں سنا رہی ہیں۔؟"

ناک چڑاتے ہوئے اس نے احد کو گود میں لیا۔ اور بولی۔

" آثار کچھ ایسے ہی ہیں۔ کیونکہ ابھی مجھے تمہارے پاپا کا کمرہ بھی سیٹ کرنا پڑے گا۔ یہ بڑا سا کاغذوں کا ڈھیر اُدھر سے برآمد ہونا ہے۔ جاؤ شاباش میرا چاند جا کر سو جاؤ۔ اگر میں جلدی فارغ ہوگئی تو کہانی سنا دونگی۔"

مصطفٰی کو منہ بسورتے ہوئے وہاں سے جانا ہی پڑا مگر جانے سے پہلے وہ عافیہ اور احد کو پیار دینا نہیں بھولا۔

سب سے پہلے عافیہ نے احد کو صاف کر کے ہلکی ہلکی مالش کی کپڑے پہنائے اور فیڈر پینے کے دوران ہی وہ سو گیا۔ اپنے بیڈ پر ہی اسکو اچھے سے کمبل اوڑھا کر لٹانے کے بعد اس کا دھیان باقی کاموں کی طرف ہوا۔ کمرے کی ساری صفائی کی برتن ہٹائے۔۔۔ ضارب کے سارے پیپرز وغیرہ بیڈ سے اُٹھا کر ایک فائل میں ڈال کر میز پر لیپ ٹاپ کے قریب ہی رکھ دیئے۔

اس دوران گیارہ بج گئے۔ دبے پاؤں جا کر سفینہ کو دوا بھی دے آئی۔ اب صرف کپڑے استری کرنے رہ گئے تھے۔ مگر عشاء کی نماز پڑھنی زیادہ ضروری تھی کہ جسکا وقت نکلا جا رہا تھا سو وضو کر کے سٹور میں ہی آ گئی۔ پہلے

نماز پڑھی پھر استری سنبھالی۔ مصطفٰی کا یونیفارم استری کرنے کے بعد اسکی دادی کے دو سوٹ کیئے اب اسکے اپنے کے کپڑوں کی باری آئی تھی۔ تبھی وہ سُرخ نظریں لیے سٹور کے فریم میں نمودار ہوا۔ ضارب آدھ کھلی آنکھوں میں غصہ اور ہاتھ میں مصطفٰی کی ہوم ورک ڈائری تھی۔ جو اس نے آگے بڑھ کر عافیہ کے بالکل سامنے پٹخی۔۔۔

وہ تو حیران ہو رہی تھی۔ کہ یہ تو سویا ہوا تھا۔ مگر اس کے عمل پر پریشان بھی ہو گئی۔ ڈرتے ہوئے اسکی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''مصطفٰی کی ڈائری پر سائن کرتے ہوئے۔ کیا سوچ کر تم اپنے نام کے آگے میرا نام لکھتی ہو؟۔''

اس کے لہجے میں جس قدر نفرت اور حقارت تھی۔ اس نے عافیہ کی سٹی گم کر دی اور ویسے بھی وہ کونسا اسکے سامنے کچھ کہنے کی جرات رکھتی تھی۔

''بول کیوں نہیں رہی ہو۔؟''

عافیہ کا وجود دھیرے دھیرے کانپنے لگا مگر زبان نے ساتھ نہ دینا تھا۔ نہ ہی دیا۔ جبکہ وہ یونہی تن کر اسکے سر پر کھڑا دھاڑ رہا تھا۔

''میری ایک بات کان کھول کر سُن لو۔ نہ میں نے تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول کیا ہے۔ نہ ہی تمہیں یہ اختیار دیا ہے کہ تم خود کو میرے حوالے سے متعارف کرواتی پھرو۔ اسلیے آئندہ اپنی اوقات میں رہنا۔ اور کبھی بھی اپنے آپ کو عافیہ ضارب نہ بولنا۔''

ضارب نے ڈائری اُٹھا کر پُرزے پُرزے کر کے اسکے سامنے رکھتے ہوئے بتا دیا کہ ''آئندہ ایسی غلطی کی تو تمہارا حال بھی اس ڈائری جیسا ہی کرونگا۔''

اپنی بات مکمل کر کے وہ تو وہاں سے چلا گیا۔ مگر اگلی ساری رات وہ وہیں کی وہیں اپنے ٹوٹے دل اور ششدر روح سمیت بیٹھی رہ گئی۔

''مجھے رونا ہی کیوں آئے جا رہا ہے؟''

''ایسا تو نہیں کہ وہ میری محبت میں مبتلا تھے۔ اور اب بدل گئے ہیں۔ پھر مجھے کیوں دکھ کھائے جا رہا ہے۔ صرف یہ سوچ سوچ کر کہ ضارب سیال کو مجھ سے محبت تو دور کی بات ہمدردی بھی نہیں ہے۔''

"پرکاش انکو مجھ سے محبت ہوتی۔۔"

"ایسی زبردستی کی شادیاں ہونی ہی نہیں چاہئیں۔"

پھر اپنی ہی بات کو خود ہی رد کرتے ہوئے سوچا" اگر اماں انکو یوں بلیک میل نہ کرتیں۔تو میں احد، مصطفیٰ یا اماں سے ملتی کیسے۔۔؟"

بیٹھے بیٹھے جب وجود اکڑ گیا۔کمر بالکل جواب دے گئی۔تو خود کو تقریباً گھسیٹتی ہوئی اُٹھی اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے مصطفیٰ کے پاس لیٹ کر آنکھیں موندھ لیں۔۔

☆......☆......☆

رات کو اماں کے کمرے میں بھوک کی وجہ سے جلد ہی آنکھ کھلنے پر وہ وہاں سے کوئی آواز پیدا کیے بغیر نکل آیا۔کیونکہ اماں سو چکی تھیں۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اُنکی نیند خراب ہو۔

وہاں سے سیدھا کچن میں گیا۔اطمنان سے کھانا کھانے کے بعد اپنی آرام گاہ میں آیا۔احد بیڈ پر مزے میں سو رہا تھا اور وہ غائب تھی۔

تب ہی اسکی نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی۔جس کی اوپر مصطفیٰ کی ڈائری رکھی تھی۔جس کو کھول کر دیکھتے ہوئے اسکی نظر آج سے قبل کی تاریخوں میں کیے ہوئے پیرنٹس کے سائنز پر پڑی۔جو کہ یقیناً عافیہ کے کیے ہوئے تھے۔ ہر صفحے کے اینڈ پر لکھا عافیہ ضارب پڑھ کر اسکا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔اسی لیے اسکو اچھی طرح اسکی اوقات یاد دلانے کے بعد آ کر سویا تھا۔

اس وقت احد اسکے چہرے کے قریب بیٹھا۔مسلسل اپنے نرم نرم ہاتھوں سے ایک کے بعد ایک تھپڑ رسید کر رہا تھا۔نیند میں ہی ضارب نے اپنے دفاع کے لیے چہرہ کمبل کے اندر کر لیا۔

احد چند لمحے غور کرتا رہا پھر اس نے باپ کے بال کھینچنے شروع کر دیے۔

تکلیف سے وہ ایک دم بول اُٹھا۔

"عافیہ اُٹھاؤ اسکو یہاں سے یار سونے بھی نہیں دے رہا۔"

مگر عافیہ وہاں ہوتی تو جواب دیتی ناں۔احد اپنے مشغلے میں برابر مصروف رہا تو ناچار ضارب کو بیڈ سے

نکلنا پڑا۔ احد کو گود میں اُٹھایا اور جا اماں کے کمرے میں حاضری دی۔

مگر یہ کیا باہر ابھی اندھیرا ہے اور سفینہ محوِ خواب۔ کمرے میں ماں کے علاوہ دوسرا وجود موجود نہ پا کر وہ دروازے سے ہی پلٹ آیا۔

سٹور میں بھی اسے موجود نہ پایا۔ وہاں سے ایک ہی جگہ بچتی تھی۔ مصطفٰی کا کمرہ۔ اور وہ اسے وہیں مصطفٰی کے بیڈ پر نظر آئی۔

عافیہ پر نظر پڑتے ہی احد اسکی طرف جھک گیا۔ اور چاہتا بھی یہی تھا کہ باپ کی گرفت سے آزاد ہو کر عافیہ کی گود میں سمائے۔ مگر ضارب نے ایسا نہ کیا۔

بڑے غور سے اپنی سوئی ہوئی بیوی کے چہرے پر مٹے ہوئے آنسوؤں کے نشان دیکھنے کے بعد ماتھے پر تیوری لیے وہاں سے نکل آیا۔ احد نے بھرپور قسم کا احتجاج کیا تھا۔ مگر اس نے اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ اور احد کو لیے کچن میں آیا۔ فریج میں اسکے بنے پڑے فیڈر کو نکال کر مائیکرو ویو میں گرم کر کے اسے پیش کیا۔

جواب میں احد نے بھی ثابت کر دیا کہ وہ اپنے باپ کا ہی بیٹا ہے۔ اس نے فیڈر پکڑ کر فرش پہ دے مارا۔

ضارب نے مصلحت آمیز نظروں سے اپنے لختِ جگر کو دیکھا۔ اور نظروں ہی نظروں میں سمجھانا چاہا۔

"دیکھ یار احد مانتا ہوں کہ وہ عورت تیرے حق میں بڑی اچھی ہے۔ پر یار کچھ بھی ہو۔ لوگ اپنے باپ کو اس طرح سے تو ذلیل کرتے جیسے تو میرے ساتھ کرتا ہے۔ یعنی ہر دفعہ تم مجھے اسکے سامنے بے غیرت ثابت کروا دیتے ہو۔ وہ اللہ کی گائے اگر کسی دن آگے سے بول پڑی کہ بے فیض انسان اگر میں تمہاری بیوی کہلوانے کا حق نہیں رکھتی۔ تو اپنے بچوں کو بھی مجھ سے دور رکھو۔ جو پہلے سیکنڈ سے لیکر تین چار ماہ گزر جانے کے بعد آج بھی بھاگ کر میری آغوش میں ہی آتے ہیں۔ تو تمہارے اس اونچے شملے والے باپ کو چلو بھر پانی نہیں ملنا۔ کہ کہیں ڈوب کر ہی مر جائے۔ اسلیے اسکے پاس جانا بھی ہو۔ تو مجھے درمیان میں لائے بغیر بھاگ جایا کرو۔ اسکو بولو سلایا بھی تمہیں اپنے ساتھ کرے۔"

احد باپ کی سرگوشیوں کو بڑے غور سے اپنی گول گول موٹی آنکھیں مٹکاتے ہوئے سُن رہا تھا۔

"میرے شیر یہ فیڈر پکڑو اور سارا ختم کر کے ثابت کر دو کہ تم ضارب سیال کے احساس مند بیٹے......۔"

اسکی بات ابھی ادھوری ہی تھی۔احد نے ایک دفعہ پھر فیڈر کو رکھ کے کچن کے فرش پر پٹخا۔

"شاباش ہے بیٹا۔۔۔!!یعنی مصالحت کا لفظ تمہاری ڈکشنری میں ہے ہی نہیں۔"

"چل یار تیری مرضی آئی گلس بڈھے مالدار باپ سے زیادہ اہم ایک کنگلی عورت ہے۔سُنا تھا کہ بڑھاپے میں اولاد ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔پر میری اولاد نے تو بھری جوانی میں مجھے چھوڑ دیا۔پر یاد رکھو مستقبل قریب میں تم نے کچھ چیزوں سے واقف ہونا ہے۔جیسے کہ آئی فون 'سیمسنگ گیلکسی 'اُٹسیٹرا 'اور جو عورت آج باپ سے آگے ہوگئی۔کل وہ یہ سب لیکر نہیں دے گی۔اسکے لیے باپ کے پاس ہی آنا پڑے گا۔تو آج ہی سوچ لو کیوں کل کو پچھتانا چاہتے ہو۔"

احد باپ کی گود سے اُترا فرش پر رکھا فیڈر منہ میں رکھ کر رینگتا ہوا کچن سے نکل کر مصطفیٰ کے کمرے کے دروازے کے باہر سہارے سے کھڑا ہو کر دروازہ بجانے لگا۔ساتھ ماماماماما بولے جا رہا تھا۔

ضارب سینے پہ ہاتھ باندھ کر کچن کے دروازے پر ٹیک لگا کر کھڑا اسکی ساری کارروائی کو دیکھنے سے زیادہ گھور رہا تھا۔پچاس سیکنڈ بعد دروازہ کھلا۔احد جو دروازے کے سہارے سے کھڑا تھا۔اسے نیچے بیٹھنا پڑا۔

مگر دروازہ کھولنے والی پر نگاہ پڑتے ہی احد کے چہرے پر جو مسکراہٹ اور آنکھوں میں روشنی جاگی تھی۔ضارب کا غصہ اور بڑھا گئی۔

وہ یک ٹک عافیہ کو گھورنے لگا۔جسکا دوپٹہ غائب تھا۔بال کھل کر چہرے کے گرد ہالہ بناتے ہوئے سینے تک پھیلے ہوئے تھے۔

"حدی جان آپ ادھر کیسے آگئے۔"

احد کو گود میں اٹھا کر سیدھے ہوتے ہوئے اسکی نظر ضارب پر پڑی۔نظروں کا ٹھیک ٹھاک تصادم ہوا۔گہری نیند سے اُٹھنے اور دوسرا روتے رہنے کی وجہ سے آنکھوں میں سُرخی بھری ہوئی تھی۔اور دوسری طرف ریڑھ کی ہڈی تک اُترتی سرد آنکھیں۔

عافیہ نے نظر چُرا کر واپس اندر جانا چاہا مگر ابھی مُڑی ہی تھی۔جب ضارب کی آواز نے قدم روک دیے۔۔

"مصطفیٰ کا بیڈ سنگل ہے۔تم تینوں کے لیے کافی نہیں ہے۔اسکو ادھر ہی لے جاؤ جہاں یہ سویا ہوا تھا۔"

عافیہ کے دل میں سرد تیر پیوست ہوتا محسوس ہوا۔

"کیا تھا جو کہہ دیتا کہ اپنے کمرے میں جاؤ۔"

اثبات میں سرہلایا۔ مڑ کر ضارب کی جانب دیکھے بغیر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ مگر آنسو ایک دفعہ پھر نکل آئے۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی میں بیڈ پر اپنی مخصوص جگہ پر لیٹی احد کو سینے سے لگا کر اپنے پہلو میں لٹایا۔ جواب بالکل سکون میں تھا۔ فیڈر پیتے پیتے ہی سو گیا۔ وہ خود بھی آنسو بہاتی بہاتی غنودگی میں چلی گئی۔

" اماں ضارب مجھے پسند نہیں کرتے۔"

وہ جو ابھی آ کر لیٹا ہی تھا۔ سرگوشی سنی اور چونک کر متوجہ ہوا۔ وہ سوتے میں بڑبڑا رہی تھی۔

"میرا دل کرتا ہے۔ مر جاؤں۔"

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ بیٹھا۔

ہاتھ بڑھا کر لیمپ جلایا۔ پھر عافیہ کا جائزہ لیا آیا جان بوجھ کر اُسے سنانے کے لیے کہہ رہی ہے یا۔۔؟

وہ مکمل نیند میں تھی۔ مگر آنکھ سے پانی بہہ رہا تھا۔ کچھ دیر تک خاموش نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ پھر واپس لیٹ گیا۔

"مجھ لوگوں سے کبھی کوئی محبت نہیں کرتا۔" جتنا مدہم کمرے میں اجالا تھا۔ اتنی ہی مدھم سرگوشیاں تھیں۔

"بھائیوں نے بھی تو مجھے جیتے جی مار دیا ہے۔"

اب باقاعدہ سسکیاں گونجی تھیں۔ بڑی نرمی سے دو مضبوط بانہوں نے اسکے کانپتے ہوئے وجود کو اپنی پناہ میں لیا۔ اسکا وجود بخار میں پھنک رہا تھا۔

"جو لوگ بیٹیوں کے پیدا ہوتے ہی اُنہیں مار دیتے ہیں۔ وہ بہت اچھا کرتے ہیں۔"

وہ خود کو روک نہ پایا اسلیے پوچھ لیا۔

"ایسا کیوں سوچتی ہو۔"

وہ بولی۔ "اچھا ہے ناں ساری زندگی قطرہ قطرہ مرنے کی بجائے ایک ہی دفعہ مر جاتی ہیں۔ شکر ہے کہ اللہ

نے مجھے کوئی بیٹی نہیں دی۔صرف بیٹے دیے ہیں۔"

" مگر میں تو چاہتا ہوں۔کہ میری بیٹی ہو۔"

اسکی بات پر وہ فوراً بولی۔"مت مانگیں بیٹی۔اگر اسکو اسکے بھائی ویسے ہی بھول گئے جیسے میرے بھائی مجھے بھول گئے ہیں۔اور اسکے شوہر کو اس سے ویسے ہی نفرت ہوئی۔جیسے ضارب کو مجھ سے ہے۔اتنے غم اٹھانے سے بہتر ہے دنیا میں آئے ہی نہ۔"

" کیا بھائی بہت یاد آتے ہیں؟"

دھیرے سے آنسوؤں کے درمیان مسکرائی۔

" کس بہن کو نہ اپنے بھائی یاد آتے ہونگے۔"

اب اسکے آنسو ضارب کے سینے کے قریب سے شرٹ کو بھگو رہے تھے۔وہ جانتا تھا۔اپنے حواس میں نہیں ہے۔اسلیے یوں اسکے اتنے قریب ہو کر باتیں کر رہی ہے۔جو اسکی طرف دیکھنے سے بھی ڈرتی ہے۔

" ایک بات تو بتاؤ"...

" کیا؟"

" یہ ضارب کون ہے؟"

" ضارب؟؟"

" ہاں ضارب"

" ضارب محبت ہے۔"

" کس کی محبت؟۔"

" ضارب فارحہ کی محبت ہے۔"

اسکے جواب پر ضارب کے ہونٹوں پر بڑی گہری مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"وہ تو میں جانتا ہوں۔کہ ضارب فارحہ کی محبت تھا۔مگر میں تو تم سے پوچھ رہا ہوں۔ضارب تمہارے لئے کیا ہے؟۔"

" وہ میرا تحفظ ہے۔ میرا اصل ہے۔ اماں نے سچ کہا تھا۔"

اتنی بات کر کے وہ بالکل خاموش ہوگئی۔ اسکا جسم ابھی بھی کسی تندور کی طرح تپ رہا تھا۔ وہ شائد کہیں جانتا تھا کہ اماں نے کیا کہا ہوگا۔ مگر پھر بھی پوچھ لیا۔

" کیا کہا انہوں نے؟؟"

" کس نے؟"

" اماں نے۔۔۔ کیا کہا اماں نے؟"

"وہ کہتی ہیں۔ ضارب کبھی بھی تمہیں اس گھر سے یا اپنے کمرے سے نکل جانے کو نہیں کہے گا۔"

ضارب کے چہرے پر عافیہ کا جلتا ہوا ہاتھ مس ہوا وہ کبھی اسکے ناک کو چھوتی کبھی ہونٹوں کو سرا بھی بھی اسکے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

" ہوسکتا ہے۔ وہ تمہیں تسلی دینے کے لئے جھوٹ بول دیتی ہوں۔"

وہ بر احتجاج انداز میں سر نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔" میں نے خود سنا ہے۔"

" کیا سنا ہے؟۔"

ضارب کو اماں سے یہ کہتے ہوئے کہ وہ شادی اپنی مرضی سے کریں گے۔ وہ یہ ضرور کہتے ہیں کہ میں انکی پسند نہیں۔ پر ایسا کبھی نہیں کہا کہ اس عورت کو چوٹی سے پکڑ کر گلی میں کھڑا کردونگا۔ بولتے بولتے اسکی آواز بھرا گئی۔

" اور اگر اس نے ایسا کر دیا تو پھر۔۔۔؟"

"پھر ایمان اُٹھ جائے گا۔"

" کس پر سے ایمان اُٹھے گا۔؟"

" اچھائی پر سے محبت پر سے اور تربیت پر سے ہر چیز پر سے۔۔۔۔۔ پر آپ دُعا کریں میرے لئے۔۔ صرف ایک دُعا کردیں۔۔۔"

ضارب نے سنجیدگی سے پوچھا۔" کیسی دُعا۔۔؟؟

" دعا کریں کہ انکو مجھ سے محبت ہوجائے۔" وہ دوبارہ سے پوری شدت کے ساتھ رونا شروع ہوگئی۔۔

"کس کو محبت ہو جائے۔۔؟؟"

"ضارب کو اور کس کو۔۔۔"

"کیا تم اپنی دعاؤں میں اسکی محبت مانگتی ہو؟۔۔"

اس نے دو دفعہ یہ سوال دہرایا مگر جواب میں خاموشی ہی ملی۔

اس نے بڑی مشکل سے دو گولیاں پانی میں پیس کر اس کے حلق سے گزاریں۔اور اچھی طرح کور اوڑھا کر باہر آ گیا۔

☆......☆......☆

آنکھ کھلنے پر جو چیز سب سے پہلے دماغ نے کیچ کی وہ تھا۔اندھیرا ' کمرہ سارا اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور دوسری پن ڈراپ خاموشی۔اس نے بستر ہٹا کر کروٹ بدلی۔

تب ہی سفینہ کی توجہ اسکی جانب ہوئی۔وہ اپنی وہیل چیئر پر اسکے بیڈ کے بالکل قریب بیٹھیں ٹی وی دیکھ رہی تھیں۔جسکو عافیہ کے آرام کی خاطر ہی میوٹ کر رکھا تھا۔

"میرا بچہ اُٹھ گیا؟؟" سفینہ کے لہجے میں بلا کی نرمی اور شفقت تھی۔

"آپ یہاں۔۔؟۔۔وقت کیا ہوا ہے اماں۔ اور احد کدھر گیا ادھر میرے پاس ہی تو سویا ہوا تھا۔"

سفینہ نے سائیڈ سے ایک ساتھ دو تین بٹن آن کیئے۔کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

"میری جان پہلے مجھے یہ بتاؤ کیسا محسوس کر رہی ہو۔؟"

اس نے تعجب سے سفینہ کو دیکھا۔اور اپنی جگہ سے اُٹھنے کی کوشش کی۔مگر سفینہ نے روک دیا۔

"ارے لیٹی رہو آرام سے۔۔جانتی بھی ہو۔کل سے ہوش وحواس سے بیگانی پڑی ہوئی ہو۔خبردار ابھی پاؤں بھی بستر سے اُتارا۔"

اسکی نظریں میکانکی انداز میں وال کلاک کی جانب گئیں۔پانچ بج رہے تھے۔مگر وہ اندازہ نہ کر پائی دن کے یا رات کے۔

"مگر اماں میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔پھر اتنی دیر کیوں سوتی رہی ہوں؟۔۔"

''چندا تمہیں بخار ہے۔ڈاکٹر کل سے دو دفعہ دیکھ کر جا چکا ہے۔دوا تو تم کھا نہیں رہیں تھیں۔اسلیے اس نے ڈرپ لگا دی۔کہہ کر گیا تھا کہ چھ بجے سے پہلے ہوش آجائے گا۔اور دیکھو کتنا کرم ہوا اللہ کا تم ہوش میں آگئیں۔''

اس نے اُٹھنے کی کوشش ہی کی تھی اور سر فٹ بال کے گیند جیسے گھومتا ہوا محسوس ہوا۔

''بچے کدھر ہیں۔؟؟ مصطفٰی سکول سے آگیا۔یا ابھی جانا ہے۔ میں نے تو اسکا لنچ بھی نہیں بنایا تھا۔''

سفینہ نے اسکے سر پر ہاتھ کا دباؤ ڈال کر واپس سرہانے پر رکھ دیا۔اور ہاتھ اسکی پیشانی پر ہی رہنے دیا۔

''مصطفٰی کب کا سکول سے آگیا ہے۔آج تو وہ سکول جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔باپ نے زبردستی کی۔پھر بھی منہ پھُلا کر ہی گیا تھا۔کہتا تھا جب تک پری نہیں جاگتی سکول نہیں جاؤنگا۔ دوسرے تمہارے لاڈلے نے باپ کی اگلی پچھلی ساری توبہ کروا دی ہے۔ابھی بھی ضارب کے ساتھ کسی ریسٹورنٹ سے کھانا لینے گئے ہیں۔''

سہم کر سفینہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''وہ تو بہت غصہ کر رہے ہونگے۔احد انکو تنگ بھی تو بہت کرتا ہے۔''

''نہیں بھئی کوئی غصہ نہیں کیا۔تمہارے لئے پریشان ہے۔''

اس نے بے یقینی سے اماں کی جانب دیکھا۔اس سے پہلے کے کچھ کہتی۔باہر کا دروازہ کھُلنے کے ساتھ ہی مصطفٰی اور احد کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں۔دو منٹ بعد تینوں باپ بیٹا کمرے کے اندر تھے۔

ضارب نے احد کے ساتھ ساتھ کچھ بیگز اُٹھا رکھے تھے

''پری آپ جاگ گئیں......!''

مصطفٰی اسے ٹیک لگا کر نیم دراز دیکھ کر ہاتھ میں پکڑے بیگ وہیں فرش پر پھینک کر بھاگتا ہوا اسکی کھلی بانہوں میں سما گیا۔

''میں نے آپ کو بہت مس کیا ہے۔میں بہت پریشان ہوگیا تھا۔آپ کو اتنی آوازیں دیں۔مگر آپ آنکھیں ہی نہیں کھولتی تھیں۔اور پتا نہیں کیا کیا بولتے ہوئے روئے جاتیں۔ میں ڈر گیا تھا۔پری۔۔''

اسکا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیکر براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بتا رہا تھا۔باہر سے آنے کی وجہ سے اسکے ہاتھ ٹھنڈے تھے۔جو عافیہ کو بڑا سکون دے گئے۔مگر سب سے زیادہ سکون مصطفٰی کے الفاظ اور اسکی

آنکھوں کی سچائی نے دیا تھا۔اسکی اپنی آنکھوں میں جگنوں جگمگا گۓ۔ مصطفٰی کو سینے سے لگا کر گہرا سانس خارج کیا۔اور اسکے کان میں سرگوشی کی۔

" یہ دنیا کا خوبصورت ترین اظہار محبت تھا۔"

"اینڈ آئی مسڈ یو ٹو۔۔۔!!"

" مصطفٰی یار اپنا وزن اوپر رکھو کہیں محترمہ پھر سے بے ہوش ہوتی ہیں۔"

ضارب کی بات پر مصطفٰی نے اٹھنا چاہا مگر عافیہ نے اسکو مضبوطی سے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔

احد اسکو دیکھ کر رونے لگا۔ضارب نے اسے بھی عافیہ کے اوپر ہی ڈال دیا۔

" مصطفٰی اپنے ہاتھ دھو کر ماما کے بھی دھلوا دو۔میں کچن سے برتن لیکر آتا ہوں۔"

ضارب کمرے سے نکل گیا۔

سفینہ نے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔اور مسکراتے ہوۓ ان تینوں کو دیکھا۔جو اس طرح ایک دوسرے سے چمٹے ہوۓ تھے جیسے نہ جانے کتنے سالوں کے بچھڑے ہوۓ ملے ہوں۔

مصطفٰی باتھ روم سے تولیہ گیلے پانی سے بھگو کر لے آیا۔سفینہ نے ہاتھ پونچھنے کے بعد کھانا ڈش آوٹ کیا۔

"ضارب عافیہ کو سہارا دیکر باتھ تک لے جاؤ۔منہ دھو کر چینج کر لے۔"

سفینہ کے کہنے پر وہ اثبات میں سر ہلاتا ہوا اسکی جانب آیا۔احد کو بیڈ کے درمیان بیٹھا دیا۔

" نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔میں خود سے چلی جاتی ہوں۔"

ضارب کا بڑھا ہوا ہاتھ لینے کی بجاۓ اس نے سفینہ کو دیکھ کر کہا تو ضارب کو تپ ہی چڑھ گئی۔

"دیکھا اماں آپ نے۔رسی جل گئی ہے۔پر محترمہ کے بل نہیں گۓ۔اگر اتنا ہی مدد نہ لینے کا شوق ہے تو خبردار آئندہ اپنے ان بگوے بچوں کو میرے لۓ چھوڑ کر بیمار ہوئیں۔ ماں کی تیمارداری کے لۓ خاص طور پر بیوی لیکر آیا ہوں۔اور بیوی اُلٹا مجھ سے تیمارداری کروا رہی ہے۔"

"اچھا اچھا اگر دو دن چھٹی بدل دی ہے۔تو کوئی ہم پر احسان نہیں کیا۔اپنے بیٹے کی ہی بدلی ہے۔میری بیٹی پر زیادہ رعب جھاڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

سفینہ نے ضارب کا حساب برابر کرنا چاہا۔ پھر اس سے مخاطب ہوئیں۔

"اُٹھو بیٹی جا کر منہ دھو آؤ۔ تا کہ کچھ کھا سکو۔ دیکھو ذرا دو دن میں ہی رنگت کیسے پیلی ہو گئی۔ جاؤ شاباش ضارب مدد دیتا ہے۔"

ناچار اسے اُٹھنا پڑا۔ اور تب احساس ہوا۔ خود سے تو کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا۔ کہاں باتھ تک جانا۔

اس نے ضارب کے بڑھے ہوئے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور اپنے چہرے پر پڑنے والی ضارب کی نظروں کے ساتھ ساتھ اسکے وجود سے اُٹھتی مسحور کُن خوشبو کو اگنور کرتی آگے بڑھ گئی۔

ضارب اسے باتھ تک چھوڑ کر خود باہر ہی کھڑا ہو گیا۔

اس نے منہ ہاتھ دھو کر کھلے ہوئے بالوں کو جوڑے کی شکل دی جو اب تک گھونسلا ہی بن چکے تھے۔ کیچر میں قید کر کے دانت برش کر کے باہر آ گئی۔

ضارب دروازے کے قریب ہی تھا۔ ایک دفعہ پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ عافیہ نے اسکے ہاتھ میں ہاتھ دینے کی بجائے اس دفعہ اسکے بازو کو پکڑ لیا۔

بیڈ کے قریب آ کر اس نے ضارب کا بازو چھوڑ دیا۔ اور بیڈ پر پڑا کمبل کھینچ کر تہہ کر کے ایک سائیڈ پر رکھ دیا۔ احد کو فرش پر کھڑا کرنے کے بعد بیڈ کی چادر جھاڑ کر دوبارہ سے بچھا دی۔ سفینہ منع ہی کرتی رہ گئیں تھیں۔

اس سارے عمل کے دوران اسکے ذہن سے ایک بات محو رہی۔ وہ یہ کہ وہ شائد زندگی میں پہلی بار کسی مرد کے سامنے دوپٹے کے بغیر کھڑی تھی۔

اور ساتھ ہی ساتھ اس بات سے بھی لاعلم تھی۔ بالکل اُسی طرح جیسے وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ بے ہوشی کے دوران کیا کیا بولتی رہی ہے اور کس سے بولتی رہی ہے۔ اسی طرح اس بات سے بھی لاعلم تھی۔ کہ ضارب کی نظر بھٹک بھٹک کر بار بار اُسی کی جانب کیوں اُٹھ رہی تھی؟۔

"عافی تم سوپ لو گی یا بریانی؟"

سفینہ نے اس سے پوچھا پھر خود ہی سوپ کا مشورہ دیتے ہوئے۔ باؤل میں سوپ ڈال کر اسکی طرف بڑھایا۔ ضارب اور مصطفیٰ بریانی اور کباب کے ساتھ انصاف کرنے میں مصروف تھے۔ آدھا دھیان ٹی وی کی

جانب تھا۔اس نے علیحدہ سے پیالی میں سوپ ڈال کر احد کو بھی پلایا۔ اپنا باؤل ختم کر کے دوا بھی لی۔ اتنے میں ہی اسے بے انتہا سردی محسوس ہونے لگی۔احد کو گود میں لیکر کمبل اوڑھ کر نیم دراز ہوگئی۔احد تو نہیں سویا مگر وہ ایک دفعہ پھر بے خبر ہوگئی۔

"ضارب دیکھوناں عافی پھر سے سوگئی ہے۔"

ضارب برتن اُٹھانے لگا۔

" فکر کی بات نہیں ہے اماں ڈاکٹر نے نیند کی ایک گولی ساتھ دی ہے۔دوبارہ اُٹھے گی تو بہتر محسوس کرے گی۔آپ کے لئے چائے لاؤں۔؟؟۔"

"ہاں لے آؤ اگر اپنے لئے بنا رہے ہو تو۔ورنہ رہنے دو۔اور جانے سے پہلے احد کو بیڈ سے اُتار دو۔ٹک کر تو بیٹھتا نہیں کہیں گر جائے گا۔"

" مصطفیٰ ذرا بھائی پر نظر رکھو گرے نہیں۔میں اسکا واکر لیکر آتا ہوں۔"

دو چکر لگا کر اس نے سارے برتن اُٹھائے۔اور ویسے ہی دھونے والے ہی سنک پر پہلے سے رکھے ڈھیر کے ساتھ رکھ دیئے۔

احد کو باہر ہال میں لا کر واکر میں ڈالا۔مصطفیٰ کا قاری آ گیا۔ضارب نے تین کپ چائے بنائی۔قاری صاحب کو ایک کپ دینے کے بعد اپنی اور اماں کی چائے لیکر ہال میں اماں کے پاس آ گیا۔

"اب تو تم سمجھ گئے ہو گے کہ عافی کی تمہاری زندگی میں کتنی ضرورت ہے۔"

چائے سے اُڑتی بھاپ سے نظر ہٹا کر اس نے ماں کو دیکھا۔

" بھلا وہ کیسے۔۔۔؟"وہ واقعی نہیں سمجھا تھا۔

" ارے بھئی دو دن بیمار ہوئی ہے اور تمہاری ساری روٹین اتھل پتھل ہوگئی ہے۔"

وہ دل کھول کر مُسکرایا۔

"اماں کسی بھی انسان کو اپنی ضرورت کے لیے یاد رکھنا اُس کی توہین ہے۔ایسی روٹین کی خرابی اگر نوکر چھٹی کرلیں۔تب بھی پیش آجاتی ہے۔تو اس میں آپکی بہو کی اہمیت کا پہلو کہاں سے نکلتا ہے۔اگر میں آج ہی کوئی

آیا رکھ لوں اور دوسرے اوپری کاموں کے لیۓ نوکر لے آؤ تو تب آپکی چہیتی کی تو اس گھر میں کوئی جگہ نہیں بچے گی۔"

" اُسکی حیثیت اور اہمیت تو تم اپنے بیٹوں سے پُوچھو۔"

"اُس سے میں انکاری نہیں ہوں۔اس نے بچوں کے دل میں اپنی جگہ بنائی ہے۔مگر مجھے اپنی زندگی میں ایک بیوی چاہیے نوکرانی نہیں۔اور یہ بات میں پہلی دن سے کلیر کر چکا ہوا ہوں۔آپ پتا نہیں کیوں بھول جاتی ہیں۔اور اگر آپ کو غلط فہمی ہے کہ میں اپنی رائے بدل لونگا۔"

سفینہ نے اسے درمیان میں ہی ٹوکا۔" چلو تم اپنی رائے نہ بدلو پر عافی تو بدل سکتی ہے ناں۔ہوسکتا ہے وہ ویسی بن جائے۔جیسی عورتیں تمہیں پسند ہیں۔"

اب کہ وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔" آپ نے تو جیسے اپنا لائف مشن بنایا ہوا ہے۔کہ کسی بھی طرح اس عورت کو میرے دل تک پہنچانا ہے اور بس۔پیاری ماں دل کی دنیا میں زور زبردستی نہیں چلتی کئی دفعہ ساری عمر گزر جاتی ہے منتیں مانگتے اور حاصل نہیں ملتا۔کئی دفعہ بن مانگے عطا ہوتا ہے۔اور بے انتہا ملتا ہے۔ اسلیے اپنی اُمیدیں زیادہ اونچی نہ رکھیں۔"

" تمہیں اُس پر ترس نہیں آتا؟ یتیم بچی ہے۔اتنے اعلیٰ اخلاق والی۔تمہارے بچوں پر جان دیتی ہے۔ پھر بھی تمہارا دل اُسکی طرف مائل کیوں نہیں ہوتا۔"

"ترس کھا کر کسی کو دل کی سلطنت کا بے تاج بادشاہ نہیں بنایا جاتا بھولی ماں۔ہاں تنہائی میں دو چار دل لگی کی باتیں'ایک دو نرم نگاہیں' آٹھ دس تعریفی کلمے بولے جاسکتے ہیں۔جو میں آلریڈی کر رہا ہوں۔اس سے آگے اگر وہ کچھ چاہتی ہے تو اپنے زور بازو پر حاصل کرے۔آئے میرے مقابل اور فتح کر لے۔اتنی بڑی آفر دے رہا ہوں۔۔"

"تم سے باتوں میں کبھی کوئی جیتا بھی ہے۔اپنے شو میں بھی سب کی بولتی بند کرتے ہو اور گھر پہ بھی۔"

وہ دل کھول کر ہنستے ہوئے بولا۔" آپ کو تو اپنے بیٹے کی خداداد صلاحیت پر فخر ہونا چاہیے۔"

" ہاں بھئی بڑا فخر ہے۔ویسے چائے تمہاری بالکل بھی مزے کی نہیں ہے۔"

اُس نے فوراً کسی بحث کے بغیر ہاں میں ہاں ملائی۔

"I know it tastes rubbish"

"چلو شکر ہے۔تم نے میری کسی بات سے تو اتفاق کیا۔"

ضارب ایک دفعہ پھر مسکرایا۔

" جو بات سچی ہوگی وہاں کیوں انکار کروں گا۔کوئی پاگل تھوڑی ہوں۔"

"By the way Amma wanted to talk to you on a very serious note"

" ہاں بولو۔۔"

ضارب کی نظریں اپنے واکر میں کھیلتے احد پر تھیں۔" میں چاہتا ہوں۔آپ یہ گھر عافیہ کے نام کردیں۔"

دونوں کے درمیان کچھ پل کی خاموشی چھا گئی۔

" یہ خیال تمہیں کیوں آیا؟۔۔"

" مجھے لگتا ہے۔آپکو اپنی بہو کو لیکر مجھ سے جو انسکیورٹی ہے۔اسے ختم کرنے کا یہ بہترین حل ہے۔گھر اُسکے نام ہوگا۔کل کو میں شادی کرتا بھی ہوں۔عافیہ کی اس گھر میں اپنی جگہ ہوگی۔ یا پھر یہ سمجھ لیں جو محبت وہ ان بچوں کو دے رہی ہے اسکا پے بیک دینا چاہتا ہوں۔"

" پہلی بات تو یہ ہے ضارب مجھے نہیں لگتا بچوں کے ساتھ اسکا پیار کسی پے بیک کے لالچ میں ہے۔دوسری بات یہ گھر تمہارا ہے۔تم عافیہ کے نام کرو یا کسی اور کے مجھے اس پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

" نہیں اماں یہ گھر میرا نہیں آپکا ہے۔میں اگر یہ گھر اس کے نام کروں گا۔تو آپکے اکاؤنٹ میں پیسے ڈال دوں گا۔"

"Lets be realistic Maa"

" میں شادی کروں۔آنے والی کو یہ گھر عافیہ کو دینے پر اعتراض ہوسکتا ہے۔میں کوئی نئی جگہ بھی اسکے نام سے خرید سکتا ہوں۔پر میری ذاتی رائے یہ ہے اس جگہ کو وہ اب اپنا گھر سمجھتی ہے۔اور جب میرے بس میں بھی

ہے۔تو کیوں نہ دوں؟"

" تمہاری باتوں سے تو لگ رہا ہے شادی ضرور کرو گے۔"

" ساتھی کی خواہش ہونا کوئی گناہ تو نہیں۔"

" چلو اچھی بات ہے۔پھر تو لڑکی بھی سوچ رکھی ہوگی۔"

"وقت آنے پر بتادونگا۔ابھی تو میرے شو کا وقت ہو رہا ہے۔مجھے دو تین گھنٹوں کے لئے اجازت دیں۔ جاتے میں چوکیدار کی بیوی کو ادھر بھیج جاتا ہوں۔فکر نہ کریں جلد آنے کی کوشش کرونگا۔"

سفینہ کو لاتعداد سوچیں دیکر خود نک سک سا تیار ہو کر نکل گیا۔

باہر ہال سے چوکیدار کی بیوی اور اماں کی باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔اور اندر وہ اپنی سسکیوں پر قابو پانے کی کوشش میں بے حال ہو رہی تھی۔ سر درد برداشت سے باہر ہوتی محسوس ہوئی تو سائیڈ دراز پر رکھی دوا میں سے دو خوراک پانی کے ساتھ ایک دفعہ میں نگل لی۔

کانوں میں مسلسل ایک ہی فقرہ گونج رہا تھا۔

" ساتھی کی خواہش ہونا کوئی گناہ تو نہیں۔"

" تو شادی ضرور کرو گے۔"

اس نے خود کو بُری طرح جھڑکا۔

" تمہارے ساتھ وہ سات جنم ساتھ نبھانے کے وعدے کر کے تو تمہیں بیاہ کر نہیں لایا تھا۔اپنی ماں کے مجبور کرنے پر ضرورت کے تحت نکاح کیا تھا۔پھر تم کیوں مر رہی ہو؟۔رہنے کو عزت والی چھت مل رہی ہے۔کیا یہ کم ہے؟۔اور جن کو اپنے خونی رشتے نہ پیار دیں۔انہیں کوئی دوسرا کیوں جان و دل دے؟؟ اسلئے یہ ناشکری کی چادر اُتار ہمت پکڑ اور اُٹھ کر اپنی ذمہ داریاں پوری کر۔مروت میں کوئی ساری عمر کسی کو بیٹھا کر نہیں کھلاتا۔"

دوبارہ آرام کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔گھومتے ہوئے سر کے ساتھ الماری سے اپنا صاف لباس نکال کر نہانے گھس گئی۔گرم پانی کا لمبا باتھ لیکر نکلی تو طبیعت پر اتنا بوجھ نہ رہا تھا۔باتھ سے باہر آئی تو دونوں بھائی بیڈ پر براجمان ملے۔بے اختیار دونوں کے بوسے لئے۔

"اس عورت کو کیا کمی ہوگی۔ جس کے پاس ایسے پیارے ہیرے ہوں۔ وہ بھی تو وقت تھا۔ جب یہ بھی نہیں ملے تھے۔ سچ ہے انسان کبھی شکر کرنا نہیں سیکھتا۔ ایک وقت میں یہ دکھ تھا۔ اولاد نہیں ہے۔ آج اولاد ملی تو یہ دکھ کھا رہا ہے کہ مرد نہیں ملا۔ ویسے اللہ پاک اگر اُسکے دل میں میرے لیے جگہ نہیں تو میرے دل سے بھی اسکا خیال نکال دیں۔۔ آمین۔"

سفینہ نے اسکو متحرک دیکھا۔ فوراً روک دیا۔

" خدا کا نام لو۔ کام کہیں بھاگے تھوڑی جا رہے ہیں۔ دو دن آرام کر لو۔ جس دن کی آئی ہو مشین کی طرح گھن چکر بنی ہوئی ہو۔ اسی لئے بیمار بھی پڑی ہو۔"

(بیماری جسمانی تھکاوٹ کی ہرگز نہیں۔ مردہ دلی نے دی ہے) کہہ نہ سکی بس سوچ پر اختیار تھا۔

" اماں فکر نہ کریں ناں۔ اب میں بہتر محسوس کر رہی ہوں۔"

سب سے پہلے احد کو نہلا کر اسکے کپڑے بدلے۔ مصطفیٰ کا یونیفارم دھویا۔

" اماں کھانا لے آؤں؟۔۔"

سفینہ نے کتاب سے سر اُٹھایا اور عینک کے پیچھے سے اسکو گھورا۔

" شام میں ہی کھایا ہے۔ اسلیے بھوک نہیں بس دودھ کا گلاس لے لونگی۔"

" اچھا میں نے گرم کیا ہے۔ لا دیتی ہوں۔ چینی ڈالوں؟"

" نہیں مت ڈالنا۔۔"

مصطفیٰ نے کباب رول کی فرمائش کی اسکو اس نے وہ بنا دیا۔ احد کو ٹوسٹ اور کھیر کھلائی۔

بچوں کو سلا کر اور اماں کو دوا وغیرہ دیکر فارغ ہونے کے بعد پہلے کمرہ صاف کیا۔ پھر کچن میں آئی۔ حالانکہ سفینہ نے منع بھی کیا کہ ٹھنڈ ہو رہی ہے۔ کچن میں مت جانا۔ جا کر اب آرام کرو۔ مگر وہ برتنوں کا ڈھیر اور پھیلاوا چھوڑ کر سونے کے لئے نہیں لیٹ سکتی تھی۔ پہلے سارا کچن صاف کیا اور ابھی آدھے برتن ہی دھوئے تھے۔ باہر گاڑی کی آواز تو نہ آئی مگر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز با آسانی آ گئی۔

دل اِک لمحے کو چونکا پھر مصروف ہو گیا۔

وہ سیدھا اماں کے پاس آیا۔

"اسلام علیکم بچے سو گئے؟ چوکیدار کی بیوی نے کھانے کو کچھ دیا کہ نہیں؟"

سوال کرنے کے ساتھ ساتھ جیکٹ اُتار کر بیڈ پر رکھنے کے بعد اپنے کف فولڈ کرنے لگا۔

سفینہ نے ناراض سی نظر اس پر ڈالی۔ "تیاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بستر چھوڑ کر شام کی ہی کاموں میں لگی ہوئی ہے۔ ابھی بھی کچن چمکا رہی ہے۔"

" کون؟"

" کون سے کیا مطلب؟ گھر میں عورتیں ہی کتنی ہیں۔ میں تو ادھر تمہارے سامنے ہوں۔ دوسری جو تمہیں نظر نہیں آرہی اُسی کی بات کر رہی ہوں۔"

وہ اُنہیں قدموں پلٹا۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کچن کے دروازے میں کھڑا ہو کر دھاڑا۔

"Areyousufferinfgoma Godlamm mentadisorder?

Whathehellareyoudoingutofyourbed?."

عافیہ کو اپنے آپ پر حیرت ہوئی۔ نہ دل اُچھل کر حلق میں آیا۔ نہ ڈر سے ہاتھ کپکپائے۔ نہ روح کانپی بلکہ بالکل اُلٹ ریکشن جاگا تھا۔ جی میں آیا اسی کی طرح غصے سے چلا کر بولے۔

" اندھے ہو نظر نہیں آرہا برتن دھو رہی ہوں۔"

" میڈم عافیہ کمال صاحبہ میں آپ سے مخاطب ہوں۔"

اب کے وہ سر پہ کھڑا ہو کر سوال کر رہا تھا۔ مگر وہ کوئی جواب دیئے بغیر تیزی سے ہاتھ چلاتی رہی۔ اُسکی طرف دیکھا بھی نہیں۔

ضارب اپنی جگہ جی بھر کر حیران ہوا۔ بلکہ حیرت کے مارے بت بن گیا۔ کتنی دیر بعد آخری تسلی کے طور پر عافیہ کے ہاتھ سے وہ پلیٹ لینی چاہی۔ جسے اس وقت وہ پانی کے نیچے رکھ کر اس پر لگا صابن دھو رہی تھی۔

نہ تو عافیہ نے پلیٹ پر اپنی گرفت ڈھیلی کی نہ ہی چہرے کے تاثرات بدلے۔

ضارب کے بھنویں اوپر کر شوٹ کر گئے۔ چند سیکنڈ اسکا چہرہ پڑھتا رہا پھر خود ہی پلیٹ چھوڑ دی۔ اور آرام

سے بولا۔ "سر سام کروالوگی اور میں بچے بالکل نہیں سنبھالونگا۔"

(تم بچوں کو نہیں۔ اپنی ہونے والی بیوی کو سنبھالنا۔) ایک لمحے کو تو اپنے اندر سے اُٹھنے والی آواز پر اسکے اپنے ہاتھ تھم گئے۔ پھر فوراً سے جو دو چار گلاس کپ بچے تھے۔ اُنہیں بھی ٹھکانے لگا کر کچن سے نکل آئی۔

ضارب کو کھانے کا بھی نہیں پوچھا۔

وہ پہلے ہی جا کر سفینہ کے بیڈ کے پاس رکھی کُرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھا ساری صورتحال پر غور وخوض کر رہا تھا۔ جب وہ کمرے میں آئی۔ ہاتھ میں ایک کمبل تھا۔ جسے سٹور روم سے نکال کر لائی تھی۔

"اماں آپکو کوئی چیز چاہیے؟۔۔"

" نہیں مگر تم دوا لیکر سونا۔ کچھ کھانا کھایا؟"

" نہیں بھوک نہیں محسوس ہو رہی۔ اور دوا میں نے ساری کھالی اور بچی ہی نہیں۔"

وہ تو پہلے ہی حیرتوں کے پہاڑ تلے بیٹھا تھا۔ اب سفینہ کا منہ بھی کھلا رہ گیا۔

" کیا مطلب تین وقت کی دوا ایک وقت میں کھالی؟؟

" ہاں۔۔"

انکا اگلا سوال بھی فوراً تیار تھا۔ " مگر کیوں اور ان میں تو نیند کی گولیاں بھی تھیں۔"

" بستر پر پڑے رہنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔ اور نیند والی گولیاں میں نے نکال دی تھیں۔ ایک ابھی کھا کر آئی ہوں۔ مگر کوئی خاص کام نہیں کرتی ہیں۔"

اپنی بات پوری کرنے کے دوران ضارب کو مکمل طور پر اگنور کیا یوں جیسے وہاں اماں اور عافیہ کی علاوہ کوئی تیسرا وجود ہے ہی نہیں۔ کمبل کھول کر سیدھا کیا۔ اماں کے برابر بیڈ پر لیٹ کر بولی۔

"اچھا اماں شب خیر..." سر تک کمبل تانا اور غائب ہوگئی۔

ضارب نے اماں کی طرف دیکھا اور انہوں نے ضارب کی طرف۔۔

اگلے لمحے وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔ عافیہ کا سر تک تانا کمبل کھینچ کر چہرے سے ہٹایا۔

" تمہاری یاداشت کے ساتھ کوئی مسئلہ تو نہیں۔؟۔ پرسوں مصطفیٰ کے کمرے میں گھسی ہوئیں تھیں۔ آج

ادھر اماں کو ڈسٹرب کرنے لیٹ گئی ہو۔ اپنے کمرے کا رستہ یاد کیوں نہیں رہتا۔؟"

اس دفعہ وہ اپنی زبان پر کنٹرول نہ رکھ پائی۔ تڑخ کر بولی۔

" کیونکہ ضارب صاحب میرا کوئی کمرہ ہے ہی نہیں۔ آپ کے کمرے میں آپکو ڈسٹرب کرنے سے بہتر ہے کہ میں اپنی ماں کو ہی ڈسٹرب کر لوں۔ اور ویسے بھی کل کو جب آپکی بیوی آئے گی۔ تب آپ خود مجھے ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے سے نکالتے بہتر ہے میں خود ہی نکل آئی۔"

اس کے ساتھ ہی کمبل واپس اوڑھ لیا۔

" اماں اسکو سمجھالیں ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔ میری آنے والی بیوی کی انسلٹ کر رہی ہے۔ میں کیوں اپنی جانِ جگر کو ایسے کمرے میں رکھوں گا۔ جہاں اسکے بچے کی گندی نیپیاں بدلی جاتی ہوں۔ اور ہر طرف بُخار کے جراثیم بکھرے پڑے ہوں۔ میں اسکے لیے اسکی شایانِ شان گھر بناؤں گا۔"

ضارب کی بات نے اتنی آگ لگائی کے اس نے کمبل چہرے سے ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

" ہاں تو کون روک رہا ہے آپ کو؟ کس نے پاؤں پکڑے ہیں۔ کس نے منتیں کی ہیں۔ جائیں بلکہ ابھی جائیں اپنی جانِ جگر کے پاس۔۔۔۔"

" دیکھ رہی ہیں آپ یہ میرے ساتھ کس قدر بدتمیزی کے ساتھ بات کر رہی ہے۔ اور آپ اسکو بڑا اچھا اور معصوم سمجھتی ہیں۔ میں نہیں کہتا تھا کہ یہ سب ڈرامے کر رہی ہے۔ ایک دن اپنا اصل روپ دکھائے گی اور اب دیکھ لیا آپ نے۔ آج میرے ساتھ ایسے منہ ماری کر رہی ہے کل کو آپ کے ساتھ کرے گی۔ آپ کی تو پسندیدہ بہو ہے آپ معاف بھی کر دیں گی۔ مگر میں ہرگز معاف نہیں کرونگا اگر اس نے میری بیوی کے ساتھ ایسا کوئی رویہ رکھا۔"

صدمے کے مارے وہ کتنی دیر کوئی جواب ہی نہ دے سکی۔ بھرپور کوشش کر کے اپنے آنسوؤں کا راستہ روکتی رہی۔ جب تھوڑی کامیابی ہوئی تو بولی۔ " کوشش کیجیے گا۔ وہ میرے سامنے نہ ہی آئے۔ بات تو کوئی نہیں کروں گی پر ہو سکتا ہے اسکو جان سے ضرور مار دوں۔۔"

" اگر تم مجھے انڈر پریشر کرنا چاہ رہی ہو تاں۔ کہ تمہارے ڈر سے شادی نہیں کروں گا۔ تو محض وقت ضائع کر

رہی ہو۔"

"آپ میری بلا سے کل کے کرتے آج کریں۔مگر مجھے تو سونے دیں۔"

واپس کمبل کے اندر۔

ضارب نے اسکے سر کو گھورا پھر ماں کی طرف جتاتی نظروں سے دیکھا۔جنہوں نے نظروں سے ہی کہہ دیا۔

"یہ ہوئی نہ بات۔"پر زبان سے بولیں۔" ضارب اسکی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اب اسکو مزید تنگ نہ کرو۔جا کر سو جاؤ۔"

وہ اُسی وقت تابعداری کے ساتھ دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

عافیہ نے کمبل کے اندر ہی دروازہ کُھلنے اور پھر بند ہونے کی آواز سُنی سارا ضبط جواب دے گیا۔

آنسو رُکنے کا نام ہی نہ لے رہے تھے۔

سفینہ کی آواز آئی۔جو کہہ رہی تھیں۔" اپنی مرضی سے یہاں آئی ہو تو اب رونا کیوں آ رہا ہے؟۔"

سسکیوں کو انڈر کنٹرول کرتی ہوئی بمشکل بولی۔" کب رو رہی ہوں۔"

سفینہ نے کسی کے اشارے پر دوبارہ پوچھا۔"عافی تمہیں اتنا رونا آ کیوں رہا ہے؟۔"

"مجھے خود نہیں علم اماں کیوں پر دل کرتا ہے۔اتنا روؤں کہ مر ہی جاؤں۔اماں کیا تھا۔اگر آپ کے بیٹے کے دل میں تھوڑی سی جگہ میرے لئے بھی ہوتی۔جو ابھی آئی ہی نہیں وہ جانِ جگر اور میں فقط آپ کی بہو۔۔۔۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔انسان کسی کے دل میں ڈیرے ڈال کر بیٹھ جائے اور خود اپنے دل کے دروازے بھی اگلے پر بند کر دے۔ویسے اپنے شو میں بڑی انصاف اور سچائی کی باتیں کرتے۔۔۔۔"

اپنے جوش میں اُٹھ کے بیٹھ کر سفینہ کی جانب مڑی تھی۔مگر دروازے کے قریب رکھی۔کرسی پر وہ لائٹ بیلو جینز کی شرٹ اور کالے ڈریس ٹراؤزرز میں ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ گال کے نیچے رکھ اور دوسرا کرسی کے بازو پر رکھے بڑے اعتماد' توجہ اور سنجیدگی سے نہ صرف اسے سُن رہا تھا۔بلکہ اب دیکھ بھی رہا تھا۔دونوں کی نظریں ملیں تو وہ اُسی سنجیدگی سے بولا۔۔

"نہیں خیر اب میں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں۔صرف اماں کی بہو ہی نہیں۔تمہیں اپنے بچوں کی ماں بھی مان

گیا ہوں۔اس سے زیادہ کیا چاہتی ہو؟"

شرمندگی کے مارے اسکو سانپ سونگھ گیا۔کیا وہ کمرے سے گیا نہیں تھا۔جی چاہا چلو بھر پانی میں ڈوب مرے۔

عافیہ کی شکل دیکھ کر ضارب کو ہنسی تو بہت آئی مگر ہنسا نہیں بلکہ یہ سوچ رہا تھا۔اگر اسکو بتادوں بیماری کے دوران کیا کیا دُکھ سکھ کرتی رہی ہو تو اسکی حالت کیا ہو۔ہاتھ جھاڑتا ہوا اُٹھ کر کھڑا ہوا۔

"اپنی اماں کے ساتھ سونا چاہتی ہو تو شوق سے سو جاو۔صبح مجھے سات بجے اُٹھا دینا ایک مورننگ شو میں جانا ہے۔ "اب کی دفعہ وہ وہاں سے چلا گیا۔

عافیہ نے اپنی آنکھوں سے اُسے جاتے دیکھا۔پھر شکوہ بھری نظر اماں پر ڈالی۔جو ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں لال ٹماٹر ہو رہی تھیں۔

" آپ نے اچھا نہیں کیا۔"سفینہ کی ہنسی دیر تک کمرے میں گونجتی رہی۔

عافیہ نے اُنہی کی گود میں سر چھپایا۔سفینہ نے اُسکی پیشانی چوم کر ڈھیروں دُعائیں۔دیں۔

☆.......☆.......☆

مصطفٰی کب کا سکول جا چکا تھا۔احد نے ناشتہ کرتے وقت اچھا خاصہ کام بنایا تھا۔ابھی وہ اسکو دھو کر لائی تھی۔ضارب آٹھ بجے ناشتہ کئے بغیر گھر سے نکلا تھا۔کیونکہ پرائیویٹ ٹی وی چینل کا آفس شہر کے دوسری طرف واقع تھا۔سفینہ بھی ٹی وی کے سامنے بیٹھیں چائے پی رہی تھیں۔

عافیہ احد کو ٹراوزر پہنانے کے دوران سفینہ کو بھی دیکھ رہی تھی۔جنکا سارا دھیان ٹی وی سکرین کی جانب تھا۔جہاں ہوسٹ بڑا دُکھی سا ماحول بنا کر بیٹھی ہوئی تھی۔سارا سیٹ ہی کالے رنگ سے بنایا گیا تھا۔میوزک اُس سے بھی اعلیٰ۔۔

"اماں آپ کا بیٹا پہلی دفعہ تو ٹی وی پر نہیں آ رہا۔انکا شو تو اتنے شوق سے نہیں دیکھتی ہیں۔پھر آج کیا نیا ہے؟

سفینہ نے ہنستے ہوئے کپ میز پر رکھا۔"نیا یہ ہے کہ اس شو دُکھی سی ہوسٹ کی بے عزتی ہونی ہے۔وہ بھی تمہارے شوہر کے ہاتھوں۔"

اس نے حیران ہو کر ایک دفعہ اماں کو دیکھا پھر سکرین پر نظر آنے والی جلوے لٹاتی ادائیں دکھاتی خوبصورت سی ہوسٹ کو دیکھا۔

"وہ بھلا اتنی پیاری لڑکی کے ساتھ تلخ کلامی کیوں کریں گے۔ ایسے حُسن کے سامنے تو انسان کی بولتی ہی بند ہو جائے۔ میں وہاں ہوتی تو سچی میں بیٹھ کر اُسے دیکھتی ہی جاتی۔" سفینہ نے فوراً کہا۔

"تو ضارب کے ساتھ چلی جانا تھا۔ یہ کونسی بڑی بات ہے۔ جا کر قریب سے دیکھ لیتیں میک اپ کی تہیں۔

احد کو گود میں لٹا کر اسکی آنکھوں میں سُرمہ لگاتے ہوئے وہ مسکرا رہی تھی۔

" آپ کیا چاہتی ہیں۔ وہ مجھے گھر سے ہی بے دخل کر دیں۔۔۔"

احد کو اپنے سامنے کھڑا کیا اور اسکے صدقے واری گئی۔

"ماشااللہ اماں دیکھیں ناں میرا شہزادہ کتنا پیارا ہے۔ میں سارا دن بھی اسکی صورت دیکھتی رہوں ناں تو میرا دل نہیں بھرتا۔ جی چاہتا ہے چوم چوم کر اسکے گال گھسا دوں۔"

ابھی بھی وہ اسکو والہانہ چوم رہی تھی۔ اور احد بُرا ماننے کی بجائے اسی کی گود میں پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔

سفینہ شفقت بھری نگاہوں سے دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ کمرشل بریک ختم ہوئی۔

جانے کب ہوں گے کم اس دنیا کے غم۔۔۔ نصرت فتح علی خان مرحوم کی بنائی گئی دُھن بجی پھر ہوسٹ نے اپنا کام شروع کیا۔

"اسلام علیکم ناظرین۔۔۔ ہر صبح کی طرح آج بھی اپنا نرم گرم بستر چھوڑ کر آپکی ہوسٹ آپکے سامنے حاضر ہے۔ مگر ہمارا آج کا شو کسی شادی کی تقریب یا ساس بہو کے جھگڑے کی بجائے بہت ہی سنجیدہ مسئلے پر بات کرے گا۔ یہ ہی سمجھئے کہ آج ہم اس معاشرے کی سب سے بڑی ناانصافی پر تبصرہ کریں گے۔ ایک ایک ایسے روگ کا تذکرہ ہوگا کہ جو پچھلے لمبے عرصے سے ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھوکھلا کرتا آرہا ہے۔

ناظرین یہ صرف میرے یا جو لوگ اس وقت سٹوڈیو میں موجود ہیں اُنکے گھر یا زندگی کی کہانی نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے معاشرے کا ہر دوسرا گھر یا پھر اگر میں مزید کلیر کروں تو ہر گھر کی عورت 'ماں' بیٹی اور بہن کا مسئلہ ہے۔

ہاں جی ناظرین آپ سمجھ گئے ہوں گے۔ اپنے آج کے شو میں ہم بات کریں گے۔ مردوں کی برتری کی۔

جیسے کے آپ میں ہم سب واقف ہیں.

Pakistairs Maledominatseociety

جہاں پر عورتوں کے حقوق ہمیشہ مارے گئے ہیں۔ چاہے ہم تعلیمی میدان کی بات کریں۔ گورمنٹ سیکٹر کی بات کریں۔ میڈیا کی بات کریں۔ نوکریوں کو دیکھ لیں۔ ہر طرف ہر شعبے میں مردوں کی حکمرانی ہے۔

یہاں تک کہ گھروں میں جو فیصلے عورتوں کے لئے کیے جاتے ہیں۔ اُن میں بھی انکو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال باہر کیا جاتا ہے۔

نہ تو عورت کا وجود کوئی اہمیت رکھتا ہے۔ نہ اسکی سوچ اسکی شخصیت کی کوئی اہمیت ہے۔ ایک بے زبان جانور کی طرح ساری زندگی اسکو ڈیک کیا جاتا ہے۔

اسی معاشرتی زیادتی پر بات کرنے کے لئے ہمارے پاس قابل احترام مہمان انِ گرامی موجود ہیں۔

جن میں سمیرا اکرام صاحبہ ہماری ہر دل عزیز، سب کی جانی پہچانی اور پسندیدہ بیوٹیشن ہیں۔ ساتھ میں فیشن ڈیزائننگ بھی کرتی ہیں۔ نہ صرف پاکستان میں بلکہ انٹرنیشنل لیول پر کام کرتی ہیں۔

"میم ہم آپکو اپنے شو میں خوش آمدید کہتے ہیں۔"

انکے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ رابعہ ابصار صاحبہ آپ کا تعلق بار لاء سے ہے بیرسٹر ہیں۔ کافی مشکل کیس آپ نے جیتے ہوئے ہیں۔ خاص کر آج کے ہماری وکٹم کو مشورے سے نوازیں گی۔ کہ کیسے وہ اپنے ظالم شوہر اور سسرالیوں سے نمٹیں۔

Mam mitspleasurtohaveyouontheshow

آپ کے ساتھ بیٹھی ہیں۔ صوبیہ حکیم ان سے بھی آپ سب ہی واقف ہیں۔ آپ ایک این جی او کی روحِ رواں ہیں۔ اور انکا ادارہ معاشرے کی ستائی مظلوم و ناتواں عورتوں کے لیے بہت سا کام کر چکا ہے اور مزید جاری ہے۔ جن پر یہ خود روشنی ڈالیں گی۔

ویلکم ٹو آور شو صوبیہ جی۔......"

Atlastwehave handsompersonalitywithus.

کون نہیں جانتا انکو۔ جب بولتے ہیں تو کئی کے دلوں پر سچائی کی چُھری چلاتے ہیں۔کئی کے دل پر اپنے زبردست لب و لہجے کا اثر چھوڑتے ہیں۔ اگر آپ کبھی انکے فیس بک پیج کا ایک چکر لگائیں تو انکی مقبولیت کا اندازہ کر سکیں۔لڑکیوں کی جانب سے خاص کر کیسی کیسی آفرز آتی ہیں۔آج موقع ملا تو ان سے براہ راست پوچھیں گے۔

''The one and only Mr Zarab Seyal''

سر میں بتا نہیں سکتی کتنی خوش ہوں۔ جب پروڈیوسر صاحب نے بتایا کہ آپ کو انوائیٹ کیا گیا ہے۔ میرے تو سُن کر ہی ہاتھ پیر پُھول گئے۔ کیونکہ آپ تو سیاستدانوں کے پسینے چُھڑوا دیتے ہیں۔ ہماری کیا حیثیت ہے۔''

تب سے چہرے پر مسکراہٹ سجا کر سُننے والا اب بھی دھیمے سے مسکرا کر بولا۔

''اتنا بھی باؤ بلا بنا کر اپنی اوڈینس کے سامنے پیش نہ کریں مس زریاب۔ پہلے ہی میل ڈومینیٹ سوسائٹی کو ریپریزینٹ کرنے کو اتنے بڑے سٹوڈیو میں میوزیشنز کے بعد میں اکیلا مرد موجود ہوں۔''

''As you can see already I'm under a lot of pressure''

سارے ہال میں قہقہے گونج گئے۔ بڑے مزے سے وہ ہوسٹ کے منہ پر کُھلا طمانچہ مار گیا تھا۔

زریاب کے گالوں کی سُرخی ایک دم بڑھی۔

''دیکھ لیا ناظرین پہلا فقرہ ہی پسینے چُھڑا گیا۔ آگے چل کر میرے ساتھ نہ جانے آج کیا ہونے جا رہا ہے۔خیر ملیے ہماری آج کی وکٹمز سے۔۔۔''

ہوسٹ نے آگے آدھا گھنٹہ لگایا کہ کیسے مریم اور عافانہ بی بی معاشرے میں مرد کی برتری کی وجہ سے مظالم کا شکار ہوئی تھیں۔

تمام مہمان وں نے بھی کُھل کر اپنے دلوں کی بڑھاس نکالی۔کئی دفعہ تو ہوسٹ کی آنکھیں نم ہوئیں۔ بچاری نے کئی ٹشو پیپر ضائع کیے۔کاجل پھیل جاتا تو بار بار میک اپ آرٹسٹ کو آ کر درست کرنا پڑتا۔

سارے ہال میں چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔ان میں صرف ایک انسان اپنے ضبط کو آزما رہا تھا۔

بریک کے دوران تمام مہمان خواتین نے اپنے ملبوسات اور جیولری پر تبصرہ کیا۔ دانتوں پر لگی لپ سٹک

اُتاری۔ وہ بیزاری سے اُٹھ کر ایک طرف بیٹھے میوزیشنز کی طرف آکر بڑی معصوم سی شکل بنا کر بولا۔

" یار تم لوگوں کا حوصلہ ہے جو ہر صبح یہ سب برداشت کرتے ہو۔"

وہ سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

بریک ختم ہوئی۔ اور اینڈ پر زریاب کا رُخ روشن ایک دفعہ پھر ضارب کی طرف آیا۔

" سر آپ نے تمام گفتگو سُنی ہے۔ ہمارے مہمانوں کے علاوہ اوڈینس سے ملنے والے سوال، شکوے غم وغصہ جو کہ اللہ کی اس کمزور اور بے بس مخلوق جسکو عورت کا نام دیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ جس طرح کا سلوک ہمارے معاشرے میں رواں رکھا جاتا ہے۔ آج کی ساری گفتگو اسی کے مطلق تھی۔ پلیز آپ بھی ہمیں اپنی قیمتی رائے سے نوازیے۔"

اس نے ایک نظر براہ راست کیمرے کی آنکھ میں دیکھا۔ ہوسٹ کو مخاطب کیا۔

" مس زریاب پہلی بات تو یہ کہ میں اس فضول سی بات پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ کہ " عورت کمزور اور بے بس مخلوق " میں تب سے یہاں بیٹھا یہی سوچے جا رہا ہوں۔ کیسے آخر کیسے آپ خود عورت ہونے کی بجائے اپنی طاقت اپنے اصل سے ہی ناواقف ہیں۔

عورت کو اگر آپ کمزور بول رہی ہیں یا سمجھتی ہیں۔ تو یہ ایک انتہا درجے کی احمقانہ اور جاہلانہ سوچ ہے۔ جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

" دوسری بات آپ کا آج کا ٹاپک......

O BiBi do you even know your own society

Its 2015 madam not ancient times

" اور کس قدر بونگا مذاق ہے۔ آپ یہاں میل ڈومینیشن پر بات کر رہی ہیں۔"

وہ شروع ہو چکا تھا۔ اور اب ہوسٹ یا کسی مہمان میں جرات نہیں تھی کہ ٹوک بھی سکتا۔

" جبکہ شو کی ہوسٹ ایک عورت، شو کی پروڈیوسر ایک عورت، شو کی مہمان چار خواتین۔ اور کیا یہ گھر میں زبردستی قید کر کے رکھی گئی ہوئی خواتین ہیں؟؟"

"نہیں جی۔۔۔!!۔۔چاروں کی چاروں ہائیلی ایجوکیٹڈ اور پھر کریئر ویمن ہیں۔اپنی اپنی فیلڈ میں ایک نام رکھتی ہیں۔"

"آپ کی ملک میں عورت پالکیٹ ہے"

"آپ کے ہسپتالوں میں لیڈی ڈاکٹرز کی بھرمار ہے"

" آپ کے تعلیمی اداروں میں اَن گنت خواتین اساتذہ ہیں۔"

"آپ کے ملک میں خواتین رائٹرز کتنی ہیں۔انکی تعداد کا کسی کو اندازہ ہی نہیں۔"

" آپ کے ہاں کوئی سو کے لگ بھگ ٹی وی چینلز کام کر رہے ہیں۔جن میں نیوز کاسٹرز عورتیں، صحافی عورتیں، تجزیہ کار عورتیں۔پھر آجائیں آپ ڈرامہ اور فلموں کی طرف وہاں سے کمرشلز اور ماڈلنگ کی جانب بی بی مجھے کوئی ایک شعبہ ایسا بتا دیں جہاں عورت نظر نہ آئے۔ اور بات کر رہی ہیں آپ میل ڈومینیشن کی۔۔۔۔۔۔"

"آپ کے بینکوں میں عورتیں۔۔۔آپکی ہر صوبائی اسمبلی اور اسکے بعد قومی اسمبلی میں عورتیں۔۔۔ہر سیاسی پارٹی میں عورتیں......"

"دنیا کی پہلی خاتون وزیرِ اعظم آپ کے ملک کی شہری......پھر بھی آپ اپنے معاشرے کو اپنے والد کو اپنے بھائیوں کو اپنے شوہروں کو یوں باہر کی دنیا میں ذلیل کریں۔کیوں؟"

"آپکے والد نے آپکو پڑھایا تو آج یہاں موجود ہیں ناں۔تو پھر اسی باپ کے ساتھ یہ زیادتی کیوں.؟

" آپ میں سے کسی کے پاس جواب ہے تو دیں۔۔"

زریاب کے ذہن نے ایک کوڑی ڈھونڈ کر اس کے سامنے رکھی۔

"ضارب سیال صاحب یہ بات صرف ہم نہیں کر رہے۔بین الاقوامی دنیا کر رہی ہے۔ہمارے ملک کی لڑکی جس کی ملک نے قدر نہیں کی یہاں کی جہالت سے بھاگ کر باہر پناہ لینے والی ملالہ یوسفزئی ..وہاں آپ کیا کہیں گے"...

اب کی بار وہ ہنس پڑا۔۔۔

"Agaim is Zaryal am going to repeat my words"

"What a joke. what a blood joke."

ایک لڑکی کو وجہ بنا کر ساری دنیا کے لوگ آپکو جوتے مار رہے ہیں۔ کیا آپ کو اس پہ فخر محسوس ہوتا ہے ؟۔۔۔ نہ جانے کہاں کہاں کس کس ملک میں اُس لڑکی نے کھڑی ہو کر یہ بات بولی ہے کہ میرا تعلق ایک ایسے ملک سے ہے جہاں لڑکیوں کو پسند نہیں کیا جاتا۔ جہاں لڑکیوں کی تعلیم کو معیوب جانا جاتا ہے۔ جہاں لڑکیوں کو اظہار رائے کی آزادی نہیں۔۔ایسے بے حس اور بزدل معاشرے کی دلیر اور بہادر لڑکی ملالہ یوسفزئی۔۔ جسکو اسکے ملک کے خلاف بولنے کے پیسے اور عزت ملی۔۔

"To be very honest"

" ایسا نام اور ایسی عزت اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ آپ کبھی جائیں ناں پنجاب بورڈ یا سندھ یا کسی بھی صوبے کے کالجوں اور یونیورسٹیز کا ٹرن آؤٹ دیکھیں۔ پھر مجھے بتایئے گا کہ میرے ملک میں لڑکی کو لڑکے کے برابر تعلیم مل رہی ہے یا نہیں۔۔"

" اب میں آپکو ایک اور پوائینٹ کلیئر کردوں۔ جن خواتین کو آپ نے یہاں میل ڈومینیشن کا وکٹم بنا کر بٹھایا ہے۔ وہ ڈومیسٹک ابیوز کی وکٹم ہیں۔ اور ان دونوں ٹرمز میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

" ڈومیسٹک ابیوز کے وکٹم آپ کو امریکہ میں بھی ملیں گے۔ جاپان میں ملیں گے۔ یو۔کے میں ملیں گے۔ دنیا کے ہر ملک میں ایسے کیسیز نظر آتے ہیں۔ اور کوئی بھی ان سوسائٹیز کو میل ڈومینیٹ نہیں بولتا۔"

" ان مسائل سے اگر چھٹکارہ چاہتے ہیں۔ تو اپنے بچوں کو تربیت دیں۔"

"Lets be honest bib"

نمبر ایک یہ کہ ڈومیسٹک ابیوز کے پیچھے ہمارے معاشرے میں ننانوے فیصد کیسیز کے پیچھے آپکو عورت ہی کا کردار نظر آئے گا۔ ساس کی شکل میں ماں کی شکل میں نند کی شکل میں سالی کی شکل میں بہو کی شکل میں سارے مسائل کے پیچھے کہیں نہ کہیں آپکو عورت ہی نظر آئے گی۔ تو کنفرم ہو گیا آج کا ہمارا مرد بالکل بھی ڈومینیٹ نہیں کر رہا۔"

''دوسری بات یہ ہے۔ میں اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ میرے والد صاحب کا انتقال میری چھوٹی عمر میں ہی ہوگیا تھا۔اسلیے میری ساری پرورش میری تربیت میری ماں نے کی ہے۔''

''اور یقین مانیے نہ وہ کالج گئی نہ یونیورسٹی پھر بھی اتنی با اختیار با اصول اور مضبوط عورت ہے کہ آج بھی میری غلطی پر وہ میری عزت دوکوڑی کی کر دیں۔ ہوسکتا ہے جوتا اُٹھا کر ضارب سیال کی ساری اکڑ نکال دیں۔ آج میری مضبوطی کے پیچھے میری ماں ہے۔ میرے اس اعتماد کے پیچھے میری ماں ہے۔ ضارب کو ضارب بنایا اسکی ماں نے ہے۔اسلیۓ اگر کوئی مجھے یہ بولے کہ عورت کمزور ہے تو مجھے مذاق ہی لگے گا وہ بھی انتہائی تھرڈ کلاس۔

میں بنیادی طور پر ایک زمیندار آدمی ہوں۔ اپنی آنکھوں سے میں نے اپنے کھیتوں میں کام کرتی ایک عورت دیکھی تھی۔ گندم کی کٹائی کرتے دوران اس کے گھر بچے کی پیدائش ہوئی۔ کپڑے میں لپیٹ کر بچہ گھر لے گئی۔ اگلے دن پورے وقت سے کام پر تھی۔ ایسے واقعے کا چشم دید گواہ کیسے مان لے کہ عورت کمزور ہے۔''

''آپ چندایک ناخوشگوار واقعات کو لیکر اپنے پورے معاشرے پر ٹیگ نہیں لگا سکتے۔''

''مرد چاہے جتنا بھی بڑا سورما بن جائے۔ جتنا مرضی بڑا پھنے خان یہ مت بھولیں پیدا وہ عورت کی کوکھ سے ہوا ہے۔اور اسی عورت کو اللہ نے اختیار دیا ہوا ہے کہ اپنی شفقت سے اپنی محبت سے اس چھوٹے سے چڑی کے بوٹ کی تربیت کر کے اسکو ایک چھاؤں دینے والا تناور درخت بنائے۔ اسکی گھٹی میں عورت کی عزت کرنا ڈالے گی تو یقین کریں۔معاشرہ امن کی تصویر ہوگا۔''

''ہمارا معاشرہ ناانصافی کا شکار ہے۔ ہمارے یہاں کا فیملی سسٹم بالکل ختم ہوگیا ہے۔ مگر اسکے پیچھے بھی عورت کا اپنا ہاتھ ہے۔ جب اپنے بچے کے لئے کھانا بناتے وقت سازش' نفرت عدوت کی باتیں سوچ رہی ہو گی۔ تو کیسے وہ نوالے بچوں کے ذہن میں محبت کی فصل اُگائیں گے۔''

''جب میاں بیوی اپنے بچوں کے سامنے اپنے بہن بھائی کے لیے نفرت اور سازشی بات کریں گے۔ انکی اولاد کبھی بھی اپنے بہن بھائی سے محبت نہ کرے گی۔ ہر طرف خودغرضی کی اجارہ داری رہ جائے گی۔''

''یاد رکھیے ہم نے وہی فصل کاٹنی ہے۔ جو ہم نے اپنے ہاتھوں سے لگائی ہے۔''

''اگر ہم گنا لگاتے ہیں۔ تو کھیت سے چاول نہیں نکلتا۔ گنا ہی نکلتا ہے۔''

"میں نے آپ کا بہت سا وقت لے لیا۔ مگر ایک آخری پیغام میں تمام ان لوگوں کو دینا چاہوں گا۔ جو کسی بھی طرح کہیں بھی غلط انسانی رویوں کی وجہ سے تکلیف اُٹھا رہے ہیں۔ چاہے وہ کوئی مرد ہے یا عورت۔ یہ جو کمزوری اور بزدلی کے لباس میں خود کو چھپایا ہوا ہے ناں۔ یہ لباس یہ ثابت نہیں کرتا کہ تمہارا واسطہ کسی زور آور سے پڑا۔ یہ لباس یہ ظاہر کرتا ہے کہ تم نے میدان میں اُترے بغیر ہار مان لی۔"

" ظلم کے خلاف چُپ رہنے سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں۔"

"یہ انتظار نہ کرو کہ کوئی آئے اور تمہاری اچھائیوں کی آواز بنے۔ خود اپنی آواز بنو۔ اللہ اور اللہ کے رسول پر کامل یقین رکھو اور لڑے بغیر ہار نہ مانو۔"

☆......☆......☆

یہ دو دن بعد کی شام تھی۔ ساری فیملی سفینہ کے کمرے میں جمع بیٹھی تھی۔ آج ضارب خوش بھی بہت تھا۔ کیونکہ اماں کا ہاتھ اب ٹھیک ہو گیا تھا۔ جبکہ ٹانگ کا ایکسرے بالکل ٹھیک آیا تھا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا۔ مہینے دو میں پلاسٹر اُتار دیں گے۔

ضارب ماں کے ساتھ بیڈ کی بیک سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ مصطفٰی پاؤں کی طرف لیٹا ہوا تھا۔ احد اپنی ماں کے ساتھ صوفے پر موجود تھا۔ درمیان میں جب جی چاہتا صوفے سے بیڈ پر آتا پھر بیڈ سے صوفے پر جاتا۔ اس وقت بھی کوئی چوتھی دفعہ سفینہ نے ضارب کی توجہ ٹی وی سے ہٹا کر احد کی طرف کروائی تھی۔

" ضارب ہاتھ بڑھانا آرہا ہے کہیں گر نہ جائے۔"

اس نے جھنجلا کر نظریں احد کی بجائے عافیہ پر گاڑیں۔

"پری یار کیا مصیبت ہے۔ تم بھی ادھر بیڈ پر بیٹھ جاؤ۔ میرا بیٹا بیچارہ دادی اور ماں کے درمیان بھاگ کر تھک جائے گا۔ کل کو اسکی بیوی آئی تب تم تینوں اسکا کیا حال کرو گی۔ مجھے ابھی سے سوچ کر تشویش ہو رہی ہے۔"

وہ اسکو گھورتی ہوئی صوفے سے اُٹھی اور مصطفٰی کے قریب لیٹ گئی۔ بولی کچھ نہیں کیونکہ اسکا سارا دھیان ٹی وی پر لگی فلم "ریئل سٹیل" کی جانب تھا۔ جہاں منکس ایٹم کو کیچڑ میں سے نکالنے میں۔ مصروف تھا۔

دوسری طرف احداب ایک دفعہ عافیہ پر گرتا۔ دوسری دفعہ ضارب پر گرتا۔ تیسری دفعہ اماں پر گرنے لگتا تو ضارب تھام لیتا۔

"اوئے یار تیری بریکیں فیل کیوں ہیں۔ میں اپنی ماں کے ساتھ آرام سے بیٹھا ہوا ہوں۔ تم بھی اپنی ماں کے پاس سکون سے کیوں نہیں بیٹھ جاتے۔"

عافیہ اپنی جگہ سے اُٹھ گئی۔

"لائیں اسکو مجھے دیں۔ اس کے سونے کا وقت ہے۔ میں اسکو سُلا کر آتی ہوں۔"

سفینہ نے روکنا چاہا۔ "رہنے دو عافی یہ ضارب تو ایویں شور مچا دیتا ہے۔"

وہ احد کو اُٹھا کر اب بیڈ کے قریب اپنی چپلیں ڈھونڈ رہی تھی۔

"نہیں اماں جتنا ماشاءاللہ احد کا وزن ہے آپکی ٹانگ پر گرا تو بڑا نقصان کرے گا۔ اور اگر ابھی یہ نہ سویا تو ایک دو بجے سے پہلے اسکو نیند نہیں آنی۔"

سفینہ نے نثار ہوتی نظروں سے بہو کم بیٹی کو دیکھا۔ نیوی بیلو گرم سوٹ کے اوپر سلور اپلک لگی ہوئی تھی۔ جس میں اسکی سُرخ و سفید رنگت اور بھی شاداب نظر آ رہی تھی۔ لمبی چوٹی ناگن کی طرح کمر پر لٹکتی رہتی۔ اور وہ اپنے حُسن سے بے نیاز مگن تھی۔

کمرے سے نکلنے سے پہلے اس نے مصطفیٰ کے بالوں میں ہاتھ پھرا۔

"مصطفیٰ جانو ساڑھے آٹھ ہو گئے ہیں۔ سونے کا وقت نکل رہا ہے۔ بس نو بجے تک ٹی وی دیکھ لو باقی جو مووی بچ جائیگی صبح دیکھ لینا۔"

مصطفیٰ نے بے چارہ سا منہ بنایا۔ "پر کل چُھٹی ہے۔ ساری فلم ابھی دیکھنے دیں۔ ناں۔"۔

"بالکل بھی نہیں۔ بس نو بجے سے زیادہ نہیں جاگنا۔ اگر نہیں منظور تو ابھی ہی ٹی وی بند کر دونگی۔"

وہ ٹی وی کی جانب بڑھی ہی تھی۔ مصطفیٰ اور ضارب دونوں نے شور مچا دیا۔

" ارے نو بجے تک تو دیکھنے دو۔"

اس نے ضارب کی بات پر اماں کو ریموٹ پکڑا دیا۔

" یہ لیں اماں اب آپ ہی انچارج ہیں۔"

باہر جاتی ہوئی کو مصطفٰی نے آواز لگائی۔" پری میں آج دادو کے ساتھ سو جاؤں۔؟؟۔"

" کیوں نہیں میری جان ضرور سو جاؤ "

ضارب نے فوراً نفی کی۔" بالکل بھی نہیں سوتے میں اماں کی ٹانگ دُکھائے گا۔"

سفینہ نے ضارب کی نفی کی۔" اتنا بڑا بیڈ ہے اور میرا مصطفٰی تو سوتے میں بالکل بھی اپنے باپ کی طرح دولتے نہیں مارتا۔"

عافیہ دروازے میں ہی رُکی ہوئی تھی۔ ہنستے ہوئے پوچھا۔" اماں آپ انکو گھوڑا کہہ رہی ہیں یا گدھا؟۔۔"

سفینہ اور مصطفٰی دونوں بھی ہنس رہے تھے۔ عافیہ کے سوال کے جواب میں ماں سے پہلے وہ خود براہِ راست بیوی کی نظروں میں گہرائی تک دیکھتے ہوئے بولا۔

" میں بتاؤں کیا کہہ رہی ہیں۔؟؟۔"

وہ نفی میں سر ہلاتی وہاں سے نکل گئی۔ کچن سے احد کا فیڈر لیا۔ اپنے کمرے میں نائٹ بلب آن کر کے مین بلب بند کرتے ہوئے احد کو لیکر لیٹ گئی۔ اسکے فیڈر پینے کے دوران اسکے بالوں میں انگلیاں پھیرتی کبھی اسکا منہ چومتی کبھی پاؤں چاٹتی کبھی ہاتھ چومتی۔ ساتھ ساتھ کچھ گا رہی تھی۔

ہمیں غمزدہ دیکھ کر یہ وہ بولے

ہمارا ہے تُو بے سہارا نہیں ہے

ہو رسوائی تیری' تیری آنکھ نم ہو

تیرے یار کو یہ گوارا نہیں ہے......

احد سو گیا تو اس پر رضائی برابر کر کے واپس کچن میں آئی۔ ٹی وی کی آواز اب نہیں آ رہی تھی۔ جسکا مطلب تھا کہ نو بج چکے تھے۔

اس جگ میں دودھ ڈالا ساتھ میں دو گلاس رکھ کر اماں کے کمرے میں آئی جہاں ضارب غائب تھا۔ دونوں دادی پوتا لیٹے ہوئے مزے سے باتوں میں مصروف تھے۔

"ملک ٹائم۔۔۔!!۔۔"

دونوں کو گلاس بھر کر دیئے ساتھ میں سفینہ کی دوا بھی نکال دی۔

وہاں سے فارغ ہو کر برتن دھو کر رکھے۔ سارے دروازے بتیاں بند کر کے کچن کے پچھلے دروازے سے نکل کر باغیچے میں آ گئی۔ ضارب حسب عادت چہل قدمی کرنے میں مصروف تھا۔ وہ جا کر بینچ پر بیٹھ گئی۔

"بچے سو گئے؟"

ضارب نے اُس کے قریب رُک کر پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"چلو پھر ہم کہیں باہر چلتے ہیں۔"

وہ حیران ہوئی۔

"اس وقت؟۔"

"ہاں یار ابھی تو کوئی ٹائم نہیں ہوا۔ یہ تو تم اماں سے بھی ایک ہاتھ آگے ہو فٹافٹ سُلا دیتی ہو۔ چلو باہر کو میں اندر سے چابی لیکر آتا ہوں۔"

وہ فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ رُکیں میں لے آتی ہوں۔ ساتھ میں اپنی چادر بھی لے آؤں گی اور اماں کو بتا دیتی ہوں۔"

ضارب نے اسے بازو سے پکڑا۔

"یہ جو چار گز کا دوپٹہ لئے گھوم رہی ہو چادر کی گنجائش کہاں ہے۔ اماں کو بتانے گئیں تو گھنٹہ لگا کر آؤ گی۔ میں خود لے آتا ہوں۔"

لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر کو چلا گیا۔ اور تین منٹ بعد باہر تھا۔

گاڑی گھر سے نکالنے کے بعد سامنے روڈ پر سے نظر اک پل کو ہٹا کر پہلو میں بیٹھی بیوی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ جو کہ اپنا چار گز کا دوپٹہ پوری طرح کھول کر سر اور سینے کو ڈھانپ چکی تھی۔

"کدھر جانا ہے؟"

وہ جو اپنی سوچ میں گم تھی۔ چونکی

"آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ جسے لاہور میں سوائے داتا صاحب اور یادگار کے کسی اور جگہ کا علم ہی نہیں۔"

"اسکا مطلب ہمیں اب ہر ہفتے میں کم از کم ایک دن آؤٹنگ کا رکھنا پڑے گا"

وہ سمجھی نہیں تب ہی پوچھ لیا۔" وہ کیوں؟۔"

"تاکہ تمہیں سارا لاہور گھومایا جاسکے۔"

وہ دھیرے سے مسکرا کر بولی۔" خیر اب اتنا بھی ضروری نہیں ہے۔"

"تم کیا جانوں کتنا ضروری ہے۔کل کو میرے پوتے پوتیاں کیا سوچیں گے۔دادے نے دادی کو لاہور ہی نہیں دِکھایا ہوا۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ میں انکو بتا دوں گی۔تمہارے دادا نے مجھے جنت دِکھائی تھی۔ بلکہ جنت کا باسی بنایا ہے۔"

ضارب کی نظریں اسکے چہرے سے ہٹنا بھول گئیں۔اور میں ایک ایسی آنچ تھی۔ جو عافیہ کو جلا کر بھسم کرنے کی بجائے انجانے سرور سے واقف کروا رہی تھی۔اسکی توجہ ہٹانے کو اسے بولنا پڑا۔

"ضارب ہم روڈ پر ہیں۔اور میں اپنے پوتے پوتیوں سے ملنا چاہتی ہوں۔پلیز۔۔۔"

وہ بولا کچھ نہیں اسی طرح چہرے پر گہری سنجیدگی لیے سامنے کو دیکھنے لگا۔گاڑی کی سپیڈ بھی بڑھا دی۔کافی دیر بعد عافیہ کی سماعت میں اسکی آواز پہنچی جو پوچھ رہا تھا۔

"کچھ کھاؤ گی؟۔"

"نہیں بالکل بھی گنجائش نہیں ہے۔"

"پھر مووی کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔"

"بالکل بھی نہیں۔ابھی گھر پر مووی لگی چھوڑ کر آ رہے ہیں۔"

"پپو سائیں کو جانتی ہو۔۔؟"

"وہ کون ہے۔نام ہی پہلی دفعہ سن رہی ہوں۔"

" اگر پپو کو نہیں جانتی ہو تو گونگا سائیں کو کہاں جانتی ہو گی۔"

عافیہ نے لاعلمی سے نفی میں سر ہلایا۔

" یہ دونوں فرد پاکستان کے صفحۂ اول کے ڈھولی ہیں۔ ڈھول بجاتے ہیں۔ پپو سائیں اس فیلڈ میں گونگے سے سینئر ہے۔ مگر کام دونوں کا بہت ملتا ہے۔ رنگ ایک ہی ہے۔"

" خاص کر پپو سائیں کو میں جب بھی سنوں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ جیسے وہ اللہ کا ملنگ روضہ رسول کے سامنے کھڑا ہو کر اپنے عقیدت اور عشق و محبت کے نذرانے پیش کر رہا ہے۔ ایسا مجھے اس لئے بھی لگتا ہے۔ کیونکہ ہر دفعہ جب میں اسکی پرفارمنس دیکھتا یا سنتا ہوں۔ تصور کی آنکھ سے سہی پر مجھے لیکر وہ مسجدِ نبوی کے سامنے ہی جاتا ہے۔ جہاں میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو کر سلام پیش کرتا ہوں۔"

اک پل کو اس نے نظر موڑ کر عافیہ کی حیرت سے پھیلی آنکھوں میں دیکھا اور بولا۔

" تمہیں شائد میری بات عجیب لگے۔ مگر میں تمہیں وہ بتا رہا ہوں۔ جو میرے کیفیت ہوتی ہے۔"

" اسلیے میں تمہیں آج ایک ایسی جگہ پر لیکر جاؤں گا۔ جہاں آج پپو سائیں اور گونگا ایک ساتھ اپنا نذرانہ پیش کرنے والے ہیں۔"

جس وقت وہ لوگ بابا شاہ جمال کے دربار پہنچے وہاں بہت زیادہ بھیڑ تھی۔ گاڑی کو کافی پیچھے پارک کرنے کے بعد انجن بند کرتا ہوا اُتر کر اسکی جانب آیا۔ اسکا دروازہ کھولا وہ باہر آئی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد ریموٹ سے گاڑی لاک کرنے کے بعد اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے عافیہ کا ہاتھ لیکر بھیڑ میں سے رستہ بناتا ہوا دربار کے احاطے تک لے آیا۔ ایک جانب درخت کے تنے کے قریب جگہ نظر آئی وہیں اسکو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جب وہ بیٹھ گئی تو اسکے برابر تھوڑا سا آگے کو خود بیٹھ گیا۔ عافیہ نے جائزہ لیا تو محسوس ہوا اسکے ایک طرف درخت تھا۔ دوسری طرف ضارب دیوار کی طرح اسکے اور دوسرے لوگوں کے درمیان موجود تھا۔ جہاں وہ بیٹھی تھی۔ وہاں قدرے اندھیرا تھا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے پبلک میں ہونے کے باوجود سب کی آنکھوں سے اوجھل تھی۔ ضارب کی اس ادا پر اتنا پیار آیا۔ آج وہ پہلی دفعہ اسکے ساتھ یوں باہر آئی تھی۔ اور پہلے ہی دن وہ اسکو اس قدر بھیڑ والی جگہ پر لایا تھا۔ جیسے گاڑی سے لیکر احاطے تک وہ اسکا محافظ رہا۔ عافیہ یہ سمجھ ہی نہ پائی کہ آیا وہ اسکے پیچھے چل رہا تھا۔ یا آگے

دائیں یا بائیں۔اس کے چاروں طرف صرف وہی تھا۔

اتنے بہت سے لوگوں میں کسی کے ساتھ نہ اسکا کندھا مس ہوا نہ ہاتھ نظر تو بہت ہی دور کی بات تھی۔

جی چاہا اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر ان مست دھمالیوں میں شامل ہو جائے۔جو اپنے یار کی مستی میں جھوم رہے تھے۔اور وہ بھی ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر بولے کہ دیکھو اگر میں اسکو اپنی دُعاؤں میں مانگتی تھی۔تو غلط تو نہیں تھا۔

اپنی آنکھوں میں بھر آنے والے پانی کو پلو سے صاف کرتے ہوئے اس نے اپنا سر ضارب کی پشت سے لگا دیا۔جس نے چونک کر گردن موڑی۔

"Pariareyouokay?.."

اس نے ضارب کے سویٹر کے اوپر ہی بوسہ لیا۔اور سر اثبات میں ہلاتے ہوئے مسکرا دی۔

اگلے چند منٹ وہ میوزک کو سنتی دل میں یہ سوچ رہی تھی۔کہ یہ تو عام سے ہی ڈھول بجانے والے ہیں۔ضارب تو ایویں اتنی تعریف کر رہے تھے۔

پر پھر ایک دم خاموشی چھا گئی۔پہلے والے لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

اور دو لوگ گلے میں ڈھول ڈالے آگے آئے۔لوگوں نے ان کی بھرپور پذیرائی کی۔ایک تھوڑی زیادہ عمر کا آدمی تھا۔دوسرا اُس سے کم عمر دونوں کے لمبے بال کندھوں سے نیچے جا رہے تھے۔بڑے والے کے بال سیدھے اور تیل لگے ہوئے تھے۔جبکہ دوسرے والے کے بال گھنگھریالے تھے۔

دونوں نے گلے میں بہت سی مالائیں اور موتی پہنے ہوئے تھے۔

سنجیدہ چہرے فوکس آنکھیں۔

پہلے ڈگے پر ہی خاموشی چھا گئی۔اور اس کے آگے بس فن کی زبان رہ گئی۔

ایسا لگا جیسے سینے میں رکھا۔خلیوں سے مل کر بنا لوتھڑا جسکو عرفِ عام میں دل کہتے ہیں۔وہ پانی بن کر جسم کے اِک ایک ریشے میں منتقل ہو گیا ہو۔یہ اتنی طاقت صرف ڈرم پر پڑنے والی چھڑیوں میں نہیں ہو سکتی۔یہ ڈھولی کا جنون تھا اور جذبہ تھا۔جو سننے والے کی سماعتوں میں جادو بن کر اثر کرتا۔

وہ دیکھتی رہی کیسے ضارب کی ساری توجہ ان دو افراد پر تھی۔کبھی کبھی وہ دونوں بازو اوپر اُٹھا کر تالیاں بجانے

لگتا۔اینڈ پر عافیہ نے ہی اسکی توجہ وقت کی جانب دلائی۔

ضارب نے ایک نظر اپنی رسٹ واچ پر ڈالی پونا ایک ہو رہا تھا۔دن کا آغاز ہو گیا اور علم بھی نہ ہوا۔

گھر تک پہنچتے ڈیڑھ بج گیا۔اماں کو ایک نظر دیکھ کر دونوں اپنے کمرے میں آ گئے۔

احد مزے کی نیند سویا ہوا تھا۔

" آپ کے لئے دودھ لا دوں یا کافی لینگے۔۔؟"

وہ صوفے پر بیٹھ کر جوتے اُتار رہا تھا۔نظر اُٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"دودھ رہنے دو کافی ٹھیک ہے اور پلیز اگر زحمت ہو تب بھی شام میں جو رس ملائی تم نے بنائی تھی۔وہ بھی لے آنا۔"

عافیہ کے جانے کے بعد ضارب نے جوتے سٹینڈ میں رکھے۔منہ ہاتھ دھوئے اور لیپ ٹاپ لیکر بیڈ پر اپنی جگہ سنبھال لی۔

جب تک وہ واپس آئی۔وہ اپنی ضروری ای میلز چیک کر کے جن کو رپلائی جانا تھا۔۔وہ لکھ رہا تھا۔

عافیہ نے دونوں کافی کے کپ اور رس ملائی کا پیالہ اس کے قریب سائیڈ دراز پر رکھا۔خود لباس بدل کر الماری کے پاس سٹول کے اوپر رکھی ٹوکری پکڑ کر بیڈ پر آ بیٹھی۔جس میں سفید اون کے گولے اور ایک عدد کروشیہ موجود تھا۔

ضارب نے ایک نظر اسکو دیکھا جسے ہاتھ تیزی کے ساتھ حرکت کر رہے تھے۔اس نے پیالہ اُٹھا کر دو تین چمچ رس ملائی کے لیے۔

" یہ روز سونے سے پہلے تم یہ بلا لیکر بیٹھ جاتی ہو۔بنا کیا رہی ہو۔؟؟"

اسکا سارا فوکس کروشیے پر تھا۔" احد کا ہیٹ ہے۔"

ضارب ہلکے سے ہنسا۔۔اور چڑانے کو بولا۔

" ماشاللہ جس قدر شوق اور سپیڈ سے بنا رہی ہو اگلے دو چار سالوں تک بنا ہی لوگی۔"

"اچھا اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔دن میں احد کے ڈر سے ہاتھ میں نہیں لیتی ہوں۔وہ ہر چیز کا معائنہ

شروع کر دیتا ہے۔اور کروشیے سے ڈر لگتا ہے کہیں آنکھ وغیرہ میں نہ مار لے۔''

''ویسے میں ایک بات سوچ رہی تھی۔''

ضارب نے مصروف انداز میں ہی پوچھا۔'' کیا؟''

''وہ جو مورننگ شو کی ہوسٹ ہے زریاب احمد اس نے آپ سے پوچھا تو ضرور ہو گا کہ بھائی کس جنم کا بدلہ لیا ہے۔''

ضارب کی انگلیاں ابھی بھی کی پیڈ پر ناچ رہی تھیں۔مگر ہلکا سا قہقہہ مار کر چمکتی ہوئی روشن آنکھوں سمیت بولا۔'' کیا تم نے وہ شو دیکھا تھا۔؟''

''ہاں تو۔۔اور مزے کی بات بتاؤں شو شروع ہونے سے پہلے ہی اماں نے کہہ دیا تھا۔آج اس ہوسٹ کی بے عزتی ہونے والی ہے۔''

اُس نے سامنے بیٹھی عافیہ کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہو سکتا ہے کچھ زیادہ ہی کہہ گیا ہوں۔پر یار

"I swear just can't take this type of stupid shit."

وہ بھی مسکرا دی۔اور پھر یک دم سنجیدہ ہوتے ہوئے بولی۔

''اس شو کے اینڈ پر آپ نے جو کہا کیا وہ میرے لئے تھا؟ جو آپ نے کہا ''لڑے بغیر ہار نہ مانو۔۔''

'' کیا تمہیں ایسا لگا کہ میں نے تم سے کہا ہے؟''

'' ہاں۔۔۔''

'' تو کیا تمہیں بُرا لگا؟۔۔''

'' نہیں۔۔مگر میں تو اسی رات آپ کے ساتھ لڑائی شروع کر چکی تھی۔آپ کی بات نے ثابت کر دیا۔میں اگر لڑ رہی ہوں۔تو ٹھیک کر رہی ہوں۔''

ضارب کے ہاتھ کی پیڈ پر تھے۔سر نیچے کو جھکا ہوا تھا۔وہیں سے نظریں اُٹھا کر غور سے عافیہ کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

"میں خوش ہوں۔ جو تم نے اپنا خول توڑا مجھے یہ یقین دلوایا کہ آخر کار تم ایک انسان ہی ہو۔ ربوٹ یا اللہ کی گائے نہیں ہو۔ اور یہی میں چاہتا تھا۔ مگر۔۔۔۔ میں ابھی تک حیران ہوں۔ یکا یک یہ تبدیلی آئی کیسے وہ بھی آور دانائیت۔۔۔ اس کے پیچھے راز کیا ہے۔ پہلے مجھے دیکھتے ہی بیگم صاحبہ کی ٹانگیں کانپنے لگتی تھیں۔ اچانک کیا ہوا ہے۔"

"Am i not the same anymore or is it you who have changed?"

" نہیں آپ تو جیسے تھے۔ ویسے ہی ہیں۔ اصل میں خود بھی حیران ہوں۔ پتا کیا۔؟۔۔"

اس نے ہاتھوں سے کروشیہ رکھ دیا۔ اسکے اپنے چہرے پر اُلجھن رقم تھی۔ ضارب بڑے غور سے اسے سُن اور پڑھ رہا تھا۔ جو کہنے لگی۔

"جس دن آپ نے مجھے ڈانٹا تھا۔ کہ آپ کا نام اپنے نام کے ساتھ نہ لکھوں۔ مجھے بڑا دُکھ ہوا۔ میں روئی بھی بہت پر جب میں ٹھیک نہیں تھی۔ تب ناں مجھے لگتا ہے کہ میں نے بہت سی باتیں کی ہیں۔ میرے بچپن کی عادت ہے بخار میں رونے اور بڑبڑانے کی۔ اب مجھے یہ تو یاد نہیں کیا کیا کہا پر اتنا ضرور جانتی ہوں۔ جو جو دماغ میں چل رہا ہوگا۔ سب کہہ دیا ہوگا۔ اور مجھے خواب میں ابا جی بھی ملے تھے۔ شائد انہوں نے سوال پوچھا تھا۔ کہ ضارب کون ہے۔؟؟۔۔"

ضارب نے اونچی آواز میں لاحول ولاقوت پڑھی۔

" محترمہ وہ سوال آپ کے والد صاحب مرحوم نے نہیں۔ اس ناچیز نے پُوچھا تھا۔"

عافیہ نے بھنویں اوپر کو اٹھ گئے۔ ایک ہاتھ منہ پر رکھا۔

" آپ نے کیوں پوچھا۔؟؟۔۔"

" بس ایسے ہی شوق ہوا جاننے کا۔"

" تو وہ باتیں میں نے ابا جی سے نہیں کیں؟۔۔"

ضارب شرارتی مسکراہٹ سمیت اسکی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی نفی میں سر ہلایا۔

عافیہ نے بھی اسی طرح سر نفی میں ہلایا۔چہرے پر شرمندگی کے آثار اُبھر رہے تھے۔

"میں نے اور کیا کیا بولا تھا۔اسکا مطلب جو ناک میں نے پکڑی تھی۔وہ بھی ابا جی کی نہیں تھی۔"

ضارب کا قہقہہ جاندار تھا۔

"بیگم صاحبہ میرا مطالبہ تھا۔بیوی وہ ہے جو برابر آئے اور ڈنکے کی چوٹ پر آپکو فتح کر لے۔تم اپنے ہوش میں وہ کام نہیں کر سکیں پر نیند میں کر گئیں۔۔۔۔یہاں۔"

اس نے شہادت کی انگلی اپنے دل کے اوپر رکھی۔

"یہاں پر سر رکھ کر آنسو بہاتے ہوئے تم نے مجھ سے ریکویسٹ کی تھی۔"

عافیہ کے چہرے کی سُرخی ہر سیکنڈ کے ساتھ بڑھ رہی تھی۔۔مری ہوئی آواز میں پوچھا۔

" کیسی ریکویسٹ؟؟۔۔"

"تم نے کہا۔پلیز دُعا کریں ضارب کو مجھ سے محبت ہو جائے۔"

"میں نے ایسا بول دیا؟؟" گول موٹی موٹی آنکھیں ضارب پر ٹکی تھیں۔۔

"جی ہاں۔آپ نے ایسا ہی بولا۔اور میں نے اسی وقت اُٹھ کر فجر کی نماز میں دُعا کر دی۔"

وہ جتنا بھی حیران ہوتی کم تھا۔

" کیا دُعا کی۔۔؟۔"

"میں نے کہا یا رب اگر اس عورت کے جذبے سچے ہیں۔تو میرے بے غیرت دل کو اسکی طرف موڑ دیں۔"

" پھر دُعا قبول ہوئی کیا؟۔"

ضارب نے اپنا کافی کا کپ اُٹھایا اور اسکا اسکی طرف بڑھایا۔۔

" ہنڈرڈ پرسنٹ تو نہیں پر لگتا یوں ہے کہ کام جاری ہے۔"

" میں آپکو ایک راز کی بات بتاؤں۔؟۔۔"

"ضارب نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پر رکھا اور آگے کو جھک کر پورے رازدرانہ انداز میں پوچھا۔

" جلدی بولو۔۔"

" مجھے اب آپ سے ڈر نہیں لگتا۔"

ضارب نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔" کیا بالکل بھی نہیں۔؟؟"

عافیہ نے نفی میں سر ہلایا۔

وہ پھر بولا تو لہجے میں غصہ اور آنکھوں میں سنجیدہ گھوری تھی۔

" ذرا سا بھی نہیں۔۔؟؟"

عافیہ نے ہاتھ کی مدد سے اسکے چہرے کا رُخ دوسری جانب کیا۔

" اچھا اب آپ مجھے ڈرانے کی کوشش نہ کریں۔۔"

" میں کیسے کوشش کر سکتا ہوں۔تم کونسا مجھ سے ڈرتی ہو۔"

"اب ایسی بھی بات نہیں یوں خطرناک ایکسپریشنز سے گھوریں گے تو ڈر آ بھی سکتا ہے۔وہ بھی اتنی رات کو جب میرے بیٹے بھی سوئے ہوئے ہیں۔"

ضارب ہنستا چلا گیا۔

جب دونوں سونے کو لیٹ گئے۔اندھیرے میں ضارب کی آواز ابھری۔

" پری۔۔؟؟"" میرے پاس تمہارے لئے ایک سرپرائز ہے۔"

جواب میں اسکی سوئی سی آواز آئی۔" اگر تو وہ سرپرائز یہ گھر میرے نام. کرنے والا ہے تو اللہ کی قسم کاغذوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا دوں گی۔اگر اس کے علاوہ کچھ اور ہے تو ابھی بتا دیں۔"

" کی نا پھر عورتوں والی جذباتی بات۔یار تم عورتیں عقل شعور رکھتے ہوئے بھی جب جذبات کی بات آتی ہے تو اندھی بہری کیوں ہو جاتی ہو۔گھر نہیں لیتا۔کیوں؟؟ اسلیے کہ شوہر بڑا وفادار ہے۔

"Let'sputonepointverystraight."

" مرد اس دنیا کی بے وفا ترین مخلوق ہے۔"

"شوہر ہنس کر بول دے۔بھائی خوشامد کر دیں۔تم لوگ وہیں پر اپنا سب کچھ ان پر وار دیتی ہو۔"

"خدا کا نام ہے۔جو حق تمہیں اللہ کی ذات نے وراثت کے نام پر دیئے ہوئے ہیں۔ان سے تو انکار نہ کیا

کرو۔ پھر کہتی ہو عورت بے بس و مجبور ہے۔"

"تمہارے والد صاحب کے بعد بھائیوں کا رویہ تمہارے سامنے ہے۔ تمہیں ایک مرد نے اتنے سال بعد طلاق دیکر فارغ کر دیا۔ کیا تھا ہاتھ میں۔ سر چھپانے کے چھت بھی نہیں تھی۔ اور تم وہی بے وقوفی دوبارہ کر رہی ہو۔ کل کو میں مر جاتا ہوں۔ یا کسی اور عورت کو بیاہ لاتا ہوں۔ بچے بڑے ہو کر تم سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ میں آنکھیں پھیر جاتا ہوں۔ جو کہ ہوتا ہے۔ پھر کیا کرو گی۔ بڑھاپے میں کدھر جاؤ گی۔ اولڈ ہوم؟؟"

"میری باتیں تمہیں زہر لگیں گی۔ مگر حقیقت یہی ہے۔ تم اس زہر کو جتنا مرضی چاکلیٹ کی کوٹ دے لو۔ پر اسکی تاثیر نہیں بدلنی۔ میں اس قسم۔ کا کوئی بھی فیصلہ لوں۔ تم کوئی اعتراض نہیں اُٹھاؤ گی۔ اس وقت تم میری ذمہ داری ہو۔ اللہ رسول کو گواہ بنا کر تمہارا مرد بنا ہوں۔ حال اچھا ہے۔ کل کس نے دیکھا ہے۔ اسلیے اس معاملے میں چُپ رہو۔"

" اور یہ سرپرائیز نہیں ہے۔ وہ کیا ہے۔ وقت آنے پر بتاؤں گا۔"

☆......☆......☆

پھر یہ ہوا کہ ضارب نے تو سرپرائز نہ دیا۔ مگر زندگی نے دے دیا۔ اور وہ بھی ایسا چونکانے والا کہ عافیہ جی جان سے تھرا کے رہ گئی۔ ضارب آفس کے لئے نکل رہا تھا۔ اور وہ احد کو گود میں اُٹھائے کمرے سے ضارب کے ساتھ ہی برآمد ہوئی تھی۔

" آپ شام کو جلدی آجائیگا۔ مصطفٰی کی ڈینٹسٹ کے پاس اپوائنٹمنٹ ہے۔"

" کہتی ہو تو جاتا ہی نہیں ہوں۔"

" نہیں یہ تو میں نہیں کہہ رہی۔"

" دیکھا اماں سچ اسکی زبان پر آ ہی گیا۔ گھر پہ آرام کرتا تو یہ مجھے دیکھ ہی نہیں سکتی۔"

وہ ماں کے سامنے جُھکا انہوں نے سر پر ہاتھ پھیرا۔" کیوں ہر وقت اسکوٹنگ کرتے رہتے ہو۔ بچے کیا اس کام کے لیے کم ہیں۔"

" توبہ ہے اماں مجال ہے جو آپ کبھی اسکے خلاف بول جائیں۔"

"اور پری وش صاحبہ بندہ ناچیز وقت پر موجود ہوگا۔اور یار آج ذرا کوفتے تو بنا لینا چیز اور ہری مرچ بھر کر۔۔"احد کے گال پر پیار کرنے کو جُھکا تو جان بوجھ کر اپنا سر عافیہ کے چہرے کے اوپر مس کیا۔

وہ اسکی شرارت پر دلکشی سے مُسکرا دی۔

"ضارب میری جان ایک بات تو بتاؤ ان مردوں کو کیا کہتے ہیں۔جن کے دل کا راستہ معدے سے ہو کر گُزرتا ہے۔"

ضارب ماں کے سوال کو بالکل سمجھ گیا تھا۔اور بھرپور قہقہہ مار کر بولا۔

"پیاری ماں انکو رن مُرید کہتے ہیں۔اور یہ رہا آپکا رن مُرید بیٹا۔اسی لیے تو کہتے ہیں۔سوچ سمجھ کر گھر کی بہولائیں۔ایسی بے زبان احساس مند بہولائیں گی۔تو بیٹا بچارہ کیا کرسکتا ہے۔اچھا مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

دروازے کی جانب جا رہا تھا۔جب لینڈ لائن پر بیل ہوئی۔

دروازے کی جانب بڑھتے قدم فون سٹینڈ کی طرف آگئے۔

" اسلام علیکم؟؟"

"جی آپ کون۔۔؟؟"

" اوکے ہولڈ کریں۔۔"

فون ہولڈر رکھ کر باہر کو نکلتے ہوئے اسکو مطلع کر گیا۔

" پری تمہارا فون ہے سُن لو۔۔"

وہ یہ بھی نہ پوچھ سکی کس کا۔کیونکہ وہ دروازہ عبور کر گیا تھا۔

اماں کے پاس احد کو واکر میں ڈال کر خود فون سٹینڈ پر یہ سوچتی ہوئی آئی کہ کس کی کال ہوسکتی ہے۔شائد فاطمہ چچی۔۔۔مگر فون پر جو آواز سُنائی دی۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کبھی سُننے کو ملے گی۔اس آواز سے اسکو نفرت نہیں تھی۔

دوسری طرف بولے جانے والے ہر جملے کے ساتھ عافیہ کے چہرے کا رنگ ڈھلے لٹھے کی مانند سفید ہوتا جا رہا تھا۔پندرہ منٹ کی کال نے اسکو پندرہ سالوں کی مسافت کے برابر تھکا دیا۔اور حیرت انگیز طور پر اسکی اپنی

زبان بولنے سے انکاری ہوگئی۔ جب ریسیور واپس کریڈل پر ڈالا تو وہ با قاعدہ ہانپ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا۔ کھڑی کھڑی گر جائے گی۔

☆......☆......☆

وہ گھر سے دور کافی فاصلے پر آ گیا تھا۔ مگر دماغ میں مسلسل ایک ہی نام گردش کیے جا رہا تھا۔ جب دماغ اُلجھنے لگا تو اس نے گاڑی سائیڈ پر روکی اور امتیاز کا نمبر ملا دیا۔

دعا سلام گھر والوں کے حال احوال کے بعد اس نے اصل سوال پوچھا۔۔

" امتیاز مجھے پوچھنا یہ تھا۔ کہ عافیہ کے چھوٹے بھائی کا نام عدیل ہے یا کہ بڑے والے کا۔۔"

"او نہیں یار۔۔ عافیہ کے چھوٹے بھائی کا نام کامران ہے اور بڑے کا نام وقاص ہے۔ عدیل اس نامراد کا نام ہے جو اسکے بھائی کا سالا ہے۔ مگر تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔"

ضارب بے یقینی کے سمندر سے اُبھرتے ہوئے فوراً بہانہ بنانے لگا اور چند ایک ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔

اسکے کانوں میں ایک دفعہ پھر پر اعتماد آواز گونجی۔۔

" میں عدیل بول رہا ہوں۔ عافیہ سے بات کروا دیں۔"

سارا دن آفس میں اُسے انتظار رہا کہ وہ خود سے کال کر کے اسکو بتائے گی۔ مگر عافیہ کی جانب مکمل خاموشی رہی۔ وہ وعدے کے مطابق پورے وقت سے گھر آیا اور اس پر نظر پڑتے ہی چونک گیا۔ وہی صبح والا حلیہ بکھرے ہوئے بال، آنکھوں میں نظر آتا اجنبی اور سرد تاثر۔ اس نے کن اکھیوں سے اسکا بھرپور جائزہ لیا۔ نارمل روزمرہ کے انداز میں بولا۔

" جلدی سے تیار ہو جاؤ اور مصطفٰی کو بلاؤ ڈاکٹر کا وقت نہ نکل جائے۔۔"

وہ جیسے کسی خیال سے چونکی۔

"ہاں۔۔ میں جا کر کیا کرونگی۔ آپ بس مصطفٰی کو لے جائیں۔۔۔ وہ تیار ہی ہے میں اسے لاتی ہوں۔۔"

اب ڈاکٹر کے پاس نہ جانا کوئی اتنی بڑی وجہ نہیں تھی۔ جسکو لیکر وہ کوئی سوال و جواب شروع کرتا۔ اسلیے مصطفیٰ کو ساتھ لیا اور چلا گیا۔ رات کے کھانے تک اسکی دماغی غیر حاضری ضارب کے علاوہ اماں نے بھی نوٹ کی۔ بعد میں جب وہ دودھ دینے حسب معمول انکے کمرے میں آئی۔ انہوں نے پوچھ لیا۔

" پری چندہ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟۔"

بجھی ہوئی آنکھوں سے بولی۔ "ہاں اماں بھلا مجھے کیا ہونا ہے۔ اتنی سخت جان ہوں۔ موت بھی تو نہیں آتی۔"

سفینہ کا دل ہول گیا۔ "اللہ نہ کرے تمہیں گرم ہوا بھی چھو کر گزرے۔ کیا ضارب نے کچھ دل دکھانے والی بات کی؟۔۔"

اس نے فٹ نفی کی۔ "ارے نہیں اماں اُنکی باتوں سے تو دل لگتا ہے۔ دکھتا نہیں۔ خیر میں احد کو دیکھوں ابھی سویا نہیں تھا۔ ضارب کو تنگ کر رہا ہوگا۔ آپ کی لائٹ بند کر دوں؟؟۔"

"ہاں چندہ کردو۔۔"

اپنے کمرے میں آئی۔ ضارب حسب معمول لیپ ٹاپ پر مصروف تھا۔ اور احد پوری کوشش کے ساتھ باپ کے لئے ضروری ای میلز ٹائپ کرنا چاہ رہا تھا۔ یہ الگ بات کے باپ نے اسکو اپنے کندھوں پر بیٹھا کر لیپ ٹاپ اسکی پہنچ سے دور کر دیا ہوا تھا۔

عافیہ کی نظر احد پر پڑی تو بے اختیار ہنسی نکل گئی۔ یہ آج گزرے دن کی پہلی ہنسی تھی۔

" آپ نے کیسے میرے بچے کو نچھو باندری کی طرح اوپر بٹھایا ہے۔"

"یہ ہے ہی نچھو بندر۔۔۔"

احد کو وہاں سے اُٹھاتے ہوئے فوراً بولی۔" نہیں جی یہ تو شہزادہ ہے۔ میرا شہزادہ۔ میرا دلبر جانی۔۔۔"

ساتھ احد کو گدگدی کی جو ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے ہنستا چلا گیا۔

" کیا میں لائٹ بند کر دوں۔ احد جلتی ہوئی روشنی میں نہیں سوئے گا۔"

ضارب نے اسکی آنکھوں اک پل کو کھوجا اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ لائٹ آف کر کے احد کو لیکر لیٹ گئی۔

اور وہ بظاہر لیپ ٹاپ پر کام میں مصروف پس منظر میں اسی سے مخاطب تھا۔

"تم مجھے بتا کیوں نہیں دیتی ہو۔ اُس آدمی کی کال میرے گھر پر کیوں آئی۔ اُس نے ایسا کیا کہا ہے کہ تم آج اپنے آپ میں نہیں ہو۔ بول دو اس سے پہلے کہ تمہاری خاموش آگ بن کر سب کچھ جلا دے۔ میں جتنا بھی انکار کرلوں۔ ہوں تو میں ایک عام سا مرد ہی۔ تو ایسے خاموشی اوڑھ کر کیوں میرا امتحان لے رہی ہو۔ حالانکہ تمہیں پہلی فرصت میں سب شیئر کرنا چاہیے تھا۔ کیا آج سے پہلے بھی وہ تمہیں کال کر چکا ہے؟۔۔"

"اندازہ کرو ذرا میرے دماغ میں کیا کیا پوائنٹ آ رہے ہیں۔ اب پہلے والی بات نہیں رہی ہے۔ تم اب صرف میری زندگی میں نہیں ہو۔ اگر صرف بیوی ہوتیں تو میں غصے میں سب کچھ پوچھ لیتا ڈانٹ دیتا۔ یار دل کی مکین بنی ہو۔ محبوب سے چاہ کر بھی ایسی بازپرس نہیں کی جاتی۔ یہ محبت کی توہین ہے۔ دیکھو جہاں بستے ہیں۔ وہاں یوں ایسی تباہی تو نہیں مچاتے۔ جیسے تباہی تم. اس وقت خاموش رہ کر میرے دل میں مچا رہی ہو۔"

تنگ آکر اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے نیچے فرش پر رکھی۔ خود آنکھیں بند کر کے لیٹ گیا۔ یہ الگ بات کہ نیند نہ اسکو جلدی آئی۔ نہ اسکے تھوڑے فاصلے پر پڑی سوتی بنی عافیہ کو۔ جو تصور میں اسی سے مخاطب تھی۔

"آج میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا کافی پیو گے یا دودھ اور تم نے خود سے بھی فرمائش نہیں کی۔ کاش کہ کر دیتے۔۔۔ میں تمہاری کھوجتی ہوئی نظروں سے لاعلم نہیں ہوں۔ تم جانتے نہیں ہو۔ ہر دفعہ تمہارا یوں مجھے دیکھنا میری روح کو کند چھری سے ذبح کر رہا ہے۔ کیا میری اوقات اتنی سی ہے کہ ایک فون کال نے مجھے تمہاری نظروں میں مشکوک کر دیا۔ اور اگر تمہیں یہ علم ہو جائے۔ فون کرنے والا کون تھا۔ اور اس نے کیا کہا۔ تو ضارب مجھے ڈر ہے کہیں میں تمہیں کھو نہ دوں۔ یہ جنگ میری ہے۔ مگر میں یہ جنگ تمہاری پشت پناہی کے بغیر نہیں جیت سکتی ہوں۔ اس وقت مجھے تمہاری مضبوطی چاہیے سوالیہ نظریں نہیں۔"

ضارب نے دوسری طرف کروٹ بدلی تو وہ ضارب کی جانب رُخ کر کے اسکی پشت سے لگ گئی۔ کچھ پل بعد ضارب نے اسکا ہاتھ اپنے دل پر رکھا۔ اور سو گیا۔

☆......☆......☆

دو دن بعد وہ آفس میں مصروف تھا۔ جب اسکے موبائل فون پر اجنبی نمبر سے کال موصول ہوئی۔

"اسلام وعلیکم۔۔؟؟"

" ہیلو جی ضارب سیال۔۔؟؟"

وہ آواز سے چونکا تھا۔" ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔۔" جی بول رہا ہوں۔ فرمائیے۔۔"

" جناب ہم نے کیا فرمانا ہے۔ بس ایک ادنیٰ سی عرض کرنی تھی۔"

ضارب نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پی اے کو وہاں سے جانے کا کہا۔ جو جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گیا۔

" پہلے اگر تم بتا دو کہ بول کون رہے ہو۔ تو آسانی رہے گی۔"

" میرا تعارف شائد آپ کو پسند نہ آئے ضارب صاحب۔ مگر جناب گزارش کچھ یوں ہے۔ کہ لڑائی جھگڑے ہر گھر میں ہو جاتے ہیں۔ وقتی دوریاں بھی آجاتی ہیں۔ مگر اسکا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ کوئی باہر کا آدمی اپنا فائدہ دیکھتے ہوئے۔ آپ کا مال اٹھا کر اپنے گھر لے جائے۔ جو کہ آپ نے میرے اور عافیہ کے ساتھ کیا ہے۔ عافیہ اور میری شادی ایک ارینج میرج نہیں تھی۔ بلکہ ہماری محبت اور باہمی چاہت سے وقوع پذیر ہوئی تھی۔ اور آپ نے سنا تو ہو گا ہی کہ عورت اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی۔ وہ تو میں وقتی طور پر پاگل ہو گیا تھا۔ جلد بازی میں اپنی عافیہ کو طلاق دے بیٹھا۔ اوپر سے میری بہن نے اسکے ساتھ زیادتی کی گھر سے نکال دیا۔ اب آپ خود سوچیں وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر آپ سے شادی نہ کرتی تو اور کیا کرتی۔؟؟۔۔"

ضبط کی حد آزمائی جا رہی تھی۔ جسم کا سارا خون جیسے چہرے پر جمع ہو گیا تھا۔ کان کی لوئیں لال بوٹی ہو گئیں۔ سارے جسم سے جیسے آگ نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ مگر وہ جبڑے آپس میں سختی سے جکڑے خاموشی سے سنتا گیا۔ تاکہ کہنے والے کو یہ نہ لگے کہ سن بھی نہ سکا۔

" مگر اللہ کے ہر کام میں بہتری ہوتی ہے۔ آپ سے شادی ہونے کے بعد حلالے کا کانٹا بھی سیٹ ہو گیا۔ سارا مضمون میں نے آپ کو بتا دیا ہے ضارب صاحب اب آگے آپ سیانے ہیں۔ جس عورت کے دل میں اپنے شوہر کی بجائے پرانا یار بستا ہو۔ وہ وفادار بیوی کیسے ہو سکتی ہے۔ اور سچی بات پوچھیں تو یہ کسی بھی مرد کی

بڑے اعلیٰ درجے کی توہین ہے۔"

"اللہ حافظ۔۔"

ضارب کے ہاتھ میں موجود پینسل کب کی دو ٹکڑے ہو گئی تھی۔ اتنا غصہ ساری زندگی کسی پر نہ آیا تھا۔ جی چاہ رہا تھا جا کر اُس آدمی کی زبان گدی سے کھینچ لائے۔ مگر نہیں اگلے کا گریبان تب تھاما جاتا ہے۔ جب اپنے گھر والوں کا موقف معلوم ہو۔۔ اور اُس طرف پوری. خاموشی تھی۔

درد کی لہر سارے وجود کو خاکستر کر گئی تھی۔

اس نے اپنا فون آف کر دیا۔ آفس سے تو وقت ختم ہونے پر نکل آیا تھا۔ مگر گھر نہیں جا سکا۔

☆......☆......☆

سفینہ کو یہ تسلی دے دی کہ اُس کے ساتھ بات ہوئی ہے۔ اور کہہ رہا تھا۔ آج لیٹ گھر آئے گا۔ وہ مطمئن سو گئیں۔ بچے بھی کب کے سو گئے تھے۔ اس وقت صبح کے ساڑھے تین کا وقت تھا۔ کمرے سے ہال اور ہال سے کمرے کے چکر کاٹ کاٹ کر ٹانگیں اکڑ گئیں تھیں۔

فون اسکا مسلسل آف جا رہا تھا۔ عافیہ کے دل میں رہ رہ کر ہول اُٹھ رہے تھے۔ اس وقت نہ اُسے کوئی ڈر محسوس ہو رہا تھا۔ نہ ہی کوئی خوف ہال کا دروازہ کھول کر باہر گیراج میں ڈرائنگ روم کی سیڑھیوں پر بیٹھی زیرِ لب دعائیں مانگ رہی تھی۔

پونے چار گیٹ پر ہارن ہوا۔ چوکیدار نے اُسی وقت گیٹ کھولا۔ جب وہ گاڑی پورچ میں لایا ہیڈ لائیٹس کی روشنی سیدھی عافیہ پر پڑی۔

گھورتی ہوئی نظروں سے اسکا جائزہ لینے کے بعد انجن بند کرتا گاڑی سے نکل آیا۔

اور اسکی طرف دیکھے یا اسکے قریب ڈ کے بغیر اندر چلا گیا۔

عافیہ کو اُسکی اس حرکت پر غصہ تو بڑا آیا۔ مگر ضبط کرتی اندر آئی۔ وہ اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا۔ عافیہ کچن میں دیکھنے آئی جہاں وہ نہیں تھا۔ جبکہ ڈرائنگ روم کے نیچے سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ وہ یقیناً وہاں تھا۔ مگر کیوں؟ ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا دروازہ اندر سے لاک کیا جا چکا ہے۔ غصے سے وہ پاگل ہی ہو گئی۔ جا کر کچن

کے دراز میں سے سپیئر چابیوں کا گچھا نکال کر لائی۔ اور اگلے تین دومنٹ میں دروازہ کھولنے اور اپنے پیچھے دوبارہ بند کرنے کے بعد اس کے سر پر تن کر کھڑی ہوگئی۔

" میں شام سے یہاں پریشان گھوم رہی ہوں۔ اور آنے کے بعد آپ کو اتنی توفیق نہیں ہوئی۔ بتا ہی دیتے کہاں ایمرجنسی بن گئی تھی۔ جو ساری رات بغیر اطلاع کے غائب رہے ہیں۔"

وہ صوفے پر آنکھیں بند کر کے جوتوں سمیت نیم دراز تھا۔ آنکھیں کھولے بغیر اجنبی اور سرد آواز میں صرف اتنا کہا۔" میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا۔"

" ایویں نہیں دینا چاہتے جواب تو دینا پڑے گا۔۔ بتائیں جلدی۔۔۔"

اب کے ایک دم اُس نے اپنی سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں کھولیں اور اس کے مقابل اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ بولا تو دھیمے آنچ دیتے لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی۔

"سوال وجواب کرنے آئی ہو۔ تو پہلا حق میرا ہے۔ مجھے بتاؤ آج کل تمہیں کس کے فون آتے ہیں۔ اور کیوں۔۔؟؟۔۔"

عافیہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

" کیا آپ وہ بات لیکر ایسا اجنبی رویہ اپنا رہے ہیں؟۔۔"

لہجے میں بے یقینی تھی۔ جواب میں وہ بھی پھنکارا۔۔

" ہمت ہے سُننے کی تو بتا دیتا ہوں۔ تمہارے یار کا فون آیا۔۔۔۔۔۔۔۔"

عافیہ کا ہاتھ اُٹھ گیا۔ اُس نے سوچے سمجھے بغیر ضارب کے منہ پر تھپڑ دے مارا تھا۔

" خبردار جو میرے ساتھ کسی کو جوڑ کر ایسی گھٹیا بات کی۔"

ضارب نے اپنی سرخ نظریں اسکی آنکھوں میں گاڑیں۔" اگر تم چاہتی ہو کہ میرے دماغ کی نس نہ پھٹے یا میں تمہیں اسی وقت خود پر حرام نہ کرلوں۔ تو اس کمرے سے نکل جاؤ۔۔۔"

عافیہ دھک سے رہ گئی۔ کتنے پل اسکو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہی جو اتنی بڑی بات کر گیا تھا۔

وہ آگے بڑھا اور دروازہ وا کر دیا۔ اب ہاتھ پکڑ کر نکالنے کی ہی کسر رہ گئی تھی۔ عافیہ مرے ہوئے قدموں

سے اسکے قریب سے گھور کر باہر نکل آئی۔ وہ جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ اسکے نکلتے ہی پوری قوت سے دروازہ بند کر دیا۔ گھر کی خاموشی میں دھڑم کی آواز نے دو سیکنڈ کے لیے ہیجان برپا کیا پھر وہی خاموشی چھا گئی۔

وہ کمرے سے تو نکل آئی تھی۔ مگر آگے اک قدم۔ نہ بڑھ سکی۔

" کیا وہ واقعی ایسا کر جاتا جیسا کہہ رہا تھا۔۔؟؟"

وہ اسکے چہرے پر موجود وحشت و بیزاری سے ڈر گئی۔ وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

آنکھوں سے نہ رُکنے والا سیلاب جاری ہو گیا۔

اپنی ہتھیلی پر انگلی پھیرتی جو سُرخ ہو رہی تھی۔ تھپڑ اتنی زور کا تھا کہ خود اسکی اپنی ہتھیلی اور انگلیوں پر جلن ہو رہی تھی۔ سوچ کے بے لگام ہوتے گھوڑے ہر سمت بھاگ رہے تھے۔

" صبح کام پر جاتے وقت تو اسکا رویہ ایسا نہیں تھا۔ اچانک ایسا کیا ہو گیا ہے؟۔۔ کہیں عدیل نے اسکو۔۔۔۔۔۔" ضارب کے الفاظ جو اس نے پورے نہیں ہونے دیئے تھے۔ انکا بھی یہی مفہوم تھا۔ تو عدیل تم نے حد کر ہی دی۔۔۔"

دن چڑھنے تک وہ وہیں بیٹھی رہی۔ ٹھنڈ میں بغیر کسی چادر کے۔ اندر کی آگ ہی اتنی دہکی ہوئی تھی۔ باہر کی سردی اثر کرنے سے انکاری تھی۔

فجر کی اذان کے ساتھ ہی فرش سے اُٹھ گئی۔ اس نے سوچ لیا تھا۔ اس سارے مسئلے کا اسکی نظر میں ایک ہی حل تھا۔ اور یہ کام اسی کو کرنا تھا۔

☆......☆......☆

کمرے میں تو مکمل اندھیرا تھا۔ وقت کے اوقات سے وہ ظاہری بات ہے لاعلم ہی تھا۔ آنکھ بھی کہیں دن چڑھے ہی لگی تھی۔ ابھی دروازے پر ہونے والی مسلسل دستک نے ہوش کی دنیا میں واپس پٹخا تھا۔

" پاپا یار اُٹھ جائیں۔۔۔۔۔۔!!!!۔۔۔ آپ کی لیے دس کالز آئیں ہیں۔ عمران انکل کہہ رہے ہیں۔ آپکا مہمان آگیا ہے۔ اُسے ریسیو کر لیں۔"

اسکے آگے پھر دروازہ پیٹا گیا۔

"Papa are you even listening??"

مہمان کا سُن کر ذہن میں جھماکا ہوا۔ فوری طور پر اُٹھا۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔۔

سامنے مصطفیٰ گھوری لیے نظر آیا۔

"you know what father?"

You are getting highly careless lately

" میں کب سے دروازہ پیٹ رہا ہوں۔ میری آدھی چھٹی ادھر برباد ہو گئی ہے۔"

اس نے جمائی لیتے ہوئے چہرے اور بالوں پر ہاتھ چلایا۔

" مصطفیٰ بہت بولتے ہو یار۔ کال کس کی تھی؟۔۔"

" آپ کے دوست انکل عمران کی۔ کہہ رہے تھے۔ ساڑھے بارہ کی فلائیٹ ہے۔"

وہ ڈرائینگ روم سے نکل آیا۔ ساتھ آتے مصطفیٰ سے پوچھا۔

" ابھی کیا ٹائم ہے۔؟؟"

مصطفیٰ نے اِک ادا سے اپنے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی اور بولا۔

"Sir jee its quarter pass twelve".

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے ضارب نے ناراضگی کا اظہار کیا۔

" سوا بارہ ہو گئے ہیں۔ تم مجھے پہلے نہیں اُٹھا سکتے تھے۔"

الماری میں سے دھلے کپڑے نکالنے لگا۔ مصطفیٰ نے گلا کھنکارہ اور یاد کروایا۔

"Excuse me Father but i did try my best

"دو گھنٹے بعد آپکو جگانے میں کامیاب ہوا ہوں۔"

باتھ کا دروازہ بند کرنے سے پہلے سرسری سا پُوچھا۔

" تمہاری ماں کدھر ہے۔؟۔۔"

" پری۔۔؟۔"

" ہاں یار اور کون۔۔"

" وہ کہیں گئی ہوئیں ہیں۔"

دروازہ بند کرتے ضارب کے ہاتھ تھم گئے۔

" کدھر گئی ہے؟۔"

مصطفٰی نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بس اتنا کہا۔

"Absolutelynoidea"

" بس اتنا کہہ کر گئیں کہ ضروری کام سے جارہی ہوں۔شام سے پہلے آجاؤں گی۔"

ضارب کے ماتھے پر سلوٹوں کا جال بکھر گیا۔" کیا ڈرائیور کے ساتھ گئی ہے۔؟۔"

مصطفٰی نے ایک دفعہ پھر نفی میں سر ہلایا۔

" دادو نے کہا ڈرائیور کے ساتھ جاؤ پر پری نے کہا کہ وہ بس سے جانا پسند کریں گی۔"

ضارب کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

Whatthehell!

ایسا کہاں جانا پڑ گیا۔احد ساتھ گیا ہے؟"

مصطفٰی نے پھر نفی کا عمل دہرایا۔

" احد کو کام والی ماسی کی بیٹی دیکھ رہی ہے۔"

" کب گئی تھی۔؟؟۔"

"Sheleftaroundabouthalften"

ضارب واش روم سے باہر نکل آیا۔لینڈ لائن سے نمبر ڈائل کیا۔

" اسلام علیکم عمران۔۔"

"ہاں یار ابھی گھر پر ہی ہوں۔اور تمہارے ذمہ ایک کام لگانا ہے۔ایک ایمرجنسی ہوگئی۔اچانک کام نکل آیا ہے۔اسلیے مہربانی کرو اور ائیرپورٹ کے لئے تم نکلو۔اُس کو گھر پر ہی لے آنا اماں ادھر ہی ہیں۔وہ دیکھ لیں گی۔

میں کوشش کروں گا جلد واپسی کی۔ابھی جلدی میں ہوں۔خدا حافظ۔"

واپس واش روم میں گیا۔اگلے دس منٹ میں تیار ہو کر ماں سے سوال وجواب کر رہا تھا۔

"ایسی کیا ایمرجنسی آ گئی تھی۔جو یوں منہ اُٹھا کر نکل گئی ہے۔آپ کو تو یقیناً بتا کر گئی ہوگی کدھر جا رہی ہے۔؟"

" ہاں ظاہری بات ہے۔مجھے بتا کر میری اجازت سے گئی ہے۔"

" گئی کہاں ہے۔؟"

" شیخوپورہ اپنے بھائی کے گھر۔"

وہ ماں کا منہ ہی دیکھتا رہ گیا۔" بھائی کے گھر یا بھائی کے سالے کے گھر۔"

سفینہ نے بیٹے کو خطرناک گھوری سے نوازا۔" اسی طرح کی بکواس کر کے تم نے اسے رُلایا ہے۔"

ماں کا سوال گول کرتے ہوئے بولا۔"اماں آج تک اکیلی وہ یہاں قریبی مارکیٹ تک نہیں گئی۔آپ نے اسکو اکیلے شیخوپورہ جانے دیا۔اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوگا کہ بسوں کا اڈہ کدھر ہے۔"

سفینہ نے ہاتھ سی مکھی اُڑائی۔

"تو اور کیا کرتی بس روئے جا رہی تھی کہ جائے بغیر کام نہیں چلنا۔میں نے کہا چلی جاؤ۔شیخوپورہ کونسا دوسرے سیارے پر ہے۔اور فکر کی کوئی بات نہیں میں نے جیراں کو اسکے ساتھ ہی بھیجا ہے۔"

"پر اماں میرا پوائنٹ یہ ہے۔میں گھر پہ موجود تھا۔مرا نہیں ہوں۔جو وہ یوں اکیلی نکل گئی۔میرا ساتھ جانا گوارہ نہیں تھا۔تو ڈرائیور کو لے جاتی۔"

"چلو اب چھوڑو اس بات کو شام تک آ جائے گی۔تم جاؤ کچن میں ناشتہ وغیرہ کر لو۔رات پری نے کہا کہ فون کر چکے ہو لیٹ آؤ گے۔پھر کس وقت آئے تھے؟؟۔"

وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔"کافی لیٹ آیا تھا۔ابھی میں چلتا ہوں۔عمران کے ساتھ ایک مہمان آ رہا ہے۔اسکا خیال کیجئے گا۔ میں جلد آ جاؤں گا۔مصطفیٰ یار آؤ دروازہ لاک کر لو۔۔"

گاڑی سیدھی شیخوپورہ کو بھگائی۔

جس وقت اس نے عافیہ کے آبائی گھر کے سامنے گاڑی کا انجن بند کیا۔ پونے دو بج رہے تھے۔

گیٹ کھلا ہوا تھا۔ وہ گھنٹی بجائے بغیر دبے پاؤں اندر آ گیا۔

سامنے ہی شناسا چہرہ نظر آیا۔ جیراں ایک چارپائی پر بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ اسکے سامنے پڑی چھوٹی میز پر کھانے پینے کی کئی چیزیں رکھی تھیں۔

یعنی ان لوگوں کو پہنچے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔

جیراں اسکو دیکھ کر کھڑی ہونے لگی تھی۔ جسے اُس نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"بیٹھی رہو۔۔ بی بی کدھر ہے؟۔"

جیراں نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کیا۔

"وہ جی اس طرف انکا شائد انکا ڈرائینگ روم ہے۔ادھر ہی ہیں۔"

وہ سر ہلاتا اس طرف آ گیا۔

مکان کے دو حصے تھے ایک پہلے پھر درمیان میں صحن اور اسکے آگے پھر عمارت اور اسی طرف تھوڑا آگے جانے پر عافیہ کی آواز صاف سنائی دی۔ ضارب کے قدم کسی ان دیکھی طاقت نے روک دیئے۔۔

"بھابھی میں نے آپ سے کہا بھی تھا مجھے چائے کھانے کی کوئی طلب نہیں ہے۔ میں گھر سے کھا پی کر روانہ ہوئی تھی۔۔"

وہ شائد اسکی بھابھی تھی۔ جو خوشامدی انداز میں بولی۔

"لو بھلا اتنا لمبا سفر ہے۔ اور آئی بھی تم کا نسا اپنی سواری پر ہو۔ بسوں میں تو اتنے جھٹکے لگتے ہیں۔ دو منٹ میں کھایا پیا ہضم ہو جائے۔"

عافیہ نے غور سے اُس مکار عورت کا چہرہ دیکھا۔

"فکر مند نہ ہوں بھابھی میں نے آپ کی ماتحتی میں اتنے فاقے کاٹے ہیں۔ ابھی تو چند گھنٹے ہوئے ہیں۔ میں تو دو تین دن بھی نہ کھاؤں تو نہیں مرتی۔ آپ پلیز یہاں سے یہ سب اُٹھالیں۔"

بھابھی نے ایک نظر اپنے شوہر اور بھائی کو دیکھا۔ اور پینترا بدلا۔

"دیکھو عافیہ ماضی میں جو ہوا۔تم بھی بُھلا دو۔ دیکھواب آ ہی گئی ہو تو پُرانے شکوے دُہرانے سے کیا حاصل۔ مجھے عدیل نے بتایا کہ تم آرہی ہو۔یقین مانوں کانوں پر یقین نہیں آیا۔"

"پر آپی مجھے پورا یقین تھا۔عافیہ بھلا مجھے کیسے بھول سکتی ہے۔اتنا عرصہ ہم نے یک جان ہو کر گُزارا ہے۔ دیکھا آپ نے میری ایک فون کال پر کھینچی چلی آئی۔میں نے اس آدمی کو بھی بتا دیا تھا۔کیا نام ہے اسکا۔۔۔"

عافیہ نے اسکی بات کاٹ دی۔ٹھہرا ہوئے لہجے کے ساتھ مضبوط کڑک دار آواز میں بولی۔

"میں بتاتی ہوں اُس آدمی کا کیا نام ہے۔عدیل احمد۔ اسکا نام ضارب سیال ہے۔اور دیکھو ایک نظر غور سے میری طرف دیکھ کر بتاؤ مجھے کیا تمہیں میرے اندر وہ عورت نظر آرہی ہے۔جس نے تمہاری حکومت میں سات سال تک قیدِ بامشقت کاٹی تھی۔۔؟؟"

"غور سے دیکھو عدیل احمد تاکہ تمہیں نظر آسکے کہ تمہارے سامنے وقاص کمال کی ڈری سہمی سی بہن نہیں کھڑی ہے۔جو ایک چھت اور دو وقت کی روٹی کی خاطر تمہاری ہر بکواس سُنے گی۔تمہارا ہر حکم بجالائے گی۔ نہیں۔۔۔!!۔۔ تم جسے دیکھ اور سُن رہے ہوناں عدیل احمد یہ عافیہ ضارب ہے۔اسکے ساتھ پنگا مت لینا اس بھول میں کہ تم بہت بڑے غنڈے بدمعاش ہو اور ضارب کی بیوی ڈر جائے گی۔نہیں ایسا کچھ نہیں ہونا۔

وقاص اسکی بیوی اور عدیل تینوں آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

"یہ سب باتیں میں تمہیں فون پر بھی سُنا سکتی تھی۔ بلکہ اپنے شوہر کو بتا کر تمہاری اگلی پچھلی خوش فہمیاں جہنم واصل کروا سکتی تھی۔"

"ایک بات تم سے روبرو پوچھنی تھی۔تم سے ہی نہیں تمہاری اس بہن سے بھی۔آپ لوگوں نے مجھے کیا سمجھ کر یوں منہ اُٹھا کر میرے گھر فون کیا؟اور کیا اس سازش میں میرا ماں جایا بھی شامل تھا؟؟۔۔"

"میں سات سال اس آدمی کے گھر رہی۔اور دو سال آپکے ساتھ اس گھر میں گزارے۔ کیا کبھی آپ لوگوں کے ظلم سے تنگ آکر ہی میں نے فرار کا رستہ اپنایا؟؟

" کیا کبھی باپ کی بھائی کی یا اس مرد کی عزت کو کوئی داغ لگایا۔؟؟۔۔"

" کیا تم لوگوں کو کبھی میرے کردار سے شکایت ہوئی؟؟۔"

"بولو ناں بولتے کیوں نہیں ہو۔؟؟ کیا زبان سچ کا ساتھ نہیں دیتی؟؟"

"میں اگر تم جیسوں سے وفاداری نبھا سکتی ہوں تو سوچ بھی کیسے لیا کہ ضارب جیسے فرشتے کو دھوکا دونگی۔ ؟؟ وہ تو اللہ کا انعام کہ اُس نے ضارب کو میرے لیے راحت بنایا ہے۔مگر اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ وہ اگر تم لوگوں سے بھی بڑھ کر ظالم ثابت ہوتا۔ عافیہ تب بھی اسکے ساتھ بے وفائی کا تصور بھی نہ کرتی۔۔"

اسکی بات پر بھابھی پھنکارتے ہوئے بولی۔

"بس بی بی اونچے خاندان میں چلی گئی ہو آج اُسی کا غرور بول رہا ہے۔ پر یاد رکھنا جتنا بھی پیار ڈال لو وہ لڑکے تمہاری اولاد تو نہیں ہیں۔کل کو جب بڑے ہو کر گھر سے نکالیں گے ناں۔تب پتا چلے گا۔"

"بھابھی آپ کے کہہ دینے سے وہ میرے غیر تو نہیں بن جائیں گے۔ میرے بیٹے ہی رہیں گے۔اور جہاں تک رہی گھر سے نکالنے کی بات۔ وہ تو مجھے میرے سگے بھائی نے بھی نکال دیا تھا۔ بیٹے نکال دیں گے تو کیا عجب ہوگا۔۔"

"مجھے ان لوگوں سے کوئی گلہ نہیں ہے۔ پر بھائی تم سے میرا سوال ضرور ہے۔"

اتنے اعتماد سے بولنے والی کی آواز بھائی سے مخاطب ہوتے ہی بھرا گئی۔

"جب تم ماشا اللہ اپنے بھرے پرے گھر میں اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھتے ہو۔تو کیا کبھی اپنے ماں جایو کا خیال نہیں آیا۔؟؟"

"اسی آنگن میں ہم تمہارے ساتھ ہی جوان ہوئے تھے۔ہم نے تو ماں باپ کے مرنے پر بھی خود کو یتیم نہ سمجھا کیونکہ بڑا بھائی جو موجود تھا۔ پر تم نے ہم دونوں کو دھتکار کر یتیم کر دیا۔"

"میرا تو آج ایک گھر ہے۔ پیار کرنے والے بچے ہیں۔ جان وارنے والی ماں ہے۔ ساتھ دینے والا شوہر ہے مجھے آج کوئی کمی نہیں۔۔ پر اُس شہزادے کا خیال مجھے رات کو سونے نہیں دیتا جس معصوم کو ماں باپ کے جانے کے بعد سینے سے لگا کر رکھنے کی بجائے اُٹھا کر اتنی بڑی اور بے رحم دنیا میں پھینک دیا۔ تمہیں اِک لمحے کو خیال نہ آیا ایک سولہ سترہ سال کا بچہ آخر کہاں جائے گا۔"

"اُس نے کس کس مقام پر گر کر تمہیں مدد کے لیے نہ پکارا ہوگا۔؟"

"نہ جانے کتنی راتیں بھوکا سویا ہوگا؟ پتا نہیں تن پر پہننے کو لباس بھی ہوگا کہ نہیں۔۔۔ میں کیا کیا فرض کروں.؟ میں جتنے مرضی آنسو بہالوں اسکا کوئی سُراغ نہیں ملتا ہے۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔۔

"نہ جانے وہ زندہ بھی ہے۔۔۔"

ضارب مزید نہ سُن سکا۔ آنکھوں کے آگے چھا جانے والی دھند کو آستینوں سے رگڑتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا جن رستوں سے آیا تھا۔اُنہیں پر پلٹ گیا۔صحن میں بیٹھی جیراں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ دیا۔

گیٹ سے دولڑکے سکول بیگز پکڑے اندر کو جانے لگے تھے۔ضارب نے انکے ہاتھ اندر پیغام بھیجا۔اور خود گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

اور دل میں لگا سوچنے کہ میں اس عظیم عورت کا استقبال کیسے کروں۔"

☆......☆......☆

بچے نے آکر پیغام دیا۔پھپھو کو باہر ضارب انکل بلا رہے ہیں۔

وہ اُٹھ کھڑی ہوئی جسم وروح میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔ بھائی آگے بڑھا اور نم آنکھوں سمیت اسکے سر پر ہاتھ پھیرا۔مگر وہ زُکے بغیر نکل آئی۔باہر آئی تو وہ گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔نیوی بیلو کُرتے کے ساتھ سفید لٹھے کی شلوار نیوی بیلو ہی اکسفورڈ کی جرسی براؤن جوتے اور سب سے پُرکشش اُسکی کشادہ پیشانی پر سجے بال۔

اُسکو دیکھتے ہی وہ ٹیک ہٹا کر کمر پر ہاتھ باندھ کر حیرت سے اُسکو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔

کالے اور گولڈن امتزاج کا کام والا جوڑا۔ جس کے سامنے تمام دامن پر موتیوں اور نگوں کا بڑا نفیس کام بنا ہوا تھا۔اسی کے ہم رنگ دوپٹے کے اوپر پیور کی گرم شال۔چھوٹی سی ہیل والے گولڈن لیدر کے کوڑ شوز ۔۔دونوں کلائیوں پر سونے کی چوڑیاں کانوں میں ٹاپس لبوں پر سجی لائٹ اورنج رنگ کی لپ اسٹک جو کہ آدھی وہ کھا چکی تھی۔بازو پر جوتوں سے میچ ہینڈ بیگ تھا۔

ضارب نے اسے سر تا پاؤں دیکھا۔

"اتنی بن ٹھن کر پبلک ٹرانسپورٹ سے آئی ہو۔۔؟؟"

" نہیں ہیلی کاپٹر سے لینڈ کیا تھا۔"

ضارب نے گھورتے ہوئے دیکھا۔" میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔"

" ہاں تو میں کونسا لطیفے سنا رہی ہوں۔"

" تم نے آنا تھا تو مجھے بتایا ہوتا میں خود لے آتا۔"

" آپ نے رات کو کیا کہا تھا۔خود پر حرام نہ کرلوں۔تو کیوں بتاتی آپکو۔ویسے بھی یہ میرا معاملہ تھا۔اور مجھے ہی حل کرنا تھا۔"

ضارب نے مکھی اُڑائی۔

" جو کچھ میں نے رات میں کہا۔اسکا یہ ہرگز مطلب نہیں تھا۔کہ تم میرے سے بات ہی نہ کرو۔ویسے بھی سب تمہاری خاموشی کی وجہ سے ہوا۔سیدھے سے پہلے ہی بتا دیتیں تو یہ نوبت ہی نہیں آنی تھی۔ اور یہ کیا بولا کہ تمہارا ذاتی مسئلہ ہے۔مجھے یہ بتاؤ مسئلہ تمہارا ہے۔تم کس کی ہو؟؟"

عافیہ نے لب بھینچے آنکھیں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دھیمی سی آواز میں بولی۔

" ظاہر ہے آپ کی ہوں۔"

اسکی ادا پر ضارب کا قہقہہ بالکل بے ساختہ تھا۔

" احد والی حرکتیں کر رہی ہو۔اگر تم میری ہو تو تمہارے مسائل بھی تو میرے ہی ہوئے ناں اسلیے آئندہ چاہے جتنی مرضی سیریس لڑائی کیوں نہ ہو جائے۔جانا کہیں بھی ہو۔مجھے بتاؤ۔نوکر ہوں تمہارا جہاں کہو گی لے جاؤنگا۔"

عافیہ کا منہ حیرت سے کھل گیا۔" اب مجھے اتنے بھی سبز باغ نہ دکھائیں۔کتنا عجیب لگ رہا ہے سوچ کر ہی۔ضارب سیال بیوی کا نوکر اُف۔۔۔"

" آئی نو پر کیا کیا جاسکتا ہے زندگی کی مجبوریاں۔۔۔ چلو گاڑی میں بیٹھو۔آج تمہیں سرپرائز دینے کا دن ہے

عافیہ نے دو تین سیکنڈ اُسکی نظروں میں سوالیہ انداز میں دیکھا۔تب ہی گیٹ کھول کر عدیل باہر آیا۔سیدھی نظر اُن میاں بیوی پر گئی۔

ضارب نے آگے بڑھ کر عافیہ کے لیے اگلا دروازہ کھولا۔ وہ بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے سرد نظروں سے عدیل کو دیکھا۔ آنکھوں سے ہی وہ وارننگ چلی گئی تھی۔ جو وہ الفاظ کی مدد سے دیتا۔ ویسے بھی اسکی بیوی نے کسر ہی نہیں چھوڑی تھی۔

اپنی طرف کا دروازہ کھول کر بیٹھنے تک وہ مسلسل عدیل کو ہی دیکھتا رہا۔

رستے میں وہ دس پندرہ منٹ فاطمہ کی طرف رُکے۔ وہ ناراض ہو رہی تھیں۔ مگر ضارب دوبارہ جلد آنے کا وعدہ کرتا اسکو لیکر وہاں سے نکل آیا۔

سارا رستہ اماں جیراں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے کوئی خاص بات نہ ہوسکی۔ نہ ہی وہ سرپرائز کے بارے میں پوچھ سکی۔ شام کے سائے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے چکے تھے۔ جس وقت ضارب نے گاڑی گیراج میں روکی وہی وقت تھا۔ پرندے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔

وہ ابھی باہر نکل رہی تھی۔ جب مصطفیٰ دوڑتا ہوا اندر سے آیا۔

"ممی گیس واٹ۔۔؟؟؟

عافیہ نے اسکے جوش سے سُرخ ہوتے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں بھر کر پیشانی چوم لی۔ آج اُس نے پہلی دفعہ عافیہ کو ممی بولا تھا۔

" کیا ہوا میری جان۔۔؟؟"

"ہمارے گھر ایک مہمان آئیں ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ مل کر بیڈمنٹن کھیلا۔ میں نے انکو ایک دفعہ بھی نہیں ہرایا۔ اُنہوں نے مجھے پورے دس دفعہ ہرا دیا۔ مارکیٹ سے آئس کریم دلوائی احد بھی ہمارے ساتھ گیا تھا۔ وہ میرے لیے یہ ڈھیر سارے چاکلیٹ لاتے اگر انکو پپا نے بتایا ہوتا کہ آپ کے بچے بھی ہیں۔ "

عافیہ کو حیرت بھی ہوئی اور ہنسی بھی آئی۔ مُڑ کر ضارب کی طرف دیکھا۔ جو مسکراتے ہوئے اندر کو ہی بڑھ رہا تھا۔" کیا آپ کے کوئی دوست آئے ہوئے ہیں؟۔۔"

" آؤ دیکھ لیتے ہیں۔"

اماں کے کمرے سے باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ ضارب نامحسوس انداز میں پیچھے ہوگیا اور اُسکو آگے جانے

دیا۔ کمرے کے دروازے پر تھی۔ جب مردانہ ہنسی کے ساتھ ساتھ احد کی کلکاریاں سُنائیں دیں۔ اور پھر وہ اپنی جگہ ساکت ہوگئی بالکل ساکت۔۔

اماں کے کمرے کے عین وسط میں کھڑا وہ خوبصورت چہرے مہرے والا نوجوان احد کو ہوا میں اُچھالتے ہوئے ہنس بول رہا تھا۔

" غور سے دیکھ شہزادے میں تیرا ماموں ہوں۔"

وہ کامران تھا۔ عافیہ کا چھوٹا بھائی۔ جسکو جب اُس نے آخری دفعہ دیکھا تھا۔ کمزور پتلا لمبا سا ٹین ایجر تھا۔ اور جسکو اس وقت دیکھ رہی تھی۔ وہ صحت منداور مضبوط خدوخال والا بھرپور جوان مرد تھا۔ جسکو وہ چھ سال بعد اپنے مقابل دیکھ رہی تھی۔

وہ جہاں تھی۔ وہاں سے ہل نہ پائی۔ آنکھیں پانیوں سے بھر گئیں۔

کامران نے اسکو دیکھا تو آنکھوں کی سُرخی بڑھ گئی۔

اسی طرح احد کو گود میں لئے اسکے قریب آیا۔ اور بہن کو بانہوں میں بھرلیا۔ جب وہ رو رو کر دل کا غبار نکالنے سے باز نہ آئی۔ تو کامران نے ہی اُسے متوجہ کیا۔

" عافو دیکھو تو تمہارا بیٹا مجھے باقاعدہ طور پر گھور رہا ہے۔ میں نے انکو سارا دن پٹا کر دوستی کی ہے۔ تم یہ سب کر کے مجھے واپس ڈینجر زون میں پھینک رہی ہو۔"

وہ نم آنکھوں سمیت مُسکرا دی۔

زندگی مُسکرا دی۔

اس نے مزے دار سا ڈنر بڑے شوق اور چاؤ سے تیار کیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا۔ باتیں قہقہے لطیفے قصے سب کچھ ساتھ چلتا رہا۔ کامران سفینہ کو ہر اُس ملک کی کہانی سُنا رہا تھا۔ جہاں جہاں وہ ہوتا ہوا اپنی اصل منزل تک پہنچا۔ اور سفینہ پوری دلچسپی سے سُنتے ہوئے اسکو کئی سوال کر رہی تھیں۔ وہ ہر سوال کا جواب بڑی سعادت مندی سے دے رہا تھا۔

کامران کا بستر اُس نے گیسٹ روم میں لگا دیا۔ سونے سے پہلے کافی دیر تک بیٹھ کر اسکے بالوں میں

انگلیاں پھیرتے ہوئے۔ باتیں کرتی رہی۔ جب کامران کی آنکھیں نیند سے بند ہونے لگیں۔ وہ اس پر بستر سیدھا کر کے پیشانی چومتی ہوئی لائٹ و دروازہ کرتی وہاں سے نکل آئی۔

پہلے مصطفی اور احد کو انکے کمرے میں دیکھ کر پیار کرنے کے بعد اپنے کمرے میں آئی۔ رات کے تین بجے کا وقت تھا۔ کمرے کی لائٹ ڈم تھی۔ لیپ ٹاپ کھلا ضارب کی گود میں پڑا تھا۔ اور وہ خود سر ایک طرف کو کیے اونگھ رہا تھا۔

اس نے پیار بھری نظروں سے ضارب کو دیکھا۔ جی چاہ رہا تھا اسکے پیر چوم کر شکریہ بولے۔ آج اس آدمی نے میری دنیا مکمل کر دی۔ نم آنکھوں سمیت قریب آئی۔ لیپ ٹاپ اُٹھا کر بند کرنے کے بعد سائیڈ پر ڈالا۔

اُس کے موزے اُتار رہی تھی۔ جب اُس نے نیم واہ آنکھوں سے اُسے دیکھا۔

" کامران سو گیا۔؟" ضارب کی آواز سرگوشی سے زیادہ نہ تھی۔

" ہاں "

اب وہ اُسکا دوسرا موزہ اُتار رہی تھی۔ جب وہ اُسی خمار بھری آواز میں بولا۔

" تم خوش ہو؟۔"

عافیہ نے گردن موڑ کر اسکو دیکھا۔ جو سنجیدہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔

وہ چلتی ہوئی آکر اُسکے قریب بیڈ پر بیٹھ گئی۔ پہلے اپنے دونوں ہاتھ ضارب کے سینے پر رکھے پھر ہاتھوں پر اپنا چہرہ ٹکا کر براہ راست اُسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

ایک انگلی بڑھا کر ضارب کی ناک کو چُھوا۔ پھر ہونٹوں کی شیپ پر اُنگلی سے لائن کھینچی۔

" اگر میں کہوں کہ مجھے آپ پر بالکل ایسے ہی پیار آ رہا ہے۔ جیسے ماں کو اپنے بچے پر آتا ہے۔ میرا جی چاہ رہا ہے۔ آپ احد ہوتے تو میں آپ کو پیار سے اپنی گود میں بھر کر پیار کرتی۔ آپکا منہ چومتی۔ گال چومتی۔ ہاتھ پیر چومتی۔ آپکو زور سے سینے میں بھینچ لیتی۔"

ضارب کے گھنی مونچھوں تلے چھپے لب دلکشی سے مسکرائے۔ عافیہ کے بالوں کی لٹ کو اُسکے کان کے پیچھے اڑساتے ہوئے بولا۔

" تو اس سے میں یہ سمجھوں کے تم خوش ہو۔"

" آج خوشی بہت چھوٹا لفظ ہے۔ وہ سب بیان کرنے کو جو آپ نے میرے لیے کیا ضارب میں بھلا کیسے آپکا شکریہ ادا کرونگی۔"

ضارب نے اُسے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔" اس کی ضرورت نہیں ہے پری۔"

عافیہ کی آنکھ سے ایک قطرہ ٹوٹا جسے ضارب کے پوروں نے سمیٹ لیا۔

" مجھے کامران نے بتایا ہے کہ کیسے آپ نے اسکوڈ ھونڈا۔ بڑی مشکل پیش آئی ہوگی ناں؟"

ضارب مکمل سنجیدہ تھا۔

" کیا فرق پڑتا کتنا مشکل ہوتا۔ اُس دن تمہیں اسکے لیے روتا دیکھ کر میں نے فیصلہ کیا تھا۔ بس جیسے بھی ہو۔ اسکو لاکر تمہارے سامنے کھڑا کرنا ہے۔ اللہ کا شکر ہے جس نے میرا اپنے آپ سے کیا وعدہ پورا کر دیا۔"

وہ حیران ہوئی۔" کیا آپ نے اپنے آپ سے وعدہ کیا تھا۔؟"

" ہاں"

" اسکوڈھونڈنا اتنا اہم کیوں لگا۔؟؟"

" پری"..

"you are a very beautiful woman."

وہ اب بھی سرگوشیوں کے انداز میں بول رہا تھا۔

" یہ جو تمہارا دل ہے ناں پری بہت ہی پیارا ہے۔ ہوس سے پاک ' خودغرضی سے پاک ' نفرت سے پاک۔۔ جب تم اس گھر میں آئیں تھیں۔ میں نے تمہارے ساتھ بہت بُرا رویہ رکھا تھا۔ مگر تمہیں کوئی فرق ہی نہیں پڑا۔ تم نے جیسے مصطفیٰ اور احد کو پیار دیا ہے۔ سچ پوچھو میں تمہارا فین ہو گیا ہوں۔ میں انکا سگا باپ ہوں۔ میرا خون ہیں پر وہ میری طرف ویسے نہیں بھاگتے جیسے تمہاری طرف کھینچتے ہیں۔ یہ صرف محبت کی طاقت ہے۔ بے غرض محبت کی جو تم نے اُنہیں دی۔ وہ اپنی دادی پر تک تمہیں ترجیح دینے لگے ہیں۔"

" فارحہ کو بچے نہیں چاہیے تھے۔ کوئی اور طاقت تھی۔ جو ان لوگوں کو دنیا میں لے آئی۔ مجھے اب یقین ہو گیا

ہے کہ اللہ نے انکو دنیا میں تمہارے لیے ہی بھیجا۔"

"تو پیاری پری جب تم نے میرے گھر کے لیے اتنا کچھ کیا۔اماں کا جیسے خیال کیا۔میں تمہارا قرض دار ہو گیا تھا۔تمہارے بھائی کو ڈھونڈ کر میں نے وہی قرض اُتارنے کی کوشش کی ہے۔"

عافیہ اسکے سینے پر سر رکھے۔کتنی دیر چپ چاپ لیٹی اسکے دل کی مضبوط و توانا حرکت سنتی رہی۔پھر یک دم سر اُٹھا کر بولی۔" سونے سے پہلے میں ایک اور پوائنٹ کلیر کرنا چاہتی ہوں۔"

" وہ کیا؟۔"

" وہ جو کل آپ نے کہا کہ کمرے سے چلی جاؤ ورنہ خود پر حرام کر لونگا۔وہ کیا تھا؟"

ضارب بے اختیار ہنستا چلا گیا۔" یار وہ غصہ تھا۔"

"You have no idea how angry I was I was on a point where I could have done anything."

" میرے الفاظ تمہیں یاد ہیں پر وہ یاد نہیں جو تم نے میرے ساتھ کیا۔"

" میں نے کیا کیا تھا؟۔"

"How can you forget?"

" پری جی آپ نے مجھے تھپڑ دے مارا تھا۔"

عافیہ نے پھر سے دوپہر والے انداز میں آنکھیں گھمائیں اور دھیرے سے بولی۔

" شکر کریں میرے پاس بندوق نہیں تھی۔ورنہ گولی ہی مارتی۔"

ضارب نے ہنستے ہوئے اسکے گرد اپنے بازو کا گھیرا ابنا کر اسکے بالوں پر بوسہ لیا۔

زندگی نے دور سے ہی کھڑی ہو کر دونوں کو دیکھا۔اور مُسکراتی ہوئی دو وفا کرنے والے لوگوں کی خوشیوں کے ابدی ہونے کی دُعا کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

